الشرف المؤبد لآل محمد

شرفِ سادات

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

تصنیف

حضرت امام ابو یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

شرفِ سادات

اُردو ترجمہ

اشرف المؤبد لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ الحاج صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	الشرف المؤبد لآلِ محمدؐ
تالیف	حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ
نام ترجمہ	شرفِ سادات
مترجم	حضرت علامہ الحاج صائم چشتی
موضوع	آلِ محمدؐ کی ابدی عظمت
سنِ طباعت بار اول	۱۹۸۶ء
صفحات	۵۱۲
تعداد	ایک ہزار
طابع	محمد شفیق مجاہد محمد لطیف ساجد
کتابت	اللہ دتہ جمیل رقم
مطبع	رمنا پرنٹنگ پریس
قیمت	380/=

ناشر

چشتی کتب خانہ ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

فون نمبر ۲۶۷۵۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد بقدر حسنہٖ و جمالہٖ

انتساب

بصد احترام

اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام

گر قبول افتد زہے عزوشرف

خاکپائے اولادِ بتول ؑ

صائم چشتی

۸۶-۹-۵

تقدیم

از مترجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیٰ رسُولِہِ الکریم الامین وعلی آلہ طاہرین وصَحبِہٖ اجمعین ،

کتاب ہٰذا کی شان و قدر کے لئے یہ امر کافی ہے کہ یہ قطب الواصلین امام المتاخرین سیدنا یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ کی تالیف مقدسہ ہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسے جس صورتِ حال سے پریشان ہو کر تالیف فرمایا وہ اُسی صورت کا مظہر تھی جو امام نسائی علیہ الرحمۃ کو دمشق کی جامع مسجد میں پیش آئی تھی ۔

بلاشبہ سابقہ ادوار میں خارجیت کا فتنہ وقتاً فوقتاً اُٹھتا رہا اور اُسے علمائے حق اپنی مخلصانہ سعی وجہد سے فرو کرنے کا اہتمام کرتے رہے یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو دمشق کی بجائے قسطنطینہ سے اُٹھنے والے ایک فتنے کا سدِ باب کرنے کے لئے معرضِ وجود میں آئی تھی اگرچہ اُس فتنہ کے خلاف مفتی قسطنطینہ حضرت علامہ ابراہیم بن سلیمان حنفی قندوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضخیم کتاب ینابیع المودۃ تالیف فرما کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیتِ پاک پر زبان طعن دراز کرنے والوں کا منہ بند کر دیا تھا تاہم ہر ایک کا اپنا اپنا مقام اور اپنا اپنا حصہ ہے مفتی قسطنطینہ نے محض اثباتی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اُن آثار و اخبار کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کر دیا جو مختلف کتابوں میں منتشر تھا جبکہ علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ نے منفی پہلو کو بھی سامنے رکھا اور اُن شاخسانوں اور مفروضوں کا بھی قلع قمع فرمایا جن میں شانِ اہلبیت میں تنقیص کے پہلو نمایاں ہوتے ہیں ،

صفین و نہروان میں تلواروں کے ٹکراؤ کے بعد یہ مسئلہ زیادہ تر

اہلِ قلم کے ہاتھوں میں رہا اور ادوارِ سابق میں اہلِ قلم خوارج نے جو کچھ کیا وہ اُمتِ مرحومہ کی تباہی کے لئے بہر صورت کافی تھا جب کہ جو کچھ ہم سب اس دور میں دیکھ رہے ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا بالخصوص مملکتِ خداداد پاکستان میں خارجیت کو جسقدر فروغ حاصل ہوا ہے اس کی مثال پوری تاریخ میں نہیں ملتی "

یہ کتاب اُن لوگوں کے جواب میں تالیف کی گئی تھی جو اہلبیت کرام کے بعض اعزازات میں تغیر واقع کرنے کے باوجود اُن کی تکریم کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے جب کہ ہمارے ملک میں ہر اُس چیز سے کُھلم کُھلا عداوت کا اظہار ہو رہا ہے جو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محبوب ہے "

بہر نوع! پیش ازیں اس کتاب کا دو بزرگوں نے الگ الگ ترجمہ کیا ہے جبکہ ایک کے پاس ناقص نسخہ ہونے کی وجہ سے کتاب کے کچھ محاسن پسِ پردہ چلے گئے اور دوسرے نے اپنے طور پر بعض مستحسن اضافے فرما دیئے جو یقیناً اصل کتاب پر بوجھ محسوس ہوتے ہیں، میں نے کوشش کی ہے کہ نہ تو مضامین کمی بیشی کا شکار ہوں اور نہ ہی ترجمہ اپنے متن سے دور جا سکے اور اسکے ساتھ ہی احادیث و اخبار کا عربی متن بھی شامل کر دیا جائے تاکہ قارئین ہر وقت اصل عبارت کے ساتھ ترجمے کا موازنہ کر سکیں اور علماء کرام اصل عبارت سے استفادہ کر سکیں جبکہ پہلے دونوں ترجموں میں یہ چیز موجود نہیں بہر حال! یہ تو قارئین خود ہی فیصلہ کریں گے کہ میں اس سلسلہ میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں تاہم مجھے اس امر کا یقین ہے کہ میری یہ محنت دربارِ خدا و رسول جل و علی و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ضرور بار آور ہو گی بایں ہمہ اگر ترجمہ میں کہیں تساہل واقعہ ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں آمین بجاہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "

صائم چشتی ۵/۹/۸۶

فہرست

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نکاح اُم کلثوم	۱۰۴	حکمت یہ ہے	۱۲۲
نسب کیا ہے	۱۰۵	دوسری بیٹیوں کی اولاد ہوتی ؟	۱۲۳
احتیاط اس لئے ضروری ہے	۱۰۶	اہلبیت سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے	۱۲۳
لفظ سید و شریف	۱۰۷		
سبز عمامہ	۱۰۸	اولادِ فاطمہ بیٹے رسول کے	۱۲۴
سبز رنگ ہی کیوں	۱۰۹	اگر حضور کے وسیلہ کے طالب ہو	۱۲۵
یہ امتیازی نشان	۱۱۰	اہلبیت کی محبت عمر بڑھاتی ہے	۱۲۶
سید القاب کے محتاج نہیں	۱۱۱	عاجز قلم ہیں نعت پیمبر کے سامنے	۱۲۸
خصوصیت نقابت	۱۱۲		
پانچ اور	۱۱۴	درود کبیر	۱۲۹
پہلے اور اب	۱۱۴	جنابِ سیدہ فاطمۃ الزہرا	۱۳۸
سادات کی بخشش لازمی ہے	۱۱۵	قیامت کے دِن ندا ہوئی	۱۳۹
اہلبیت کا اِکرام کس لئے	۱۱۶	اپنے باپ کے جد سے افضل	۱۴۰
حکایت ایک سید کی	۱۱۶	سیدہ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے	۱۴۰
اگر سید گناہ کرے	۱۱۷	تمام عورتوں پر سرداری	۱۴۱
اگر نسب یقینی نہ ہو	۱۱۸	کوئی برابر نہیں	۱۴۳
محبت کے یہ انداز	۱۱۹	انسانی حور	۱۴۳
ایک خصوصیت یہ ہے	۱۲۰	خود غسل فرمایا	۱۴۴
امان ہیں زمین میں	۱۲۱	اسمِ بتول	۱۴۴

مضمون	صفحہ

قصیدہ

المؤلف

آلَ طٰهٰ یا آلَ خیرِ نبیٍّ جدُّکم خِیرۃٌ وأنتم خِیارُ

أَذهبَ اللّٰہُ عنکمُ الرِّجسَ أهلَ الـ بیتِ قِدمًا فأنتمُ الأطهارُ

لم یسَل جدُّکم علَی الدِّینِ أجرًا غیرَ وُدِّ القربٰی ونِعمَ الإجارُ

حُبُّکم جنَّۃٌ لِکلِّ فُؤادٍ فیهِ حُبُّ الأصحابِ والبُغضُ نارُ

رَضِیَ اللّٰہُ عنکم وأتمَّ النُّـ ورَ فیکم وإن أبَی الکفّارُ

اے آلِ طٰہٰ، اے خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل آپکے جدِ امجد بہترین ہیں اور آپ بھی بہترین ہیں۔

اے اہلبیت! اللہ تعالیٰ نے قدیم سے ہی رجس کو آپ سے دُور کر دیا ہے اور آپ پاکیزہ ہیں۔

آپ کے جدِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دین پر اجر نہیں مانگا سوائے قریبیوں سے محبّت اور حسن سلوک ہے۔

آپ کی اور اصحاب کی محبت کا دِلوں میں ہونا جنت میں اور بغض آگ میں لے جائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہے اور آپ میں نُور پورا ہو گیا اگرچہ کافر اس کا انکار کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو ہر رجس سے پاک کیا اور انہیں ہمیشہ اپنا فضل کبیر عطا فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

" بیشک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہلبیت کہ تم سے ہر ناپاکی کو دُور کر کے تمہیں خُوب پاکیزہ فرما دے "

اور صلوٰۃ وسلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد مُصطفٰے پر جو سب سے افضل قبیلے اور کرامت والے خاندان سے مبعوث ہوئے اور آپ کی شرف و سرداری والی آل پر اور آپ کے ائمہ و قائدین اصحاب پر "

ایمان کا معیار

بعد ازاں فقیر یوسف بن اسمٰعیل نبہانی اللہ تعالیٰ اس سے درگذر فرمائے کہتا ہے کہ امورِ دینیہ اور عقائد اسلامیہ میں اہم اور مؤکد امر یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ ہمارے سردار حضرت محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرشتے اور ہر رسول سے افضل ترین ہیں اور آپ کی اصل و فرع تمام اصول و فروع سے اشرف ہے "

کیسے نہ ہو آپ کے آباء و ابنا آپ کے نسب سے منسوب ہیں اور ان کا حسب آپ کے حسب سے مربوط ہے پس وہ آپ سے ہیں اور تمام لوگوں سے اقرب

ہیں، اور بیشک حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہر توحید پرست پر فرض ہے خواہ وہ مجتہد ہو یا مقلد، اور آپ کی محبت کی زیادتی اور کمی پر ہی ایمان کی زیادتی اور کمی کا مدار ہے، اور جو شخص آپؐ کی محبت کے بغیر مومن ہونے کا مدعی ہے تو اس کا یہ دعویٰ اس کی منافقت اور بہتان عظیم ہے"، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا اقتضا یہ ہے کہ آپ کے نزدیک والوں اور آپ کے نسب شریف سے محبت کی جائے جیسے آپ سے کیونکہ آپ کے آباؤ اجداد اور اولادِ امجاد کی نسبت آپ سے ہے"

آپ کے آباؤ اجداد کا زمانہ گذر چکا ہے اور اُن کے واقعات باقی ہیں پس جو شخص آپؐ کی وجہ سے اُن کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اُس کی یہ بات ایسی نہیں جس پر گرفت کی جائے ہم اُس کے دعوے کو تسلیم کریں گے کیونکہ اُس کے بطلان پر کوئی دلیل نہیں اور اُس کا باطنی حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے،

آلِ رسُول سے محبت کا دعویٰ

آپؐ کی اولاد اس اُمت کے لئے برکت ہے آپ کے اہلبیت دنیا سے تمام ظلمتوں کو دُور کرنے والے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہر زمانہ میں اس کا ایک گروہ موجود رہے اور اس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کی بلاؤں کو دُور فرمائے، یہ لوگ اُسی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں جس طرح ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں، تو جو شخص ان کے زمانے میں اُن کی محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے اچھے افعال سے اپنے دعوے کی دلیل پر قائم نہیں ہوگا اُس کے بیکار اور جھوٹے دعوے کو مسترد کر دیا جائے گا، اُس کا دعویٰ اُس وقت درست ہوگا جب وہ اُن کو زبان اور قلم سے تکلیف نہیں پہنچائے گا

اور نہ ہی آنکھ اور اُنگلی سے اُن کی تنقیص کی طرف اشارا کرے گا، اور اگر کوئی شخص اِس امر کا ارتکاب کرنے کے بعد بھی اُن کی مُحبّت کا دعویٰ کرتا ہے تو وُہ میرے حساب میں دیوانہ اور دین کے اُمور میں فتنہ و فساد ڈالنے والا ہے"

ہمارے زمانہ ۱۲۹۷ھ میں اِسی قسم کا فتنہ جُہلائے قسطنطینہ نے اُٹھا رکھا ہے یہ لوگ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کے بُغض میں غرق ہو کر اُن آیات و احادیث کی تاویلیں کرتے ہیں جو اہل بیت نبوّت، معدن رسالت، مہبط وحی اور منبع حکمت کی شان میں نازل ہوئی ہیں"

یہ لوگ اپنی بیمار عقلوں اور فرسُودہ آراء پر بھروسہ کرتے ہُوئے اِن آیات و احادیث مُقدسہ کو اُن کے ظاہری مفہوم سے خارج کر دینے کے باوجود حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت سے محبت و مُودّت رکھنے کا گمان کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وُہ خسارے کی وادیوں میں سر ٹکرا رہے ہیں، چنانچہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے چاہا کہ وُہ اچھی طرح گمراہ ہو جائیں تو اُنہیں حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول مِل گئی، اِس کتاب میں درج ذیل آیت کریمہ اور احادیث کے بارے میں جمہور عُلماء کے خلاف اقوال بیان کئے گئے ہیں"

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)

ترجمہ: بیشک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر رجس کو دُور کر کے تمہیں خوب پاکیزہ فرما دے

«إنّي تارِكٌ فيكُمُ الثَّقَلَيْنِ: كِتابَ اللهِ، وأهْلَ بَيْتِي عِتْرَتِي» الحديث

النُّجُومُ أمانٌ لِأهْلِ السَّماءِ، وأهْلُ بَيْتِي أمانٌ لِأهْلِ الأرْضِ

ترجمہ ۱ بیشک میں تم میں دو چیزیں اللہ کی کتاب اور اپنی اہلبیت و عترت کو چھوڑ رہا ہوں"

ترجمہ ۲ - آسمان والوں کے لئے ستارے امان ہیں اور زمین والوں کے لئے میرے اہل بیت امان ہیں"

حکیم ترمذی کا گمان ہے کہ آیت تطہیر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات اُمہات المومنینؓ کے لئے مخصوص و مختص ہے، چنانچہ وہ ان مفسّرین کرام کی مذمت کرتے ہیں جو اس کے خلاف گئے ہیں"

اِس سے زیادہ عجیب و غریب اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ پہلی حدیث حدیث ثقلین میں اہلبیت سے مُراد ائمہ اور فقہاء اُمت ہیں اور اِس جیسا یا اِس سے بھی زیادہ عجیب و غریب گمان اُن کا دوسری حدیث کے متعلق ہے کہ اہل زمین کے لئے امان جو اہل بیت ہیں" وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد نہیں بلکہ ابدال ہیں چنانچہ وہ پاکیزہ عنصر میں اِس فضیلت کا انکار کرتے ہیں"

اللہ تبارک و تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے اُنھوں نے یہ بات تحقیق و ثبوت کی بناپر کی ہو گی باوجود اِسکے اِس کلام کا اُن سے منسوب ہونا بعید ہے اور یہ احتمال قریب ہے کہ اُن کی کتاب میں یہ کلام ٹھونس دیا گیا ہے"

نیز یہ کہ اُن مقصد بصُورت اجتہاد احقاقِ حق ہو گا چنانچہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ عتاب سے بچ جائیں گے اور انکی نیت کا ثواب ضائع نہیں ہو گا"

اللہ تبارک وتعالیٰ اُن پر رحم فرمائے اُن کی عبارتوں کو ذلیل لوگوں نے اخذ کیا اور اُنکے ساتھ اپنا گھٹیا مال ملا کر بازار میں لے آئے اور اپنے عقائدِ فاسدہ کو رواج دینے کیلئے اپنے عوام بھائیوں کی مجالس میں باچھیں پھیلانے لگے، یہ لوگ عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عترتِ طاہرہ اور کسی عام مسلمان میں کوئی فرق نہیں،

چنانچہ جب ان کا یہ قابلِ مذمت امر مشہور ہوگیا اور اُنکی پوشیدہ گمراہی کا راز کھل گیا تو میں نے اُنکے دعویٰ کے ابطال اور حکیم ترمذی کی طرف منسوب کردہ واہیات قاعدوں کے انہدام کی تیاری کر لی کیونکہ اولادِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ایک سیّد نے حکم فرمایا اور میرے دِل کے باعثوں نے اِسکی موافقت کر لی، اگر کوئی شخص اُن لوگوں کے دعویٰ کے بدیہی بطلان میں شک بھی کرے گا تو وُہ ایمان کی خوشبو نہیں سُونگھ سکے گا،

اور فرمایا! ابطالِ باطل کی طرف ضرورت نہیں اور جو بھی ہے تحصیلِ حاصل کے قبیل سے ہے پس وُہ منکر ہے اور مُنکر کا انکار کرنا فرض ہے اور مسلمانوں سے بدعت پر وُہ ضرب کاری لازم ہے جسکا نشان ہمیشہ باقی رہے"۔

یہ کتاب

میں نے یہ کتاب ائمۂ اعلام کی کتابوں سے جمع کی اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آلِ پاک کے فضائل میں کتاب وسُنت اور احادیث کے نمونے پیش کرتے ہُوئے اقوالِ فاسدہ کا رد کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تاکہ فائدے کی تکمیل ہو جائے۔

میں نے اس کتاب کا نام الشرف المؤبد لآل محمد رکھا، اور خدائے عظیم رب عرش الکریم سے سوال کرتا ہوں کہ اس کتاب سے مجھے اور دیگر مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے، اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ کی آل کے زمرۂ محبین کے ساتھ آپ کے پرچم کے نیچے میرا حشر کرے۔

میں اہل علم و فہم حضرات سے امید رکھتا ہوں کہ حق تصنیف ادا نہ کر سکنے پر مجھے معذور خیال کریں گے اور لغزش قلم کو معاف فرمادیں گے کیونکہ شاید و باید ہی کوئی شخص قلمی لغزشوں سے بچ سکا ہے، میں نے اس کتاب کو تین مقاصد اور خاتمے کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔

پہلا مقصد: اس آیت اور حدیث کے بیان میں ہے۔

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ) وحديثِ «إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ وَأَهْلَ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي» .

دوسرا مقصد: اہلبیت کے شرف و فضائل اور خصوصیات پر مبنی ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسروں سے ممتاز و مخصوص فرمایا۔

تیسرا مقصد: اہلبیت کی محبت اور اہل محبت کے فوزِ عظیم کے بارے میں اور ان سے بغض رکھنے والوں کے برے انجام کے بارے میں ہے

الخاتمہ: فضائلِ صحابہ اور صحابہ سے بغض رکھنے کی صورت میں محبتِ اہل بیت کے بے فائدہ ہونے پر مبنی ہے۔

98114

پہلا مقصد

درج ذیل آیت واحادیث کے بیان کے بارے میں

(إنما يريد الله) وحديثي «إني تارك فيكم الثقلين وأهل بيتي أمان لأمتي».

قال الله تعالى (إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا).

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے اہل بیت محمد اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تمام برائیوں اور فحشاء کو دور کر دے اور اس میل سے اچھی طرح پاکیزہ فرما دے جو اللہ تعالیٰ کے معاصی سے پیدا ہوتا ہے۔

رجس کے معنے

حضرت ابوزید سے روایت ہے کہ یہاں رجس سے مراد شیطان ہے۔

امام طبری نے حضرت سعید بن قتادہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے زیب عنوان آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا! اس سے مراد اہل بیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے پاک کر کے اپنی رحمت کیلئے مخصوص ومختص

ابن عطیہ نے کہا! رجس کا اطلاق گناہ، عذاب، نجاستوں اور نقائص کے معنوں پر ہوتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو اہلبیت سے دُور کر دیا ہے۔

امام نووی نے کہا! بعض نے کہا ہے! رجس کے معنی شک ہے جب کہ بعض نے اس کا معنیٰ عذاب اور بعض نے گناہ بیان کیا ہے۔"

الازہری نے کہا! رجس کا اطلاق عمل وغیرہ میں سے ہر قسم کی نجاست اور پلیدی پر ہوتا ہے۔"

یہ آیت کس کس کو شامل ہے

اس آیت کریمہ میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے کہ اہل بیت سے کون لوگ مُراد ہیں چنانچہ ان میں سے ایک طائفہ جن میں حضرت ابُوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کرام کی ایک جماعت جن میں حضرت مجاہد، حضرت قتادہ اور دُوسرے لوگ شامل ہیں، "جیسا کہ مفسرین میں سے امام بغوی، خازن اور ابن کثیر نے بیان کیا، آل عبا کو مُراد لیتے ہیں اور وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی و فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔"

ایک جماعت جن میں حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں وہ اس طرف گئے ہیں کہ یہاں اہلبیت سے مُراد حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں" ان کا کہنا ہے کہ یا ایُّھا النّبی قُل لِّازواجِك سے اِنَّ اللہ کَانَ لَطِیفاً خَبِیرا" تک یہ سب آیات ایک دوسری سے منسُوق ہیں تو ان کے درمیان میں اُمہات المومنین کے علاوہ کسی دُوسرے کو کیسے مخاطب کیا جا سکتا ہے"

جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ اہل بیت سے یہاں آل عبا مُراد ہیں وہ

اِس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عربی کلام میں استطراد و اعتراض داخل ہے اور یہ ترتیبِ کلام میں اجنبی جُملہ آجانے کو کہتے ہیں جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے

(إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ، وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ) فقوله (وكذلك يفعلون).

یعنی جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ و برباد اور عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں وہ اِس طرح کرتے ہیں اور میں اُن کی طرف ہدیہ بھیجتی ہوں"

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے "وکذالک یفعلون" یعنی وہ ایسا کرتے ہیں بلقیس کے کلام کے درمیان جُملہ معترضہ ہے"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

(فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ . وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ . إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ).

یعنی فلا اُقسم بمواقع النجوم انّه لقرآن اور یہ دونوں جملوں کے درمیان اعتراض کے اُوپر اعتراض ہے اور یہ بات قرآن مجید اور دُوسرے کلامِ عرب میں اکثر پائی جاتی ہے

اِنتخابِ مصطفےٰ

بے شک متعدد صحیح طُرق سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم تشریف لائے اور حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور جناب حسنؑ و حسینؑ آپ کے ساتھ تھے آپ نے جناب علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے سامنے بٹھا کر حضرات حسن و حسین کو زانو پر بٹھایا پھر ان کے اوپر چادر اوڑھا کر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی

پانچتن مقصود ہے

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا!

(اللَّهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا).

« قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَرَفَعْتُ الْكِسَاءَ لِأَدْخُلَ مَعَهُمْ فَجَذَبَهُ مِنْ يَدِي فَقُلْتُ وَأَنَا مَعَكُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ: إِنَّكِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْرٍ ».

یعنی یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں پس تو ان سے رجس کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاکیزہ فرما دے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے چادر کا گوشہ اٹھا کر چاہا کہ ان کے ساتھ داخل ہو جاؤں تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا میں نے کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟

آپ نے فرمایا تم ازواج النبیؐ میں سے ہو اور خیر پر ہو"

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے،

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي خَمْسَةٍ : فِيَّ ، وَفِي عَلِيٍّ ، وَحَسَنٍ ، وَحُسَيْنٍ ، وَفَاطِمَةَ » .

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ آیت کریمہ میرے علیؓ و فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ پانچوں کے حق میں نازل ہوئی ہے

« أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عليه وسلم كَانَ بَعْدَ نُزُولِ هٰذِهِ الْآيَةِ يَمُرُّ بِبَيْتِ فَاطِمَةَ إِذَا خَرَجَ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ يَقُولُ : الصَّلَاةَ أَهْلَ الْبَيْتِ ، إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا » .

اے اہلبیت نماز

متعدد صحیح اور حسن طریقوں سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے،

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد جب فجر کی نماز کے لئے سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر سے گذرتے تو فرماتے اے اہل بیت نماز! بیشک اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت تم سے ہر رجس کو دور کر کے تمہیں خوب خوب پاکیزہ کر دے"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد چالیس صبحیں جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازے پر فرماتے رہے"

«السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلصَّلَاةَ رَحِمَكُمُ اللهُ، إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا».

یعنی: اے اہلبیت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تم پر رحم فرمائے۔ بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہلبیت تم سے ہر رجس کو دور کر دے اور تمہیں خوب اچھی طرح پاکیزہ فرما دے"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات مہینے اور ایک روایت کے مطابق آٹھ مہینے جناب سیدہ کے دروازے پر آیت تلاوت فرماتے رہے،

مخاطب مذکر ہیں

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ امر نص ہے کہ اس

آیتِ کریمہ میں اہل بیت سے مُراد یہی پانچ نفُوس ہیں اور اِن لوگوں نے کہا!
اگر یہاں اہلبیت سے مُراد ازواجِ مطہرات ہوتیں تو جمع ضمیر مُذکر کے ساتھ یہ
نہ فرمایا جاتا،

لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ وَيُطَهِّرَكُمْ

بلکہ لازم تھا کہ عَنکُنَّ وَیُطَھِّرَکُنَّ کہا جاتا، دُوسرے لوگوں نے اِس کا جواب دیتے
ہُوئے کہا! یہ تذکیرِ لفظِ اہل کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ لفظ مذکر ہے اِس لئے
عَنکُمُ وَیُطَھِّرَکُمْ فرمایا،
جمہُورِ علماء کے نزدیک اِس آیتِ کریمہ میں اہلبیت کا لفظ فریقین کو شامل
ہے اِس طرح جمیع دلائل پر عمل ہو جاتا ہے،
المقریزی نے کہا! عنکم و یطہرکمُ میم کے ساتھ ہے، جمہُور نے اِس
ارشادِ ربانی سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ اگر بطورِ خاص یہاں اہلبیت سے مُراد
خواتین ہی ہوتیں تو عنکنَّ اور یُطہرکُنَّ آیا ہوتا۔

دونوں کو شامل ہے

ابن عطیہ کہتے ہیں مجھ پر یہ ظاہر ہُوا ہے کہ اہل بیت سے ازواج خارج
نہیں ہیں بلکہ اہل بیت آپ کی ازواجِ مطہرات، آپ کی بیٹی بیٹی کے بیٹے اور
بیٹی کا شوہر ہیں،
نسفی نے کہا! اس آیت میں دلیل ہے کہ حضُور رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد عنکمُ اِس پر
دلالت کرتا ہے کہ اِس سے آپؐ کی آل کے مرد اور عورتیں دونوں مراد ہیں، یہی

وجہ ہے کہ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا فرمایا"
زمخشری بیضاوی اور ابوسعود اسی مسلک پر ہیں، ایسے ہی امام بغوی نے معالم التنزیل میں بیان کیا اور اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی

"فَقُلْتُ أَلَسْتُ مِنْهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ بَلیٰ"۔

یعنی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ میں ان میں سے نہیں ہوں! آپ نے فرمایا کیوں نہیں،
امام فخرالدین رازی نے اپنے کلام کے بعد کہا، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مؤنثوں کو خطاب کرنے کے بعد مذکروں کو مخاطب کرتے ہوئے یُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ فرمایا تاکہ اس میں اہلبیت کی عورتیں اور مرد داخل ہو جائیں"

بہتر یہ ہے

اہل بیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد و ازواج، حسنین کریمین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہلبیت میں سے ہیں، کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم" حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہے اور آپ کی بیٹی کے ساتھ رہنے کے باعث اہل بیت میں سے تھے۔

پندرہ کے بعد ایک روایت

امام ابن جریر نے مختلف اسناد سے اپنی تفسیر میں پندرہ روایات نقل

کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ اہل بیت سے مراد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، آخر پر وہ ایک روایت ایسی بھی لائے ہیں جس میں اہل بیت سے مراد آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں"

بیس سے پہلے تین روایات

میں نے امامِ جلیل خاتم حفاظ امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر دُرِ منثور میں دیکھا وہ اِس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے شروع کلام میں تین روایات لائے ہیں جن میں اہلبیت سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو مُراد لیا گیا ہے"

بعد ازاں مختلف طرق سے بیس روایات ایسی لائے ہیں جن میں اہلبیت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مراد لیا گیا ہے، اِن روایات میں یہ روایت بھی ہے جسے ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے،

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم كَانَ فِي بَيْتِهَا عَلَى مُقَامَةٍ لَهُ، عَلَيْهِ كِسَاءٌ خَيْبَرِيٌّ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ بِبُرْمَةٍ فِيهَا خَزِيرَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم ادْعِي زَوْجَكِ وَابْنَيْكِ حَسَنًا وَحُسَيْنًا فَدَعَتْهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ يَأْكُلُونَ إِذْ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صلى اللهُ عليه وسلم (إِنَّمَا

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) فَأَخَذَ النَّبِيُّ صلى اللّٰهُ عليه وسلم بِفَضْلَةٍ فَغَشَّاهُمْ إِيَّاهَا، ثُمَّ أَخْرَجَ يَدَهُ مِنَ الْكِسَاءِ وَأَلْوَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَحَامَّتِي ».

وفي رواية : « وَخَاصَّتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا ، قالها ثلاث مرات ، قالت أُمُّ سَلَمَةَ فأدخلتُ رأسي في السِّتْرِ فقلتُ يا رسولَ اللّٰهِ وأنا معكم ، فقال إنكِ إلى خيرٍ ، مرتين » .

یعنی اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے گھر ایک مقام پر تشریف فرما تھے اور آپ نے خیبری چادر اوڑھ رکھی تھی، اسی اثناء میں جناب فاطمہ ایک مرتبان لائیں جس میں خزیرہ تھا، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا اپنے شوہر اور اپنے بیٹوں حسن وحسین کو بلاؤ یہ سب لوگ مل کر خزیرہ تناول فرمانے لگے تو اسی اثناء میں یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی،

"اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت تم سے ہر رجس کو دور کر کے تمہیں خوب اچھی طرح پاکیزہ فرما دے"

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر مبارک سے اُن کو ڈھانپ دیا پھر آپ نے اپنے ہاتھ مبارک کپڑے سے نکال کر آسمان کی طرف کئے اور کہا!

اُے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے پیارے ہیں
ایک روایت میں اِس کے ساتھ یہ جُملہ بھی آیا ہے کہ یہ میرے خاص ہیں
اِن سے رجس کو دُور کر کے انہیں خُوب خُوب پاکیزہ فرما دے اور یہ جُملہ آپ نے
تین مرتبہ کہا "
اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنا سر
پردے کے اندر کر کے کہا یا رسُول اللہ اور مَیں آپ لوگوں کے ساتھ ہُوں ؟
آپؐ نے اِس کے جواب میں دو مرتبہ فرمایا تو خیر پر ہے "

دُوسری روایت

اِن روایات میں یہ روایت بھی ہے جسے ابن ابی شیبہ، احمد بن حنبل، مسلم،
ابن جریر، ابنِ ابی حاتم اور حاکم نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا سے بیان کیا ہے،

" خَرَجَ النَّبِيُّ صلى اللهُ عليه وسلم غَدَاةً وَعَلَيْهِ
مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ ، فَجَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ
فَأَدْخَلَهُمَا مَعَهُ ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا مَعَهُ ، ثُمَّ
جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ
عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں صبح کو
رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نکلے آپ نے سیاہ رنگ کا اُونی کمبل اوڑھا ہوا

تھا پس حسن و حسین آئے اور اُس کمبل میں داخل ہو گئے پھر جناب فاطمہؑ تشریف لائیں اور وُہ بھی اُن کے ساتھ داخل ہو گئیں پھر حضرت علی آئے اور وُہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر رجس کو دُور کر کے تمہیں خوب اچھی طرح پاکیزہ فرما دے"

تیسری روایت

ان میں سے ایک روایت یہ ہے جسے ابن ابی شیبہ، احمد بن حنبل، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نے اور حاکم نے اِسکو صحیح کہا اور بیہقی نے سُنن الکبریٰ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا۔

« جاءَ رَسُولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم إِلَى فَاطِمَةَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ، حَتَّى دَخَلَ فَأَدْنَى عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَأَجْلَسَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَجْلَسَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ لَفَّ عَلَيْهِمْ ثَوْبَهُ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الآيَةَ (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) وَقَالَ اللَّهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَنَا مِنْ أَهْلِكَ؟ قَالَ وَأَنْتِ مِنْ أَهْلِي ».

یعنی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس تھے اور آپؐ کے ساتھ حسن وحسین اور حضرت علی تھے یہاں تک کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ آپ کے سامنے بیٹھ گئے اور حسن وحسین دونوں آپ کی گود میں بیٹھ گئے پھر آپ نے ان پر کپڑا ڈال کر یہ آیت تلاوت فرمائی "بیشک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر رجس کو دُور کر کے تمہیں خُوب اچھی طرح پاکیزہ فرما دے"

میں نے کہا یا رسُول اللہ میں آپ کے اہل سے ہُوں؟ آپ نے فرمایا تُو میرے اہل سے ہے، واثلہ کہتے ہیں اُنہوں نے کہا جو میری اُمید تھی وُہ پُوری ہو گئی"

امام واقدی نے اپنی کتاب اسباب النزول الخلاف میں اِس کا ذکر کیا اور اِس کے علاوہ شُروع کلام میں آنے والی اُن دونوں روایات کو بھی بیان کیا جن سے ایک عطیہ نے حضرت ابی سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیۂ کریمہ

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا).

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

دوسری روایت حضرت عطا بن ابی رباح سے بیان کی گئی ہے اُنہوں نے کہا! میں نے یہ بات اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سن

کہ بیان کی ہے جن میں اس سے قبل درِ منثور سے یہ روایت بیان کی گئی ہے اور پھر اس میں دوسری روایتوں کا ذکر ہے جن میں اس آیت کا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق میں ہونا بتایا گیا ہے ان تمام روایات کو جمع کرنے سے اس آیت کی تفسیر میں فریقین کا شامل ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں دونوں فریقوں کو شامل کیا ہے اور دوسری روایات کے علاوہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت کا بھی ذکر کیا کہ انہوں نے کہا!

یارسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں تو آپ نے فرمایا ہاں"

پھر کہا کہ مقاتل نے کہا ہے اس آیت کے حکم میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات داخل ہیں اور جب کسی مقام پر تذکیر و تانیث کو جمع کیا جائے گا تو مذکر مؤنث پر غالب ہوگا اس لئے عنکم ویطہرکم فرمایا"

مقریزی نے کہا اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ یہ جمیع اہل بیت ازواج وغیرہ کو شامل ہے اور یطہرکم اس لئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں داخل ہیں"

اور جب تذکیر و تانیث جمع ہوئے اور مذکر مؤنث پر غالب ہے تو آیت کا اقتضاء اور سیاقِ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات اس میں شامل ہیں" پھر کہا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے"

محقق ابن حجر نے صواعق میں کہا آیت میں بیت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے رہائش ہے تو یہ آیت آپکی ازواج مطہرات کو شامل ہے"

ثعلبی نے کہا بعض نے کہا یہ بنو ہاشم ہیں اور بیت سے مراد بیتِ نبی

ہے پس حضرت عباس آپ کے دوسرے چچا اور چچوں کے بیٹے ان میں سے ہیں اور یہ عام ہے جیساکہ علامہ خطیب نے اپنی تفسیر میں بیان کیا!

اہلبیت کے بارے میں اختلاف ہے، ان میں بہتر قول بقاعی کا ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت آپ کے گھر کے تمام افراد مرد عورتیں بیویاں کنیزیں اور قریبی ہیں اور ہر وہ انسان جو ان میں سے اقرب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص اور لازم بالارادۃ احق واجد تھا

جب یہ بات معلوم ہوگئی تو پتہ چلا کہ اس آیت کریمہ میں جمہور مفسرین آل عبا اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شامل کرتے ہیں،

شیخ صوفیہ، امام العارفین، شیخ الاکبر سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ کے انتیسویں باب میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض عبادت کرنے والے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک فرمایا اور ان کے اہلبیت کی تطہیر کر کے ان سے رجس کو دور کر دیا، رجس لغت عرب میں میل کو کہتے ہیں جیساکہ الفراء نے حکایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) ۔

پس ان کی طرف سوائے مطہر کے مضاف نہیں ہوگا تو یہ مضاف الیھم ہونگے اور وہ جو ان کے مشابہ ہونگے، اور ان کی طرف مضاف ہونگے وہ بھی طہارت و تقدیس کے حکم میں داخل ہیں تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلمان فارسی کیلئے طہارت و حفاظت الٰہی اور عصمت کی گواہی ہے کہ آپ نے فرمایا سلمانؓ میرے

اہلبیت سے ہے"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلبیت کی تطہیر کرنے اور اُن سے رجس دُور کرنے کی گواہی دی ہے تو ان کی طرف جو بھی مضاف ہوگا وُہ مطہر ومقدس ہوگا اُسے مجرّد اضافت کے ساتھ عنایت ربانیہ حاصل ہوگی پس تجھے اہلبیت کے فی نفسہٖ پاک ہونے میں شک نہیں کرنا چاہیئے بلکہ وُہ عین طہارت اور پاکیزگی ہیں"

یہ آیت اِس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اہلبیت کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شامل رکھا ہے

(لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ) .

وسخ وقذر گناہوں کا مَیل ہے تو اللہ سبحانہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پاکیزہ فرمایا اور گناہ کی نسبت ہماری طرف ہے، اور اگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے واقع ہو تو وُہ ذنب معناً نہیں بلکہ صُورتاً ہوگا، کیونکہ اس پر اس کے ساتھ نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ہم سے ذم کا الحاق ہوگا.

اگر اُس کا حکم حُکم ذنب صحب کے لیئے ہو تو یہ صحب ذنب مذمت سے نہیں اور اِس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد سے ہوتی ہے"

(لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

اِس آیت کریمہ میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولادِ پاک کے تمام اشراف رضی اللہ تعالیٰ عنہم داخل ہیں اور قیامت تک وُہ لوگ جو

سلمان فارسی کی طرح ہیں غفران کے حکم میں داخل ہیں"
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِن کے ساتھ اختصاص وعنایت ہے اور اہلبیت کے لئے اس شرف کا حکم ظاہر طور پر دار آخرت کے لئے ہے پس یہ مغفرت کے ساتھ محشور ہونگے، مگر دُنیا میں؛ تو اِن میں سے جس پر حد قائم ہو گی جیسا کہ توبہ کرنے والا جب اُسے حاکم کا حکم پہنچے اور زنا چوری یا شراب کے سلسلہ میں اُس پر حد قائم ہو جائے تحقق مغفرت کے ساتھ اُس کی ویسی ہی عزت ہے اور اُس کی مذمت جائز نہیں"

اور ہر مسلمان جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لایا اور جو کچھ اُس نے نازل کیا اُسکی تصدیق کی اُسے یہ امر پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛

(لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا).

اس پر اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اہل بیت سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے اُن سے معاف فرمادیا ہے، پس مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اُن کے ساتھ مذمت اور بُرائی کو ملائے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تطہیر فرمادی ہے اور رجس کو اُن سے دُور کر دیا ہے لابعمل عملوہ ولا بخیر قدموہ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اُن کے ساتھ عنایت پر مشتمل ہے۔

(ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ).

جب یہ خبر صحت کے ساتھ وارد ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ درجہ ہے تو انہیں برائی سے نہیں ملایا جا سکتا کیونکہ وہ اہل بیت کی طرف مضاف ہیں تو اُن سے کیسے رجس کو دُور نہیں کیا ہو گا، پس اہلبیت کی یہ شان ہے کہ اُن کی طرف مضاف ہونے والے نص کے ساتھ پاکیزہ ہیں، شیخ اکبر کا کلام تمام ہوا اور انہوں نے جو دیکھا وہ بیان کر دیا اور وہ امام صوفیہ ہیں"

یہ دلیل کافی ہے

یہ دلیل اس امر کو کفایت کرتی ہے کہ جناب سیدۃ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد پاک کے تمام شرفا اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اُن کے موالی قیامت تک اس آیت کے حکم غفران میں داخل ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختصاص وعنایت سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف کیلئے مطہرون ہیں،

اس بارے میں تجھ پر ائمہ اعلام کا مسلسل کلام پیش کیا گیا ہے اس کے بعد تجھے حکیم ترمذی کی اُن باتوں کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے جو اُس نے نوادر الاصول میں کی ہیں اور بعض گمراہ جاہلوں نے اُس سے تمسک کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں آل عبا شامل نہیں ہیں"

ایسا کیوں کیا گیا

حکیم ترمذی کی یہ عبارت طائفہ زائغہ مفتونہ یعنی غالی شیعوں کی بُری باتوں کا محاسبہ کرنے کے بعد آتی ہے وہ ارشاد خداوندی!

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا).

ہیں تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بیشک یہ آیت علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کے لئے مخصوص و مختص ہے تو یہ کیسے جائز ہے جب کے اس خطاب کی ابتداء اللہ تبارک و تعالیٰ کے اِس ارشاد سے ہوتی ہے۔

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ) الى قوله (أَجْرًا عَظِيماً) ثم قال (يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ) الى قوله (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) ثم قال : (وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ)

یہ کلام ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے اور اس تمام کلام میں شروع سے آخر تک حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے اور درمیان میں کسی دوسرے کا ذکر کیسے ہو سکتا ہے اور یہ ایک نظم و نسق کی صورت میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) ثم قال على أثره (بُيُوتِكُنَّ) .

یعنی اے اہل بیت تم سے رجس کو دور کر دے پھر اِس کے اثر پر بیوتکنّ یعنی تمہارے گھر فرمایا ہے تو کیسے دوسرے کاف میں تمام عورتوں کے لئے خطاب ہو اور پہلے میں علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مخاطب ہوں " اور اِن دونوں کا اس آیت میں کہاں ذکر ہے ؟

پس اگر تو کہے کہ اگر یہ عورتوں کو خطاب تھا تو لِیُذْہِبَ عَنْکُم کیوں کہا

اور عنکن کیوں نہ کہا ؟

ہم کہتے ہیں کہ یہ لفظ اہل کی طرف پھرتا ہے اور اہل مذکر ہوتا ہے پس ازواجِ مطہرات کا ذکر تذکیر سے کیا اگرچہ وہ مؤنث ہیں "

اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ کے پاس علی و فاطمہ اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہم آئے تو آپ نے انہیں چادر اوڑھائی اور پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا!

« هٰؤُلَاءِ أَهْلِي أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا » .

آپ کی اُن کے لئے یہ دعا نزولِ آیت کے بعد ہے آپ چاہتے تھے کہ یہ بھی اس آیت میں داخل ہو جائیں جس میں ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کیا گیا ہے ، انتہٰی "

تحقیق نبہانی

میں کہتا ہوں حکیم ترمذی کا مندرجہ بالا کلام غیر مسلّم ہے اور اس آیت کریمہ میں ازواجِ مطہرات کو ہی اہلبیت میں منحصر نہیں کیا جا سکتا "

پس اگر اُس کے لیئے اس آیت میں آئمہ شریک ہیں "

ولیکن اُن لوگوں کی برائی بیان کرنے کے لیئے جو کہ اس آیت کریمہ کو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام اور اُن کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لیئے مخصوص کرتے

ہیں یہ سخت عبارت لکھی گئی اور اُس کا مقصد غالی شیعوں کی تردید کرنا تھا جن کے
بُرے اوصاف ظاہر ہیں اور اس کا اقتضاء حُسنِ ظن ہے تو کچھ حرج نہیں بصورت
دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ بطور خاص اس آیت کو منسوب کرنا درست نہیں
بیشک اس سے پہلے بیان ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت
ابُوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کی ایک جماعت جن میں قتادہؒ اور
مجاہدؒ، اور اس میں امام شافعیؒ نے کہا جب تیرے پاس تیرے حسب حال مجاہدؒ
سے تفسیر آئے اور تو اُس کی عبارت میں غور وفکر کرے گا تو تجھ پر ظاہر ہو جائیگا
کہ وُہ اُن لوگوں پر شدید ناراض ہیں جو آلِ عبا اور ازواج مطہرات کو اس آیت میں
شامل کرتے ہیں، اور جیسا کہ تجھے اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے، کہ اہلسنت والجماعت
کے جمہور مفسرین کا مذہب ہے، اور بیشک ظاہر ہے کہ اس آیت میں فریقین
کی شمولیت کے لیے ذہن فاطر ملّت پیدا کرتے ہیں، اور وُہ میں نے اس آیت
کے سابقہ اور لاحقہ میں دیکھی ہے۔"

(قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا)
الي قوله (وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ) .

میں نے اس آیت میں مذکورہ عورتوں کے لیئے بائیس مقامات پر جمع کی
ضمیر پائی بیس مقامات پر اس سے پہلے اور دو مقامات پر بعد میں، اور سوائے
عنکم ویطہرکم کے کہیں بھی ضمیر جمع مذکر نہیں آئی، پس اگر اس سے مراد بطور
خاص حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں تو ان
دو ضمیروں کی اتباع پہلی اور آخری بائیس ضمیروں کے واسطے تھی، کیونکہ یہ کلام
ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، پس ان دونوں آیتوں کا اختلاف نہیں ملے

گا سوائے ان دونوں کی اُس مراد کے اختلاف کے جو ان دونوں سے پہلے اور ان دونوں کے بعد ہے۔ اور وضیح تر بات یہ ہے کہ اس آیت میں ازواج مطہرات کے ساتھ آلِ عبا داخل ہیں،

نص میں تاویل قبول نہیں

لفظ اہل کا مذکر ہونا! تو جواز ضمیر مذکر کی غایت اس اعتبار کے ساتھ ہے جیسا کہ اُس کی تانیث کے لیے معنی کے اعتبار سے جائز ہے اور جب معنی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ تو یہ دو ضمیریں دونوں طرف سے عورتوں کے ضمائر کو محیط ہیں"

دونوں میں تذکیر کے واسطے، تانیث سے اعتدال نہیں پیدا ہو سکتا۔ سوائے حکم آخر کے اور وُہ یہ ہے کہ اس خطاب میں آلِ عبا داخل ہیں اور بالمعنیٰ اھل میں شامل ہیں اور اس پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص ہے اور نص میں تاویل قبول نہیں کی جائیگی"

آپ کا ارشاد ہے

« اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا » .

پس حکیم ترمذیؒ نے اپنی سابقہ عبارت کے آخر پر کہا کہ اس تسلسلِ حدیث کے مطابق اس آیت کریمہ میں آلِ عبا کا داخل ہونا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس دعا کی وجہ سے ہے جو اُنہوں نے نزولِ آیت کے بعد کی۔ کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ آلِ عبا بھی اُس آیت میں داخل ہو جائیں جس میں آپ کی

ازواج کو خطاب کیا گیا تھا انتہیٰ

جواب اس کا یہ ہے

میں کہتا ہوں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اُن لوگوں کو کس طرح داخل کر سکتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے داخل نہیں فرمایا اور یہ دلیل خاص اس امر پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک اس آیت میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ آلِ عبا مراد ہیں،

حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم طبرانی، ابن مردویہ اور ان سے حافظ سیوطی نے درمنثور میں نقل کیا، کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر میں اپنے مقام پر تشریف فرما تھے اور آپ نے خیبری چادر اوڑھی ہوئی تھی پس سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ایک مرتبان لائیں جس میں خزیرہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« أدعِي زوجَكِ وَابنَيكِ حَسَنًا وَحُسَينًا فَدعَتهُم فَبَينَمَا هُمْ يَأكُلونَ إذ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ـ إنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا ـ فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِفَضلَةِ فَغَشَّاهُم إيَّاهَا ، ثُمَّ أَخرَجَ يَدَهُ مِنَ الكِسَاءِ وَأَلوَى بِهَا إلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هؤُلاءِ أَهلُ بَيتِي وَحَامَّتِي » .

یعنی اپنے شوہر اور اپنے بیٹے حسن وحسین کو بلاؤ پس جناب فاطمہؓ اُن کو بُلا لائیں اور سب لوگ آپس میں مل کر خزیرہ تناول فرمانے لگے۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ "بیشک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہلبیت تم سے رجس کو دور کر دے اور تمہیں خوب اچھی طرح پاکیزہ کر دے"۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو چادر میں ڈھانپ لیا پھر اپنا دست اقدس باہر نکالا اور آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا الٰہی! یہ میرے اہلبیت اور قریبی ہیں، اور ایک روایت میں ہے

: « وَخَاصَّتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا قالها ثَلَاثَ مَرَّاتٍ . قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي فِي السِّتْرِ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ وَأَنَا مَعَكُمْ ؟ فَقَالَ : إِنَّكِ إِلَى خَيْرٍ مَرَّتَيْنِ » .

یعنی یہ میرے خاص ہیں پس تو ان سے رجس کو دور کر دے اور انہیں خوب اچھی طرح پاکیزہ فرما دے اور یہ بات آپ نے تین مرتبہ کہی"

حضرت اُمّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں! میں نے اپنا سر کپڑے کے اندر کر کے کہا، یارسول اللہ! میں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟ آپ نے دو مرتبہ فرمایا تو بھلائی پر ہے۔

پس تُو اس صریح روایت کو دیکھ کہ اس آیت میں آلِ عبا کو مخصوص فرمایا گیا

ہے، حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت میں امام بغوی نے معالم التنزیل میں لفظ ہاں کا ذکر کیا ہے،

« فقُلتُ أَلستُ مِنهُم یارَسُولَ اللہِ؟ قالَ بَلی » .

وذکر المقریزی روایة عنہا : « قُلتُ وَأَنا مِنهُم؟ قالَ نعَم » .

یعنی میں نے کہا، یارسُول اللہ! میں بھی ان میں سے ہوں، تو آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں مقریزی نے اس طرح بیان کیا ہے،

میں نے کہا! میں بھی ان میں سے ہوں؟ تو آپ نے فرمایا، ہاں

یہ دونوں روایتیں آیت کریمہ کے سابقوں لاحقوں سمیت اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات اس کی مراد میں داخل ہیں، اور اُسی وقت فریقین کو شامل ہوگئی تھی، جیساکہ جمہور مفسرین کا مذہب ہے پس اس آیت میں اہل بیت کو مراد لینے کے بارے میں خلاصہ یہ ہے۔

اوّل۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ بے شک یہ دونوں فریقوں کو شامل ہے اور وہ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

دوم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حضرت ابوسعید خدریؓ اور تابعین کرام جن میں مجاہد اور قتادہ ہیں کا قول یہ ہے کہ یہ خاص طور پر آل عبا کے سے لیے ہے۔

سوم۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حضرت ابن عباس اور تابعین میں سے حضرت عکرمہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔

چہارم، ابن حجر نے ثعلبی کی روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ اہل بیت بنو ہاشم ہیں اور بیت سے مراد بیت نسب ہے، پس اس آیت میں حضرت عباس آپ کے دوسرے چچا اور چچوں کے بیٹے شامل ہیں خازن میں کہا گیا کہ یہ حضرت زید بن ارقم

کا قول ہے،

خطیب شربینی نے بقاعی کا قول نقل کرتے ہوئے کہا کہ وہ سب سے بہتر اس امر کو کہتے ہیں کہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھنے والے تمام مردوں، عورتوں، ازواج، کنیزوں اور قریبیوں کو مستلزم ہے۔

اور جو شخص بھی ان میں سے حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خصوصیت رکھنے والا اور زیادہ قریب ہے وہ اس امر کا زیادہ حقدار ہوگا اب جب کہ اس آیت کریمہ کے بارے میں ہم بہت کچھ نقل کر چکے ہیں۔ تو اس کلام میں مزید گفتگو کی ضرورت نہیں۔ اس لیے اب صرف دو حدیثوں پر گفتگو کی جائیگی

فصل

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس ارشاد کے بارے میں!

« إِنِّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِی!

یعنی میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی عترت
امام مسلم نے اپنی صحیح میں یزید بن حیان سے روایت بیان کی کہا میں حصین
بن سبرہ اور عمر بن مسلم کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس
گیا، جب ہم اُن کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے اُنہیں کہا اے زید آپ نے
خیر کثیر دیکھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپ کی حدیث سُنی،
آپ کے ساتھ غزوات میں حصّہ لیا اور آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی بے شک یہ
آپ کو خیر کثیر عطا ہوئی ہے، اے زید آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے جو سُنا ہے ہم سے بیان کریں، حضرت زید نے فرمایا!

« قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا خَطِيبًا
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ : أَمَّا بَعْدُ ،
أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ
رَبِّي فَأُجِيبَهُ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ : أَوَّلُهُمَا كِتَابُ
اللّٰهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ
وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ » . .

« وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي
أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي »

یعنی، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور وعظ وتذکیر کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو! میں ایک بشر ہوں ہو سکتا ہے میرے پاس میرے پروردگار کا قاصد آئے اور میں اسے لبیک کہوں»

اور میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں نور وہدایت ہے پس کتاب اللہ کو پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھام لو، آپ نے کتاب اللہ کے بارے میں تاکید کرنے اور اس میں رغبت دلانے کے بعد فرمایا اور میری اہلبیت کا دامن تھام کر رکھنا میں تمہیں اہلبیت کے بارے میں خدا سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اہلبیت کے بارے میں خدا سے ڈراتا ہوں

حصین نے کہا! اے زید آپ کے اہلبیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات اہل بیت سے نہیں؟

حضرت زیدؓ نے فرمایا! آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اہلبیت ہیں لیکن اصل میں اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

پوچھا! وہ کون ہیں؟

حضرت زیدؓ نے فرمایا! آلِ علی، آلِ عقیلؓ، آلِ جعفرؓ اور آلِ عباسؓ۔

پُوچھا! کیا اِن سب پر صدقہ حرام ہے؟

حضرت زیدؓ نے فرمایا! ہاں

مسلم کی دوسری روایت میں مزید یہ ہے! ہم نے پُوچھا آپ کی ازواجِ مطہرات اہلبیت سے ہیں؟

حضرت زیدؓ نے کہا! خُدا کی قسم نہیں! بیوی ایک زمانہ تک اپنے شوہر کے گھر رہتی ہے پھر جب اُس کا شوہر اُسے طلاق دے دے تو وُہ اپنے باپ اور قبیلے کے پاس چلی جاتی ہے، اِس لئے اہلبیت آپ کے اصل اور عصبہ ہیں اور یہ وُہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے،

بظاہر تناقض ہے

امام نووی اِس کی شرح میں لکھتے ہیں ان دونوں روایات میں بظاہر تناقض پایا جاتا ہے اور مُسلم کے علاوہ دوسری روایات میں آیا ہے حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا! ازواجِ مطہرات اہل بیت میں سے نہیں، چنانچہ پہلی روایت کی یہ تاویل ہوگی کہ حضُور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مُطہرات اُن اہلبیت میں سے ہیں جو آپ کے ساتھ سُکونت پذیر تھے اور اُن کا نان نفقہ آپ کے ذِمہ تھا، چنانچہ جن لوگوں کے اکرام و احترام کا حکم دیا گیا اور اُن کا نام ثقل رکھتے ہوئے اُن کے حقوق کے بارے میں تذکیر کی گئی اُن میں آپؐ کی ازواج مطہرات داخل ہیں اُن لوگوں میں داخل نہیں جن پر صدقہ حرام ہے لہٰذا دونوں روایتوں میں موافقت ہو گئی،

ثقل کیا ہے؟

اِس بارے میں عُلماء نے کہا! دونوں کو ثقلین کہا گیا اور دونوں ہی عظیم الشان

اور عظمت والے ہیں"

نہایہ ابن اثیر میں ہے ثقل ہر عظیم و نفیس چیز کو کہتے ہیں پس آپ نے ان دونوں کو ان کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے ثقلین کا نام دیا ہے"

قاموس میں ہے ثقل ہر محفوظ اور نفیس چیز کو کہتے ہیں اور اسی میں سے یہ حدیث میں ہے!

« إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي »

صبان نے اسعاف الراغبین میں کہا! اذکرکم اللہ فی اہلبیتی کا معنی احذرکم اللہ فی شان اہلبیتی ہے یعنی میں تمہیں اپنے اہلبیت کی شان کے بارے میں خدا سے ڈراتا ہوں"

ابن علان نے ریاض الصالحین کی شرح میں کہا! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو مرتبہ اذکرکم اللہ فرمانا تاکید و نصیحت اور اہل بیت کی شان کی طرف توجہ دلانے کے لئے تھا، چنانچہ یہ امر اس واجب مؤکد کے قبیل سے ہوگا جس میں برانگیختہ کرنا مقصود ہو"

اسعاف الراغبین اور امام احمد بن حنبل کی روایت کے یہ الفاظ ہیں

« إِنِّي أُوشِكُ أَنْ أُدْعَى فَأُجِيبَ، وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي، وَإِنَّ اللَّطِيفَ الْخَبِيرَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَانْظُرُوا فِيمَا تَخْلُفُونِي فِيهِمَا ».

یعنی ہوسکتا ہے میں عنقریب بلایا جاؤں اور لبیک کہوں، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک ایک دراز رسی ہے اور میری عترت واہلبیت، بے شک مجھے لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہونگے یہاں تک کہ قیامت کے دن اکٹھے حوض پر آئیں گے، دیکھو میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو،

ارشادِ مصطفٰے، حبلِ ممدود یعنی دراز رسی سے مراد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے یا وہ سب کچھ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت تک ملانے والا ہو، نووی نے یہی مقصد بیان کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

« أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي » .

یعنی آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم نے ان کا دامن تھام کر رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ان میں ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری عترت واہلبیت ،

حکیم ترمذی کا شاخسانہ

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حدیث کے الفاظ عترت واہلبیت کو ائمہ پر منحصر کرتے ہوئے جو طویل گفتگو کی ہے یہاں اُس کو نقل کیا جاتا ہے۔

اُس نے پچاسویں اصل اعتصام بالکتاب وعترت کے بیان میں کہا حضرت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے"

« رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ. وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي »

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج کے دنوں یوم عرفہ میں دیکھا آپ اپنی ناقہ مبارک قصویٰ پر سوار تھے۔

اور میں نے آپ کو خطاب فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم میں کتاب اللہ اور عترت و اہلبیت کو چھوڑ رہا ہوں اگر تم نے ان کا دامن تھام کر رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو آپ نے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا

« أَيُّهَا النَّاسُ: إِنَّهُ قَدْ نَبَّأَنِي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَنَّهُ لَنْ يُعَمَّرَ نَبِيٌّ إِلَّا مِثْلَ نِصْفِ عُمُرِ الَّذِي يَلِيهِ مِنْ قَبْلُ وَإِنِّي أَظُنُّ أَنْ يُوشِكَ أَنْ أُدْعَى فَأُجِيبَ، وَإِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَإِنِّي سَائِلُكُمْ حِينَ تَرِدُونَ عَلَيَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا. الثَّقَلُ

الْأَكْبَرُ، كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالَى سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِ اللّٰهِ، وَطَرَفٌ بِأَيْدِيكُمْ، فَاسْتَمْسِكُوا فَلَا تَضِلُّوا وَلَا تُبَدِّلُوا. وَالثَّقَلُ الْأَصْغَرُ عِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي فَإِنِّي قَدْ نَبَّأَنِي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ.

یعنی اے لوگو، مجھے لطیف وخبیر نے خبر دی ہے ہر نبی کی عمر اُس سے پہلے والے نبی کی عمر سے نصف کے برابر ہوتی ہے، میرا گمان ہے کہ مجھے عنقریب بلایا جائے گا اور میں لبیک کہوں گا اور میں حوض پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا سلوک کیا دیکھو تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟

ثقل اکبر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس کا ایک کنارا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے دوسرا تمہارے ہاتھوں میں اسے مضبوطی سے تھام لو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور نہ ہی اسے تبدیل کرنا ثقل اصغر میری عترت و اہلبیت ہے، بے شک مجھے لطیف وخبیر نے بتایا ہے! یہ دونوں کبھی الگ الگ نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ دونوں حوض پہ وارد ہوں"

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے انہیں بلا کر یہ آیت تلاوت کی۔

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا).

پس آپ کی ذریت اہلبیت ہیں، اور وہ پسندیدہ اور چُنے ہوئے ہیں مگر معصوم نہیں۔ عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے، اور آزمائش دوسروں کے لئے ہے، امتحان اُس سے لیا جاتا ہے جس سے معاملات پوشیدہ ہوں مگر جس کے لئے یہ امور مشاہدہ اور معائنہ بن جائیں اُس سے رنج و محن اُٹھ جاتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان!

«لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ»

«مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا».

یعنی اگر تم ان کا دامن تھام کر رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ آئمہ سادات کے بارے میں ہے اُن کے علاوہ دوسروں کے لئے نہیں، اس لئے کہ نیکی اور بُرائی کو مخلوط کرنے والا پیروی کے قابل نہیں ہوتا جب کہ اہلبیت میں بُرے لوگ بھی ہوں گے اور نیکی بدی کو مخلوط کرنے والے بھی اس لئے کہ وہ شہوات بشریہ سے بری نہیں ہیں اور نہ ہی وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح معصوم ہیں۔ ایسے ہی کتاب اللہ کے منسوخ شدہ احکام کا معاملہ ہے۔ کہ حکم ناسخ نے انہیں منسوخ کر دیا۔ پس جس طرح حکم منسوخ کو ماننا غیر ضروری ہے اسی طرح ان کے بُرے لوگوں کی پیروی نہیں کی جاسکتی۔

ہمیں اہلبیت کے فقہا اور علماء کی پیروی کرنا۔ اُس علم اور فقہ کی بنا پر

ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ نے اِن کے سینوں میں ودیعت کر رکھا ہے، ان کی اتباع اصل و عنصر کی بنا پر نہیں کی جا سکتی اگر اہلبیت کے علاوہ علم اور فقہ کسی دوسرے شخص میں ہوگا تو ہم پر اُس کی پیروی اُسی طرح لازم ہوگی جس طرح علمائے اہلبیت کی اِقتداء ضروری ہے"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

(أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ).

ترجمہ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اُس کی جو تم میں سے اُولی الامر ہے"

پس ہمارے معاملات کا والی وُہ شخص ہو سکتا ہے جو امورِ شریعت کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام کے مطابق جانتا ہو۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن کی اتباع کی طرف جو اشارہ کیا ہے وُہ اس صورت میں ہے جب اُس کا عنصر پاکیزہ ہوگا اور وُہ اُمورِ شرعیہ کو خُوب جانتا ہوگا"

پاکیزہ عنصر محاسنِ اخلاق پیدا کرتا ہے اور محاسنِ اخلاق تزکیۂ قلب تک پہنچاتے ہیں۔ اور جب تزکیۂ قلب ہو جاتا ہے تو نور میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اُس نور سے اُس کا سینہ درخشاں ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وُہ تمام اُمورِ شرعیہ کو اچھی طرح سمجھ لیتا ہے، حکیم ترمذیؒ کی عبارت تمام ہوئی بلفظہٖ

یہ بات ناقابل تسلیم ہے

میں کہتا ہوں حکیم ترمذی کا یہ کہنا کہ یہ امر محض اہلبیت کے آئمہ سادات

کے لئے ہے۔"

قابلِ تسلیم نہیں بلکہ یہ تمام عام وخاص اہلبیت کے لئے ہے خواہ وہ اچھے ہوں یا بُرے امام ہوں یا ماموم کیونکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

«لَنْ یَتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ» ۔

یعنی وُہ کبھی متفرق نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض پر وارد ہوں"

اِس سے ظاہر ہے کہ یہ سب لوگ اپنے اعمال میں کتاب اللہ کے جمیع احکام کی پیروی کریں گے۔ تو اِس صورت میں یہ اعتراض کیسے کیا جاسکتا ہے کہ اُن میں بعض خلط ملط کرنے والے اور بُرے لوگ ہوں گے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان تو اُن کی تکریم وتعظیم پر اُبھارتا ہے، اور اُن کیلئے بشارت ہے کہ وُہ کبھی دینِ اسلام سے الگ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجائیں گے حوض پر وارد ہونے تک اُن کا اللہ کی کتاب سے الگ نہ ہونا اس امر کی واضح بُرہان ہے"

اور اُن کے دینِ اسلام پر ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے خالقِ کائنات کا ارشاد ہے

(اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا) ۔

آلِ رسُول بہرحال طاہر ہے

گذشتہ عبارات سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ رجس تمام گناہوں پر مشتمل

اور ان میں بدترین کفر ہے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت طاہر اور پاکیزہ ہیں، لہٰذا اِن کے دین اور عقائد میں کسی قسم کا خلل اور زیغ وزلل واقع نہیں ہو سکتا۔

اگر تو کہے، یہ دلیل حکیم ترمذی کے نزدیک قابل قبول نہیں کیونکہ وہ اس آیت کریمہ کو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں تو ہم کہیں گے اُنہوں نے اپنی اس رائے کے باوجود یہاں بھی اور پیش ازیں بھی یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ اور جناب حسن وحسین علیہم السلام کو بُلا کر یہ آیت تلاوت فرمائی بلکہ مزید یہ بھی کہا کہ آلِ عبا کی اولاد بھی اس حکم میں شامل ہے اور وہ صفوۃ الخلائق ہیں، اور یہ بھی کہا کہ نزولِ آیت کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خواہش سے اُن کو اس آیت میں داخل کرنے لئے دُعا فرمائی۔

اندریں صورت لازماً حکیم ترمذی کا عقیدہ یہ ہو گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا اُن کے حق میں شرفِ قبولیت کو پہنچ گئی تھی، اگر یہ بات بھی ہو تو بہر حال وہ اس آیت میں داخل ہیں، اگرچہ ترمذی کے نزدیک یہ لوگ نزولِ آیت کے بعد اور بالعرض اس میں داخل ہوئے مگر جمہور کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ پہلے اور بذاتہٖ اس میں داخل ہیں، چنانچہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عترت واہلبیت نہ تو کتاب اللہ سے انحراف کریں اور نہ اس سے الگ ہوں یہاں تک کہ دینِ اسلام پر رہتے ہوئے قرآن کے ساتھ حوض پر وارد ہوں گے، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے

اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اس قدر عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے
امام قرطبی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ کی رضا کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اہلبیت میں
سے کوئی شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا" اور اس امر پر احادیث کثیرہ دلالت
کرتی ہیں"

« إِنَّ فَاطِمَةَ قَدْ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللّٰهُ
وَذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ » . ٢٢

ترجمہ! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک فاطمہ نے
اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کی اولاد پر آگ کو حرام
کر دیا، امام حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے"

روشن دلیل

٢ حضرات عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« سَأَلْتُ رَبِّى أَنْ لَا يُدْخِلَ النَّارَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ
بَيْتِى فَأَعْطَانِيهَا »

یعنی میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کیا کہ میرے اہلبیت میں سے کسی
کو بھی آگ میں نہ ڈالا جائے تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی"

عنقریب دوسرے مقصد میں اس کی مزید تفصیل بیان ہوگی اس مقام پر ایک دلیل پیش کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے مجھ پر ظاہر ہوئی"

« كل سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الاَّ سَبَبِي وَنَسَبِي » .

آپ نے فرمایا قیامت کے دن ہر سبب اور ہر نسب منقطع ہو جائے گا مگر میرا سبب اور نسب نہیں منقطع ہوگا، یہ حدیث پاک اہل بیت نبوت کے کفر سے بچے رہنے کو متضمن ہے کیونکہ اگر وہ کفر سے معصوم نہ ہوتے تو آپ کا انہیں مستثنیٰ کرنا درست نہ ہوتا اس لئے کہ سبب و نسب کا سب سے بڑا قاطع کفر ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کا قیامت کے دن متصل رہنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اہلبیت یقیناً کبھی دین سے الگ نہیں ہونگے۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے"

« قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي » .

بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان سے تمسک کرتے رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے" ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت و اہلبیت ہے ان دونوں سے ان کی مناسبت کے مطابق تمسک کیا جائے گا، کتاب اللہ سے

تمسک کرنے کا مطلب اس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا ہے، جب کہ عترت و اہلبیت سے تمسک کرنے کا اقتضاء یہ ہے کہ اُن کے ساتھ محبّت و عنایت سے پیش آیا جائے اُن کا اعزاز و اکرام کیا جائے اور اُن کی عزت و تعظیم کی جائے اور یہ حکم اہل بیت کے تمام اچھے اور بُرے افراد کو شامل ہے"۔

اس وقت حکیم ترمذی نے اپنے فہم کے مطابق حدیث سے ائمہ سادات کی تخصیص کا جو نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی تھی وُہ ساقط ہو گیا، ہمارے اس بیان پر اس سے قبل بیان ہونے والی یہ حدیث بھی شاہد ہے"۔

« وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ »

یعنی میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں اُن میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے اور اُس میں نور ہدایت ہے۔

پس کتاب اللہ کو پکڑو اور اُس سے تمسک کرو۔

ہمیں کتاب اللہ کی طرف رغبت دلانے کے بعد آپ نے فرمایا!

« وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي » .

اور میرے اہلبیت، تو میرے اہلبیت کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ میرے

اہلبیت کے معاملہ میں خدا سے ڈرو"

آپ دیکھیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصول ہدایت کے لئے قرآن مجید سے تمسک کرنے کا حکم فرماتے ہوئے اس کی یہ حکمت بیان کی کہ اس میں ہدایت اور نور ہے، اس کے بعد فرمایا!

«أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي».

یعنی میرے اہل بیت کے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور نصیحت کے طور پر تاکیداً دوبار یہ ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، نیز یہ کہ آپ نے اہلبیت کا ذکر کرتے ہوئے کسی فردِ واحد کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ یہ حکم اہلبیت کے ہر فرد کو شامل ہے"

اس کے ساتھ ہی آپ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر نظر کریں کہ جب حضرت حصینؓ نے اُن سے پوچھا! اہل بیت کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا جن پر صدقہ لینا حرام ہے یہ حدیث ہمارے مقصد پر صریح نص ہے ہم کہتے ہیں! حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے جسے حکیم ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے

«وَإِنِّي سَائِلُكُمْ حِينَ تَرِدُونَ عَلَيَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا؟ الثِّقْلُ الْأَكْبَرُ كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالَى سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفٌ بِأَيْدِيكُمْ

فَاسْتَمْسِكُوا فَلَا تَضِلُّوا وَلَا تُبَدِّلُوا ، وَالثَّقَلُ الْأَصْغَرُ عِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي ، فَإِنِّي قَدْ نَبَّأَنِيَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ » .

اِس روایت میں حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم حوض پر آؤ گے تو میں تم سے اپنی اہلبیت کے بارے میں پوچھوں گا دیکھیں میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کرتے ہو، ثقلِ اکبر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کا ایک سرا خدا تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لو اِس میں تبدیلی نہ کرنا تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ثقلِ اصغر میری عترت و اہل بیت ہے مجھے خدائے خبیر و لطیف نے خبر دی ہے کہ قرآن و اہلبیت دونوں کبھی الگ الگ نہیں ہونگے یہاں تک کہ دونوں اکٹھے ہی حوض پر وارد ہونگے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ تمسک کرنا گمراہ نہیں ہو گے اور تبدیل نہ کرنا اور اِس سے پہلے فرمایا ثقلِ اکبر اللہ کی کتاب ہے اِس کا سرا خدا کے ہاتھ میں اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے تو اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ہدایت پانے اور گمراہی سے بچنے کے لئے ثقلِ اکبر سے تمسک مخصوص ہے اور اس کا سبب یہ بتایا کہ اس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں اور دوسرا تمہارے ہاتھوں میں ہے، ثقلِ اکبر کے متعلق وضاحت کرنے کے بعد آپ نے فرمایا!

« فَاسْتَمْسِكُوا فَلَا تَضِلُّوا » عن قوله : « وَالثَّقَلُ الْأَصْغَرُ عِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي » .

یعنی ثقلِ اصغر میری عترت و اہلبیت ہے تو اگر حصولِ ہدایت کے لئے

آپ کی مُراد دونوں سے ہوئی جیسا کہ حکیم ترمذی نے اپنے گمان سے عترتِ طاہرہ میں کچھ لوگوں کو داخل کر کے دُوسروں کو نکال دیا، تو آپ ثقلِ اصغر کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے اِن کو پکڑو اور اِن سے تمسک کرو"

یعنی اُن کو زکواۃ لینا حرام ہے جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کے ساتھ اُن کی تعظیم وتکریم کرنے کی تاکید فرمائی"

عجیب وغریب

حکیم ترمذی نے اِس سے بھی زیادہ عجیب وغریب بات یہ کی ہے کہ اگر علم وفقاہت اِن کے غیر عنصر میں موجود ہونگے تو ہم پر اُن کی پیروی اُسی طرح لازم ہو گی جس طرح اِن کی اقتداء ضروری ہے اِس کلام کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترتِ پاک اور دُوسرے لوگ مساوی اور برابر ہیں اِس لئے کہ حکیم ترمذی کے نزدیک اِس عنصر یعنی آلِ رسُول کی اپنی کوئی فضیلت نہیں بلکہ مدارِ فضیلت علم وفقہ کو قرار دیا جائے گا جو اہلبیتِ نبوت کے علاوہ دُوسرے لوگوں میں بھی موجود ہے لہٰذا اِس حدیث میں عترت واہلبیت سے مراد عُلماء وفقہاءِ اُمت ہونگے۔

مگر کیا اس حدیث میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی مُراد تھی؟ خدا کی قسم نہیں آپ نے اپنے اقرباء وعترت کے علاوہ کسی دُوسرے کو مراد نہیں لیا، خواہ وُہ عالم ہوں یا نہ ہوں اتقیاء ہوں یا غیر اتقیاء تمام عترت اِس میں شامل ہے۔

فقہائے اسلام اور عُلمائے اعلام یقیناً رہبرانِ اُمت اور اندھیروں کے

چراغ نہیں مگر یہ دوسری بات ہے اور یہ سب اس حدیث کے مطابق اُن لوگوں میں شامل ہیں جنہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت پاک کا احترام و اکرام کرنے کا خطاب حکام کیا گیا ہے بلکہ ان حضرات کو دوسرے تمام لوگوں کی نسبت اہلبیت کرام کا زیادہ اکرام و احترام کرنا چاہیئے"

انتباہ

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ثقلوں کتاب اللہ اور عترت و اہلبیت کے بارے جس خطبہ میں یہ وصیت فرمائی تھی وہ خطبہ آپ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر بڑے بڑے لوگوں کی موجودگی میں ارشاد فرمایا تھا، اس حج مبارک کی ادائیگی کے لئے آپ کے ساتھ مدینہ منورہ سے ایک لاکھ آدمی آئے تھے جبکہ اہل یمن اور اہل مکہ ان کے علاوہ تھے یہ لوگ اس وقت امت محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم افراد پر مشتمل تھے ان میں جلیل القدر صحابہ بھی تھے اور علماء فقہا بھی جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ یقیناً ان حضرات میں اہلبیت کے بعض افراد سے زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ کثرت کے ساتھ موجود تھے تو کیا ان میں سے کسی نے یہ جانا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خطبہ میں اہلبیت اور دوسرے لوگوں کو علمائے کرام کی تعظیم کا حکم دے رہے ہیں! اور آپ کی عترت و اہل بیت ابوبکر و عمر، زید بن ثابت، ابی، معاذ، عبداللہ بن سلام اور ان کی مثل علمائے مہاجرین و انصار و غیرھم ہیں؛ یا انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ آپ ان سب کو اور دوسرے علماء و صحابہ اور اپنی تمام امت کو اپنے اقرباء سے حسن سلوک کرنے اور اُن کے حقوق کی رعایت کرنے کا حکم فرمایا تھا؛ حق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عترت اہلبیت کی تعظیم کرنے کا حکم تمام دوسرے لوگوں کو فرمایا تھا اور یہ حدیث

اہلبیت کے علاوہ دوسرے لوگوں کو شامل نہیں، نہ تو عترت و اہلبیت کا ان کے سوا کوئی اور معنیٰ ہے، اور نہ ہی کوئی شخص اس کے سوا کوئی اور معنیٰ مراد لے سکتا ہے،

آخری اعتراض کا جواب

حکیم ترمذی کے دعویٰ کا ایک یہ سوال باقی ہے کہ اس حدیث میں عترت و اہلبیت سے مراد ائمہ اہلبیت ہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنکے اعمال و فقاہت کے باعث ہم پر اُن کی اقتداء لازم ہے اور ایسے ہی ہم پر ان کے علاوہ اُن لوگوں کی اقتداء واجب ہو گی جس طرح ان کی ہے،

حکیم ترمذی کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک وجہ فضیلت علم ہے عنصر نہیں جبکہ بوجہ فقدان شرائط سلسلۂ اجتہاد ایک عرصہ سے منقطع ہو چکا ہے اور مشارق و مغارب کے تمام اہلسنت مسائل فقہ میں ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی ایک کی اور عقائد میں امام اشعری یا امام ماتریدی کی تقلید کرتے ہیں،

اگرچہ قرونِ اولیٰ میں اور بھی اصحاب مذاہب ائمہ مجتہدین اہلسنت کثیر تعداد میں ہو چکے ہیں مگر اُن کے مذاہب کی تدوین و تشہیر نہ ہو سکی اس لئے اُن کے پیروکاروں کے خاتمے سے اُن کے مذاہب بھی ختم ہو گئے، تاہم بعض گمراہ فرقے اُن کے ساتھ مذاہب اہلسنت کے خلاف جو باتیں منسوب کرتے ہیں وہ اُن پر بہتان اور جھوٹ ہے ایسی صورت میں تو ان لوگوں کا ان احادیث میں کچھ حصہ نہیں رہے گا جب کہ وہ ان کے مورد و مصداق ہیں انہیں ایک جملے سے باہر نکال پھینکنا ظاہر بطلان ہے،

اگر تو کہے! حکیم ترمذی کی مراد محض مجتہدین ہی نہیں علمائے اُمت ہیں اور وہ ہر دور میں کثیر تعداد میں ہوتے ہیں؟

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے جن اوصاف کا ترمذی نے ذکر کیا ہے

وُہ یہ ہیں کہ وُہ لوگ اپنے علم و فقاہت کی بنا پر دوسرے لوگوں کے امام اور پیشوا ہوں جبکہ یہ امر مجتہدین پر ہی صادق آسکتا ہے اور یہی لوگ اس کے حق دار ہیں کہ ان کی اقتداکی جائے، علاوہ ازیں جو لوگ آخری ادوار میں پائے جاتے ہیں وُہ سب کے سب مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہیں اندریں صورت وُہ دوسروں کے مقتدا کیسے ہو سکتے ہیں"

ترمذی کا یہ قول کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی جو اس میں ظاہر ہے کیونکہ جب عنصر پاکیزہ ہوگا تو جس مسئلہ کی ضرورت ہوگی اُسے اچھی طرح سمجھ لے گا الخ؛

اگرچہ یہ کلام نفیس ہے مگر اس سے اس امر پر دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کہ رسُول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت سے مراد علمائے اُمت ہیں کیونکہ صراحت کے ساتھ آپ کے لئے یہ فرمانا غیر ممکن نہ تھا کہ میں تم میں دو ثقل قرآن مجید اور علمائے اُمت چھوڑ رہا ہوں تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیتے بالخصوص ایسے اجتماع عظیم میں جو فہیم وغیر فہیم دونوں قسم کے افراد پر مشتمل تھا۔

استطراد و استدراک

جب ہم بعض ادوار سابقہ کے علمائے اُمت کے احوال پر نظر ڈالتے ہیں تو ان میں سے کثیر تعداد اُن حضرات کی نظر آتی ہے جو غلام اور عجمی تھے اس کے برعکس قریش اور عرب علماء کی تعداد بہت کم ہے خدا جانے اس میں یہ حکمت ہو کہ جب اول الذکر حضرات نے مؤخر الذکر حضرات کو حسب ونسب اور بزرگی کے اعتبار سے خود پر مقدم پایا تو انہیں اُن سے الحاق کی خواہش پیدا ہوئی اور سوائے علم کے اُنہیں کوئی ایسا طریقہ نظر نہ آیا جس سے وُہ اُن کے برابر آجائیں لہذا اُنہوں نے

حصول علم میں جدو جہد کی اور اپنا مقصد حاصل کر لیا اور اپنی غایت کو پہنچ گئے"
علاوہ ازیں ایک یہ بات بھی ہے کہ عرب تحصیل علم کے بعد عہدے سنبھال لیتے
اور پڑھنے پڑھانے کی بجائے عہدوں کی ترقی پر زیادہ توجہ دیتے تھے بعض ادوار
میں اکثر طور پر یہی صورت حال رہی ورنہ آپ کو معلوم ہے کہ ائمہ اربعہ جو اپنے زمانہ
سے لیکر تا قیام قیامت عرب و عجم کی امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے
پیشوا ہیں ان میں سے حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن
حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں عربی ہیں جبکہ صرف ایک امام، حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ عجمی ہیں،

آخری بات

بہر کیف! جو بھی ہو اس امت مرحومہ کا معبود بھی ایک ہے اور نبی بھی ایک
ہے اندریں صورت عرب یا عجم کو جو بھلائی بھی حاصل ہو گی وہ دوسرے مسلمانوں
کو پہنچے گی، دین ایک ہو تو اختلاف نسل سے کچھ حرج واقع نہیں ہوتا،
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے،

«لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ قَوْمٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ» .

اگر علم ثریا پر بھی ہوتا تو ابنائے فارس سے ایک قوم اُسے حاصل کر لیتی،
بعض لوگوں نے اس حدیث پاک کو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پر محمول کیا ہے، امام مناوی کہتے ہیں اس میں اہل فارس کی فضیلت اور اُن کی
عالی ہمتی پائی جاتی ہے،

معجم البلدان میں ہے! عرب پورے مشرق کو فارس کے نام سے موسوم کرتے ہیں اِس حدیث میں فارس سے مُراد اہلِ خراسان ہیں، اگر فارس میں اِس کا مصداق تلاش کریں گے تو آپ کو اول وآخر میں کوئی نہیں مل سکے گا، یہ وصف اہلِ خراسان میں پایا جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ رضا و رغبت سے اسلام لائے اور ان میں علماء نبلاء اور محدثین و عبادت گذار پیدا ہوئے، جب آپ تمام شہروں کے محدثین کرام کو جمع کریں گے تو اِن کی نصف تعداد اہلِ خراسان کی ہوگی، اور اکثر رواۃ رجال انہیں میں سے ہیں جبکہ اہل فارس گمنام کافر تھے اور اُن کا کوئی ذکر و شرف باقی نہیں،
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان!

« لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا » وفی روایة « مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ » .

ترجمہ! اگر ایمان ثریا پر ہوتا اور ایک روایت کے مطابق ثریا سے معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اُسے پا لیتے،

تو یہ حدیث حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محمول کی جاتی ہے جیسا سیدی شیخ اکبرؒ نے فتوحات میں اور دوسرے بہت سے علماء نے بیان کیا ہے،

فصل

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

«أَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي» .

یعنی میرے اہلبیت میری اُمت کے لئے امان ہیں"
حکیم ترمذی نے اِس حدیث کی شرح میں کہا ہے اہل بیت وُہ ہیں جو
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے طریقے پر ہیں اور وہ صدیقین
اور ابدال ہیں اِن لوگوں کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت
ہے آپ نے فرمایا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا"

«إِنَّ الْأَبْدَالَ يَكُونُونَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ مِنْهُمْ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا، بِهِمْ يُسْقَى الْغَيْثُ، وَيُنْصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ بِهِمُ الْبَلَاءُ» .

ابدال شام میں ہونگے اور اُن کی تعداد چالیس ہوگی جب اُن میں سے ایک
شخص کا انتقال ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ دُوسرے شخص کو مقرر فرما دے
گا اور اُن کے وسیلہ سے بارش برسائے گا دشمنوں پر نصرت عطا کرے گا اور اُن کی

وجہ سے اہل زمین سے بلائیں دور کرے گا۔

تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور اس اُمت کے لئے امان ہیں جب یہ فوت ہو جائیں گے تو زمین میں فساد برپا ہونگے اور دنیا خراب ہو جائے گی، اور اس حدیث کو چند وجوہ کی بنا پر آپکے اہلبیت نسبی پر محمول نہیں کیا جاسکتا، حدیث میں آیا ہے۔

« فَإِذَا ذَهَبَ أَهلُ بَيْتِي أَتى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ »

ترجمہ: جب میرے اہلبیت چلے جائیں گے تو میری اُمت پر وعدہ کئے گئے عذاب نازل ہونگے۔

تو یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے اہل بیت سب کے سب ختم ہو جائیں اور اُن میں سے ایک بھی باقی نہ رہے جب کہ وہ بے شمار اور کثیر تعداد میں ہیں اُن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی دائمی برکت ورحمت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

« كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ اِلاَّ سَبَبِي وَنَسَبِي »

تمام سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے مگر میرا سبب اور نسب منقطع نہیں ہوگا۔

دوسری وجہ

۔ آپ کے نسبی اہلبیت بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب تو یہ اس اُمت کے لئے امان نہیں رہے یہاں تک کہ یہ جائیں تو دنیا چلی جائے۔

تیسری دلیل بے دلیل

اہلبیت میں اُسی طرح فساد پایا جاتا ہے جس طرح دُوسرے لوگوں میں ان میں اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی تو یہ کیسے اہل زمین کے لئے امان ہیں، معلوم ہُوا اہلبیت سے وُہ لوگ مراد ہیں جن سے دُنیا قائم رہے گی جو دُنیا کے سُتون اور ہر زمانہ میں ہدایت کی دلیل ہیں جب یہ فنا ہو جائیں گے زمین کی حُرمت باقی نہیں گی اور بلائیں عام ہو جائینگی"

اگر مُعترض کہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حُرمت اور قربت کے باعث وُہ اہل زمین کے لئے امان بنے ہیں ؟

تو بعض نے کہا بے شک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حُرمت عظیم و جلیل ہے اور زمین میں آپؐ کی ذُریّت سے بڑی حُرمت اللہ کی کتاب ہے مگر اِس کا اِس حدیث میں کچھ ذکر نہیں، پھر اہل تقویٰ کے لئے حُرمت ہے کیونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمتِ حُرمت فضلِ نبوت اور اکرام خُداوندی کی وجہ سے ہے اور اس پر حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث دلیل ہے"

« دَخَلَ رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم عَلَى فَاطِمَةَ وَعِنْدَهَا صَفِيَّةُ عمةُ رَسولِ اللهِ صلَّى الله عليهِ وَسَلَّمَ ، فقَالَ : يَا بَنِي عَبْدِمنَافٍ يَا بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ يَافَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَاصَفِيَّةُ عمةُ رَسُولِ اللهِ اَشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا ، سَلُونِي مِنْ مَالِي

مَاشِئْتُمْ، وَاعْلَمُوا أَنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُتَّقُونَ وَأَنْ تَكُونُوا أَنْتُمْ مَعَ قَرَابَتِكُمْ فَذٰلِكَ لَا يَأْتِينِي النَّاسُ بِالْأَعْمَالِ وَتَأْتُونِي بِالدُّنْيَا تَحْمِلُونَهَا عَلَى أَعْنَاقِكُمْ فَتَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ هٰكَذَا ثُمَّ تَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ هٰكَذَا أُعْرِضُ بِوَجْهِي عَنْكُمْ فَتَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، فَأَقُولُ أَمَّا النَّسَبُ فَأَعْرِفُ وَأَمَّا الْعَمَلُ فَلَا أَعْرِفُ، نَبَذْتُمُ الْكِتَابَ فَارْجِعُوا إِلَى قَرَابَةِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ».

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی و فاطمہ علیہما السلام کے پاس تشریف لائے اُن کے پاس آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما تھیں، آپ نے فرمایا: اے بنی عبد مناف، اے بنی عبد المطلب، اے فاطمہ بنتِ محمد، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہؓ اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو میں تمہیں اللہ سے نہیں بچا سکتا، مجھ سے میرا مال مانگو اور جس قدر چاہو لے لو، جان لو! قیامت کے دن میرے قریب تر پرہیزگار ہونگے، اگرچہ تم سے میری قرابت ہے مگر یہ نہ ہو کہ دوسرے لوگ اچھے عمل لیکر آئیں اور تم نے اپنی گردنوں پر دُنیا کا بوجھ اُٹھا رکھا ہو اور کہو یا محمدؐ تو میں کہوں یہ کیا ہے؛ تم پھر کہو یا محمدؐ تو میں کہوں یہ کیا ہے اور تم سے منہ پھیر لوں، تم پھر کہو یا محمدؐ میں فلاں بن فلاں ہوں تو میں کہوں میں نسب کو جانتا ہوں مگر تمہارے عمل کو نہیں جانتا تم نے اللہ کی کتاب سے رُخ پھیر لیا تھا اب

اُس قرابت کی طرف جاؤ جو میرے اور تمہارے مابین تھی،

ایک روایت میں ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانیہ طور پر بغیر پوشیدہ رکھنے کے فرمایا!

«أَلَا إِنَّ أَوْلِيَائِي مِنْكُمْ لَيْسُوا بِأَبِي فُلَانٍ، لٰكِنْ أَوْلِيَائِي مِنْكُمْ الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا» اھ.

ترجمہ! خبردار تم میں سے میری دوستی فلاں کے باپ ہونے کے رشتہ سے نہیں بلکہ تم میں سے میرے دوست متّقین ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں، انتہٰی۔

جواب باصواب

حکیم ترمذی کی ان باتوں کے جواب میں ہم کہتے ہیں اصحاب حدیث نے متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

«مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَسَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ، وفي رواية: غَرِقَ، وفي رواية: زُجَّ في النَّارِ»

ترجمہ میرے اہلبیت کی مثال کشتیِ نوح جیسی ہے، جو سوار ہوا نجات پا گیا

جو پیچھے رہا ہلاک ہو گیا ایک روایت میں ہے وُہ غرق ہو گیا،،
ایک روایت ہے وُہ جہنم میں پہنچ گیا،،

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سُنا!

« اجْعَلُوا أَهْلَ بَيْتِي مِنْكُمْ مَكَانَ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَمَكَانَ الْعَيْنَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ »

یعنی میرے اہلبیت کو جسم میں سر کے مقام پر سمجھو اور سر میں انکھوں کے مقام پر سمجھو،

اور سر بغیر آنکھوں کے ہدایت نہیں پاتا، روایت کی حاکم نے اور شرطِ شیخین پر اِس کی تصحیح کی،

« النُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنَ الْغَرَقِ، وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي مِنَ الِاخْتِلَافِ، فَإِذَا خَالَفَتْهَا قَبِيلَةٌ مِنَ الْعَرَبِ اخْتَلَفُوا فَصَارُوا حِزْبَ إِبْلِيسَ »

ستارے اہل زمین کے غرق سے امان ہیں اور میرے اہل بیت اختلافِ امت سے امان ہیں جب عرب کا کوئی قبیلہ ان سے اختلاف کرے گا تو وُہ شیطان کا گروہ بن جائے گا،

اصحابِ حدیث کی ایک جماعت نے اِس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے کہا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے!

« النُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ السَّمَاءِ ، وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي » وفی روایۃ « أَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ ، فَإِذَا هَلَكَ أَهْلُ بَيْتِي جَاءَ أَهْلَ الْأَرْضِ مِنَ الْآيَاتِ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ » .

ستارے اہلِ آسمان کے لئے اور میرے اہلبیت میری اُمت کے لئے امان ہیں، ایک روایت میں ہے میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں جب میرے اہلبیت ہلاک ہو جائیں گے تو اہلِ زمین کی طرف وُہ نشانیاں آئیں گی جن کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے،

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے!

: « إِذَا ذَهَبَ النُّجُومُ ذَهَبَ أَهْلُ السَّمَاءِ وَإِذَا ذَهَبَ أَهْلُ بَيْتِي ذَهَبَ أَهْلُ الْأَرْضِ » .

جب ستارے فنا ہو جائیں گے تو اہلِ آسمان فنا ہو جائیں گے اور جب میرے اہلبیت فنا ہو جائیں گے تو اہلِ زمین فنا ہو جائیں گے،

بہر حال! اِس کا معنیٰ یہی ہے کہ اہلبیتِ رسُول رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وجود مبارک بالعموم زمین پر اہلِ زمین کے لئے امان ہے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کے لئے بالخصوص عذاب سے امان ہے اور یہ امر اہلبیت میں سے محض صالحین کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ شرف و فضیلت عُنصرِ نبوی کے لئے ہے قطع نظر اِس کے کہ اُن کے اوصاف محمُودہ ہیں یا غیر محمُودہ،

علّامہ صبان نے اسعاف الراغبین میں کہا بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد اس طرف اشارہ کرتا ہے!

(وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ).

اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا جبکہ آپؐ ان میں موجود ہیں

آپؐ کے قائم مقام

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت امان میں آپ کے قائم مقام ہیں کیونکہ وہ آپؐ سے ہیں اور آپؐ ان سے ہیں جیسا کہ بعض طرق میں آیا ہے" پس تو اس امر صریح کو دیکھ! اس میں اوصاف کو الگ کرتے ہوئے محض پاکیزہ عنصر مراد ہے اور اس کی مزید صراحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں موجود ہے"

«أَوَّلُ النَّاسِ هَلَاكًا قُرَيْشٌ ، وَأَوَّلُ قُرَيْشٍ هَلَاكًا أَهْلُ بَيْتِي» .

یعنی سب سے پہلے قریش ہلاک ہونگے اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہلبیت ہلاک ہونگے، ایک روایت میں ہلاک کی بجائے فنا اور اہل بیت کی جگہ بنو ہاشم کا لفظ آیا ہے"

شارحین حدیث جن میں مناوئ وغیرہ شامل ہیں بیان کرتے ہیں ان کی ہلاکت قیامت کی نشانیوں سے ہے جو قرب قیامت کی دلیل ہے، جب کہ قیامت شریر لوگوں پر قائم ہو گی اور وہ لوگوں میں نیکو کار ہیں تو یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر

کی طرح ہے اور بہتر تفسیر وہ ہے جو حدیث کی حدیث سے کی جائے جبکہ یہ حدیثیں حکیم ترمذی کے اُس دعوے کا ظاہر طور پر بطلان کرتی ہیں جس میں اُس نے کہا ہے حدیث ثقلین میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت سے مراد اُمت کے ابدال اور صدیق ہیں۔

پہلے شبہے کا جواب

حکیم ترمذی کا یہ قول کہ سب کے سب اہل بیت کس طرح فنا ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ اُن میں سے ایک بھی باقی نہ رہے جبکہ وہ بے شمار اور کثیر تعداد میں ہیں اور اُن پر اللہ تعالیٰ کی دائمی برکت و رحمت ہے!

ہم کہتے ہیں یہ کیسے نہیں ہو سکتا اور اس میں کون سا امر مانع ہے اور کیا حرج واقع ہوتا ہے! جبکہ اس کی وضاحت میں اس سے پہلے دوسری حدیث بیان ہو چکی ہے جس میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے! سب سے پہلے قریش اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہلبیت ہلاک ہونگے۔ اور یہ امر اُن پر جملہ رحمت الٰہیہ سے ہوگا جب کہ قیامت شریر اور بُرے لوگوں پر قائم ہو گی چونکہ یہ نیکوکار اور بہتر لوگ ہونگے اس لئے دوسرے لوگوں سے پہلے ہلاک کر دیئے جائیں گے اور ان کے بعد قریش کو ہلاک کیا جائے گا کیونکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کے بعد آپ کے نزدیک قریش کی قُربت و منزلت ہو گی اور یہ امر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت اور ان کے اکرام کے باعث ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کل سبب و نسب ینقطع الاسببی و نسبی" میں حکیم ترمذی کا یہ کہنا کہ یہ قیامت کے دن سے مشروط ہے درست نہیں جیسا کہ صحیح روایات میں اس صراحت موجود ہے اور انقطاع کا معنیٰ انساب کے ساتھ

عدمِ انتفاع ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

(لَآ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ).

حالانکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنزدیج کی نسبت سے قائم ہونے والے اپنے سبب اور ولادت سے قائم ہونے والے اپنے نسب کو اِس آیت سے مستثنیٰ قرار دے رکھا ہے کیونکہ آپ کا سبب اور نسب نفع کے اعتبار سے نہ دُنیا میں منقطع ہوگا اور نہ آخرت میں اِس کی تائید حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان سے ہوتی ہے"

« ما بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ : إِنَّ رَحِمَ رَسُولِ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم لاَ تَنْفَعُ يَوْمَ الْقِيامَةِ ، بَلَى إِنَّ رَحِمِي مَوْصُولَةٌ فِى الدُّنيا وَالآخِرَةِ ».

یعنی اُن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو کہتے ہیں اللہ کے رسُول کی قرابت قیامت کے دِن نفع نہیں دے گی جبکہ میری قرابت دُنیا و آخرت میں متصّل ہو گی"

دُوسرے شُبے کا جواب

حکیم ترمذیؒ کا یہ قول کہ اہل بیت نبی سے مُراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں مگر وُہ اِس اُمت کے لئے امان ثابت نہیں ہوئے کہ اُن کے فنا ہونے سے دُنیا ختم ہو جائے ؟

اِس شُبے کا جواب اِس طرح ہے کہ اِس اُمت بلکہ تمام اہل زمین کے لئے

ان کا امان ہونا ان معنوں میں ہے کہ ان کا وجود دنیا کی سلامتی کی دلیل ہے، اور ابھی قیامت قریب نہیں آئی جب یہ ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین اُن علامات کو دیکھیں گے جو دنیا کے خاتمے اور قرب قیامت پر دلالت کریں گی چنانچہ جب تک یہ لوگ رہیں گے اہل زمین امان میں رہیں گے،

تیسرے شبے کا جواب

حکیم ترمذی کا یہ قول کہ اہلبیت رسول میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح فساد انیت پائی جاتی ہے اور ان میں اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی تو کس طرح اہل زمین کے لئے امان ہو سکتے ہیں ؟

جواب یہ ہے کہ اُن کا اہل زمین کے لئے امان ہونا کسی عمل اور سابقہ نیکی کے باعث نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاکیزہ عنصر موجود ہے جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ازل سے ہی مخصوص فرما رکھا ہے اور اس کے باعث اُنہیں بے شمار ایسی فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جو ان کے سوا دوسرے لوگوں میں نہیں پائی جاتیں، انہی میں سے یہ فضیلت جلیلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص سے اہل بیت نبوت، معدن رسالت اور مہبط وحی کے لئے مخصوص ہے، نہ تو اس فضیلت میں کوئی دوسرا ان کا شریک ہے اور نہ ہی یہ قیاس میں آسکتی ہے، یہ دونوں جوابات پہلے شبے کے جواب میں ہیں انہیں خوب اچھی طرح سمجھ لو،

یہ سوال فضول ہے

حکیم ترمذی کا یہ کہنا کہ زمین میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت

سے زیادہ حرمت والی اللہ کی کتاب ہے مگر اس کا اس حدیث میں کوئی تذکرہ نہیں؛
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض سرے سے وارد ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ جس حدیث میں اپنی ذریت کا ذکر فرمائیں اُس میں قرآن پاک کا تذکرہ بھی ضرور کریں خواہ وہ آپ کی ذریت سے زیادہ لائق احترام ہو، حدیث ثقلین میں دونوں کا ذکر آنے سے بھی آتا کہ ہر حدیث میں ان کے ساتھ قرآن مجید کا ذکر کیا جائے اور یہ آپ سے کس نے کہا کہ اہلبیت قرآن سے زیادہ حرمت والے یا اس کے برابر ہیں جو یہ اعتراض وارد کیا جاتا، وہ اس فضیلت کی وجہ سے افضل نہیں حالانکہ قیامت قائم ہونے سے پہلے قرآن مجید کو بھی اُٹھالیا جائے گا اور جب تک اُسے نہیں اُٹھایا جائے گا قیامت قائم نہیں ہو گی"

قرآن اُٹھالیا جائے گا

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے قرآن مجید کو اُٹھائے جانے سے پہلے پڑھ لو، لوگوں نے پوچھا اے ابو عبدالرحمٰن قرآن کو تو ہم نے اپنے سینوں اور مصحفوں میں محفوظ کر لیا ہے یہ کیسے اُٹھ جائے گا؟ انہوں نے فرمایا ایک رات اس پر ایسی گذرے گی نہ اس کا ذکر ہو گا نہ پڑھا جائے گا"

واضح بات ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اپنی رائے سے نہیں کی اس لئے کہ اس میں کسی کی ذاتی رائے کا دخل نہیں پس قرآن مجید اہل زمین کے لئے عذاب اور دنیا کے فنا ہونے سے امان ہے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت طاہرہ کی اس سے زیادہ توصیف نہیں کی گئی"

جواب دے چکے ہیں

حکیم ترمذی کا یہ کہنا پھر اہل تقوے کی حرمت ہے؛ اور یہ کہنا کہ اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت دلیل ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور وہاں آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بھی موجود تھیں تو آپ نے فرمایا اے بنی عبد مناف، اے بنی ہاشم الیٰ آخر الحدیث

محب طبری نے اِس بات کا شافی جواب دے رکھا ہے جسے علامہ مناوی نے الکبیر میں اور علامہ صبان نے اسعاف الراغبین میں نقل کیا ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاتہٖ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہ اختیار ہے کہ آپؐ کے اقربا کو نفع پہنچائے بلکہ آپ کی تمام اُمت کو آپ کی شفاعت خاصہ اور عامہ سے نفع پہنچائے"

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک نہیں مگر اُس چیز کے مالک و مختار ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مالک بنایا ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں اِس کی طرف اشارا ہے آپ نے فرمایا تم میری اصل سے ہو اور میں صلہ رحمی کروں گا ایسے ہی اِن الفاظ کا مطلب ہے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے مستغنی نہیں کر سکتا یعنی بنفسہٖ بغیر اکرام خداوندی اور اُس کی شفاعت و مغفرت کے نوازنے کے نفع نہیں پہنچا سکتا، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے گھر والوں کے لئے یہ خطاب اِس لئے تھا کہ آپ اُنہیں خوف دلا کر عمل کی طرف راغب کریں تاکہ وہ دُوسرے لوگوں سے بڑھ چڑھ کر تقویٰ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں"

علامہ صبان کہتے ہیں آپؐ نے یہ بات اُس وقت فرمائی ہو گی جب آپ کو

یہ خبر نہ پہنچی تھی کہ آپ سے آپ کے نسب کو فائدہ پہنچے گا،

علاوہ ازیں حکیم ترمذی کے شاخسانے کی تائید لغتِ عرب سے بھی نہیں ہوتی کیا کوئی شخص اہلبیت کا معنی ابدال لے سکتا ہے؛ خدا کی قسم ہرگز نہیں مخاطبین میں سے کوئی شخص بھی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبی اہلبیت کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے متعلق سوچ بھی سکتا جیسا کہ لغتِ عربیہ جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی زبان ہے اس کی وضاحت کرتی ہے،

ابدال گوارا نہیں کر سکتے

ابدالوں سے جو نفع ہمیں پہنچتا ہے، اُن کی قدر و منزلت اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُنکی قربت یہ ایسے امور ہیں جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں، مگر یہ حضرات اُس حلّۂ کرامت اور خلعتِ فضیلت کو ہرگز ہرگز زیب بدن کرنا گوارا نہیں کریں گے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترتِ پاک کے لئے مخصوص و مختص فرمایا ہے۔

اہلبیت کے خلاف کیوں لکھا

مجھے اس پر یقین ہے کہ حکیم ترمذیؒ اکابر اولیاء میں سے تھے اور مجھے اس میں بھی شک نہیں کہ جو کچھ اُن سے بیان ہوا وہ دو وجہوں پر محمول ہوگا، پہلی وجہ جو زیادہ قرین عقل ہے یہ ہے کہ یہ سب باتیں اُن کی کتاب میں کسی مبغض اہلبیت نے ٹھونس دی ہیں جیسا کہ کثیر علماء و اولیاء کی کتابوں کے ساتھ کیا گیا، جیسا کہ سیدی محی الدین ابن عربی اور عارف محقق سیدی شیخ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ کی کتابیں"

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ ایسے غالی شیعوں میں سکونت پذیر

ہونگے جو اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت میں حد سے بڑھ کر جلیل القدر صحابہؓ بالخصوص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منہ پھیر بیٹھے ہونگے، تو اُن کی تشنیع کے طور پر لکھا گیا جیسا کہ عبارتوں سے ظاہر ہے کہ اُنہیں اہلبیت کی شان میں مجبوراً ایسا لکھنا پڑا ہے کیونکہ وہ اِس کے ساتھ جگہ جگہ اپنے کلام میں اُن کے اوصافِ جمیلہ کا اعتراف اور فضائلِ جلیلہ کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ اِن جیسے عُلماء کی شان ہے۔

مجھے اُمید ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اِس اقدام پر ثبات واجر عطا فرمائے گا اور جُرأتِ قلم پر شرمندہ نہیں کرے گا، اِس لئے کہ میرا ارادہ نیک ہے اور میری گفتگو پر اللہ تعالیٰ وکیل ہے۔

مقصد دوم

اہلبیت کے شرف و فضل اور اُن خصوصیات کے بارے میں جو دُوسروں میں نہیں

جاننا چاہیئے کہ اس کتاب کے اول و آخر میں جو چیز بھی بیان ہوئی وُہ اہلبیتؓ کرام کی اُن خصوصیات پر مبنی ہے جن میں نزاع و دفاع کرنے والا نزاع و دفاع نہیں کر سکتا تاہم بعض خصوصیات نسبت ایسی ہیں جن کے اثرات دُوسروں پر بھی مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ ان کا قطعی جنتی ہونا اور ان پر دوزخ کی آگ حرام ہونا کیونکہ یہ چیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبشرین جنت حضرات عشرہ مبشرہ وغیرہ میں پائی جاتی ہے، ایسے ہی بعض احادیث میں اہلبیت سے بُغض رکھنے والے کو کافر اور منافق کہا گیا ہے تو اسی طرح صحابہ کرام کے ساتھ بغض رکھنے والے کو بھی کافر اور منافق کہا گیا ہے، مگر میں اس مقصد میں اہلبیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وُہ خصوصیتیں بیان کروں گا جو ان کے سوا کسی دُوسرے میں نہیں پائی جاتیں۔

خصائص اہلبیت

اہلبیت کرام پر صدقہ و زکواۃ حرام ہے، امام نووی نے شرح مُسلم میں کہا! نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آل پر صدقہ حرام ہے اور وُہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں" یہ مذہب امام شافعیؒ اور اُن کی اتباع کرنے والوں کا ہے اور بعض مالکیہ نے بھی اس کی موافقت کی ہے، امام ابُو حنیفہؒ اور امام مالکؒ نے کہا یہ بنُو ہاشم کے لئے مخصوص ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بعض علماء نے کہا ہے یہ تمام قریش کے لئے ہے، اصبغ مالکی نے کہا اس سے بنو قصی مراد ہیں جب کہ امام شافعیؒ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

«إِنَّ بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ» ۔

ترجمہ! بیشک بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب ایک ہی چیز ہیں۔

آپ نے ان کے درمیان حصّے تقسیم کئے ہیں، صدقہ تطوع یعنی صدقہ نوافل میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تین قول ہیں ان میں اصح قول صدقہ نوافل حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرام اور آپ کی آل پر حلال ہے،

دوم! آپؐ پر بھی حرام اور آپ کی اولاد پر بھی حرام ہے۔

سوم! آپؐ پر اور آپؐ کی آل دونوں پر حلال ہے،

کیا بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے موالی پر صدقہ وزکوٰۃ حرام ہے! اس میں ہمارے اصحاب یعنی شافعیوں کے دو قول ہیں صحیح تر قول حرام اور دوسرا قول حلال ہے، امام ابو حنیفہ، تمام علمائے کوفہ اور بعض مالکیہ مباح قرار دیتے ہیں؛

امام مالک نے فرمایا اور ابن بطال مالکی نے دعوےٰ کیا جن کے بارے میں اختلاف ہے وہ بنو ہاشم کے موالی ہیں، لیکن دوسروں کے موالی کے لئے یہ بالاجماع مباح ہے مگر یہ درست نہیں بلکہ ہمارے اصحاب یعنی شوافع کے نزدیک بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے موالی پر صدقہ حرام ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان کچھ فرق نہیں واللہ اعلم انتہیٰ۔

اسعاف الراغبین میں علامہ صبّان نے لکھا ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما محض بنی ہاشم کے لئے امام شافعی اور امام احمد بنو ہاشم اور

بنو عبد المطلب دونوں کے لئے صدقہ حرام قرار دیتے ہیں، امام ابو حنیفہ سے مروی ہے! بنو ہاشم کے لئے صدقہ مطلق جائز ہے امام ابو یوسف نے کہا! وہ آپس میں ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں،

صدقہ لوگوں کا میل ہے

اکثر حنفیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کا مذہب ہے کہ ان کے لئے صدقۂ نفل جائز ہے اور یہ امام مالک کی روایت سے ہے، امام مالک سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ ان کے لئے صدقہ فرض کا لینا جائز اور صدقۂ نفل کا لینا جائز نہیں کیونکہ اس میں زیادہ ذلت ہے"

کشف الغمہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی گئی ہے، انہوں نے کہا! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر طور پر فرماتے تھے

« إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ » .

بے شک یہ صدقہ لوگوں کا میل ہے جو محمد اور آل محمد کے لئے حلال نہیں"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک روز حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں سے ایک کھجور منہ میں ڈال تو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

« كُخْ كُخْ ارْمِ بِهَا ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ »

اسے پھینک دو تمہیں معلوم نہیں ہم صدقہ نہیں کھاتے"

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو فرماتے تھے!

« إنَّ لَكُمْ فِى خُمُسِ الْخُمُسِ مَا يَكْفِيكُمْ أَوْ يُغْنِيكُمْ ».

تمہارے لئے خمس الخمس کافی ہے یا فرماتے تمہیں خمس غنی کر دے گا"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اقربا کا حصہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر تقسیم کرتے تھے اور اس میں بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو شریک نہ کرتے اور فرماتے"

« إنَّا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ ».

یعنی بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ایک ہی ہیں"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کے مولیٰ ابو رافع نے عرض کی یارسول اللہ آپ کے فلاں عامل صدقہ نے مجھے بلایا ہے تاکہ میں اس کی معاونت کروں اور وہ صدقہ کے مال سے مجھے اس کا معاوضہ ادا کرے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« إنَّ الصَّدَقَةَ لاَ تَحِلُّ لَنَا ، وَإنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ » اھ.

یعنی ہم پر صدقہ حلال نہیں اور قوم کا مولیٰ قوم سے ہوتا ہے"

علامہ مناوی کہتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صدقہ

لوگوں کا مَیل ہے یعنی لوگوں کا اوناس وا قذار ہے کیونکہ اُن کے مَیل کچیل کی تطہیر کر کے اُن کے مالوں اور جانوں کو پاک کرتا ہے۔"

(خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا)۔

ان کے اموال سے زکواۃ وصُول کر لو تاکہ طہارت اور پاکیز گی حاصل ہو۔ القرآن

صدقہ مَیل کا دھوون ہے اِس لئے اہلبیت رسُول پر حرام ہے خواہ بحثیت عامل ہو یا اس کے علاوہ یہاں تک کہ وُہ ایک دُوسرے کو بھی صدقہ نہیں لے دے سکتے جو شخص اِس میں اِستثنیٰ کرتا ہے وُہ بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کرتا ہے"

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل میں سے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی دُوسرے خلیفہ سے صدقہ کا اُونٹ مانگا اُنہوں نے کہا کیا آپ پسند کریں گے کوئی لحیم وشحیم شخص گرمی کے دِن زیر ناف کو دھوئے اور آپ اُس دھوون کو پی لیں؟

سائل نے غضب ناک ہو کر فرمایا! آپ میرے لئے ایسا کہتے ہیں، اُنہوں نے کہا صدقہ وزکواۃ لوگوں کا مَیل اور دھوون ہے

گناہوں کا دھوون

ولیٔ کبیر سیدی شیخ عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحر المورد میں نقل فرمایا! جب حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زکواۃ صدقات پر عامل مقرر ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا،

اللہ پناہ دے میں تجھے لوگوں کے گناہوں کے دھودن پر عامل بناؤں گا

بعض ائمہ لغت نے کہا وسخ، غائط یعنی پاخانہ اور دوسری نجاست کے معنوں پر مشتمل ہے، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں تک ممکن ہو بُری چیزوں کا ذکر کنایتاً فرماتے۔

ایک اہم مسئلہ

اے بھائی! جاننا چاہیئے وسخ یعنی میل برائی کے زیادہ اور کم ہونے اور صدقہ دینے والے کی کمائی پر منحصر ہے، اگر صدقہ و زکواۃ دینے والا سود خور، دھوکے باز، تاجروں سے ٹیکس لینے والا یا رشوت خور ہے تو اس کے مال کا حکم پاخانے یا قے کی طرح ہے۔

اگر کوئی شخص معاملات میں مخلص ہے مگر ظالموں یا قاضی کے ہاتھ مال فروخت کرتا ہے تو اس کے مال کا حکم پیشاب اور خون کی طرح ہے علیٰ ہذا القیاس سب سے کم درجہ تھوک کی طرح ہے۔ انتھٰی

علامہ طیبی نے کہا! اگر کہا جائے! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے بعض لوگوں کے لئے صدقہ حلال کیوں فرمایا جبکہ کامل ایمان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرنا ہے جو اپنے لئے پسند کرے؟

ہم کہتے ہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کیلئے اضطراری صورت میں صدقہ حلال فرمایا ہے اور متعدد احادیث میں مانگنے سے منع فرمایا ہے، محتاط شخص کو چاہیئے بھیک کے مال کو مردار کی مانند خیال کرے۔ آیت کریمہ

(فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ).

جو مجبور ہے اور ضرورت سے تجاوز کرنے والا نہیں اُس پر کچھ گناہ نہیں"

پھر کبھی نہیں مانگا

طیبی کا یہ قول کہ متعدد احادیث میں مانگنے سے منع کیا گیا ہے تو اُن میں سے ایک حدیث یہ ہے، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حنین کی غنیمت سے سوال کیا تو آپ نے اُنہیں سو اُونٹ عطا فرما دیئے، اُنہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے پھر سو اُونٹ دے دیئے اُنہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے پھر سو اونٹ عطا کرتے ہُوئے فرمایا!

« يَا حَكِيمُ هٰذَا المَالُ خَضِرٌ حُلْوٌ ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى » .

اُے حکیم! یہ مال ٹھنڈا میٹھا ہوتا ہے جس نے سخاوت نفس سے لیا اُس کے لئے اُس مال میں برکت ہے جس نے تنگ کرکے لیا اُس کے لئے اُس میں برکت نہیں اُس کا کھانا ایسا ہے وہ کھاتا ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا اور اُوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے"

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے پہلے عطا کردہ سو اُونٹ

رکھ لئے اور باقی واپس کرتے ہوئے کہا یارسول اللہ! قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آج کے بعد کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا یہاں تک کہ دُنیا سے چلا جاؤں، چنانچہ وُہ اِس پر ہمیشہ عمل پیرا رہے، حضرت ابُوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہیں عطئے بھیجتے تو وُہ انکار کر دیتے۔"

احتیاطِ اولیاء

عارف شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا اُن کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں اور وُہ اسی حالت میں چٹائی بُن رہے تھے ایک شخص نے آکر عرض کی اے میرے سردار مجھ سے یہ درہم لیکر گھر کا خرچ چلائیں اور جب تک آنکھیں ٹھیک نہیں ہوتیں بُننا چھوڑ دیں، آپ نے فرمایا خُدا کی قسم میں دُکھتی آنکھوں سے بُنائی کرتا رہُوں گا مجھے اپنی اس کمائی سے کھانا پسند نہیں تو تیری کمائی کا مال کھانا کیسے پسند کروں گا؟

اُس نے کہا! یا سیّدی آپ کا مال تو دھوکے سے پاک ہے پھر آپ کیوں اپنے ہاتھوں کی کمائی کھانا پسند نہیں کرتے؟

آپ نے فرمایا! درست ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ یہاں دھوکا بازی نہیں ہے لیکن میں اپنی بنائی ہوئی چیز کسی نہ کسی کے ہاتھ تو فروخت کرتا ہُوں، ان میں فقہا، تاجر اور تیلی وغیرہ ہر قسم کے لوگ ہیں، فروخت کرنے والے کے پاس جب کوئی ٹیکس وصُول کرنے والا یا قاضی خریدار آجاتا ہے تو وُہ اُسے بلا تردد مال فروخت کر دیتا ہے اور اُسے واپس کر دینے کی بجائے پیسے لیکر خوش ہو جاتا ہے جب ہم ظالموں اور ٹیکس لینے والوں سے اپنی چیز کی قیمت وصُول کریں گے تو آنکھ اور ہاتھوں کے اتحاد کی وجہ سے اُن کے برابر ہونگے۔"

اُس شخص نے کہا یا سیدی میں تو یہ بات سوچ بھی نہ سکتا تھا اور کہا للہ یا اولیاء اللہ، انتھیٰ"

یہ تقویٰ ہے فتویٰ نہیں

شیخ علی خواص کی یہ باریک بینی دُوسرے لوگوں کو صدقہ لینے سے منع نہیں کر سکتی کیونکہ صدقہ مباح ہے یہاں تک کہ نفلی صدقہ اہلبیت کرام کے لئے بھی جائز ہے بشرطیکہ حرام مال سے نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہُوا تاہم بلا ضرورت صدقہ و زکواۃ لینا ناپسندیدہ امر ہے اگر آپ حضُور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اُوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے پر نظر کریں گے تو اچھی طرح سمجھ جائیں گے۔"

اہلبیت کا گذارا کیسے ہو؟

اگر آپ کہیں کہ حضُور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک پر صدقہ فرض لینا حرام ثابت ہو چُکا ہے اور دُرست مذہب کے مطابق صدقۂ نفل لینا جائز ہے مگر ممکن ہے اِن کے شریف نفوس اِسے پسند نہ کریں اور صرف اِس صورت میں قبول کریں کہ صدقہ دینے والا قبولیتِ صدقہ سے اُن کا ممنونِ احسان ہو گا جب کہ یہ صُورت بہت کم ہے تو اہلبیت کے جن افراد کے پاس مال نہیں وہ اِن حالات میں کیا کریں؟

میں اِس کے جواب میں کہوں گا کیا آپ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا جو آپ نے اہل بیت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تمہارے لئے خمس الخمس کافی ہے، اور خمس الخمس کا بدل جو اِن کا حق مسلمانوں کے بیت المال میں موجود ہے خدا اُسے ہمیشہ بھرا رکھے اِن کے لئے کافی ہے جب کہ مقصد صرف

گذارا چلانا ہے زیادہ اموال اور ان کے درمیان دیوار حائل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا!

« اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتاً » .

الٰہی آل محمدؐ کا رزق قوت کی مقدار میں ہو"

اس کے علاوہ اور احادیث بھی موجود ہیں جن میں یہ معنے پائے جاتے ہیں"
امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، دُنیا کی قلت کی نعمت اس کی کثرت سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ انبیاء واصفیاء کا طریق ہے" اگر دُنیوی مال کی قلت افضل اور کثیر اجر والی نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دُعا نہ فرماتے" الٰہی! آل محمد کو قوت کی مقدار میں رزق عطا فرما، جبکہ قوت کا معنیٰ یہ ہے کہ صبح شام کے کھانے سے زیادہ کوئی چیز موجود نہ ہو، تو یہ وہ چیز ہے جسے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور اپنی اہلبیت کے لئے پسند فرمایا اور اس سے زیادہ کامل ترین چیز کوئی نہیں" انتھٰی

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور اپنی اہلبیت کے ساتھ بُغض رکھنے والے کے لئے اس کے بالعکس دُعا فرمائی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا

« اللّٰهُمَّ ارْزُقْ مَنْ أَبْغَضَنِي وَأَهْلَ بَيْتِي كَثْرَةَ المَالِ وَالعِيَالِ » رواه الديلمی .

الٰہی جو لوگ مجھ سے اور میرے اہلبیت سے بغض رکھتے ہیں ان کے مال اور عیال کو زیادہ کر" رواہ دیلمی"

علامہ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ان لوگوں کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کا مال زیادہ ہونے کی وجہ سے حساب طویل ہو جائے اور اولاد زیادہ ہونے کے باعث ان کے شیطان زیادہ ہو جائیں"

اس دُعا کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کی جانے والی دُعا سے مماثلت نہ دی جائے کیونکہ اُن کیلئے یہ نعمت بہت سے امور مطلوبہ کے حصول کا باعث تھی بر خلاف اُن لوگوں کے جو آپ کی ذاتِ پاک سے اور آپ کے اہل بیت سے بُغض رکھتے ہیں"

ایک اور خصوصیت اشرف اور افضل

اہلبیت کرام علیہم السلام نسباً تمام لوگوں میں اشرف اور حسباً تمام مخلوق سے افضل ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ ، فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمَا قِسْماً ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : (فَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ . وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ) فَأَنَا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَنَا خَيْرُ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ، ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ أَثْلَاثاً فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ ثُلُثاً ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : (فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ . وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ . وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ) فَأَنَا مِنَ

السَّابِقِينَ وَأَنَا خَيْرُ السَّابِقِينَ ، ثُمَّ جَعَلَ الْأَثْلَاثَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهَا قَبِيلَةً ، وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ) فَأَنَا أَتْقَى وَلَدِ آدَمَ وَأَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالَى وَلَا فَخْرَ ، ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهَا بَيْتًا ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : (إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) » .

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں بنائیں اور میرے لئے اُن میں سے بہتر قسم مقرر کی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"

اصحٰب الیمین یعنی دائیں بازو والے، دائیں بازو والے کیسے ہیں، اصحاب شمال یعنی بائیں بازو والے بائیں بازو والے کیسے ہیں ؟

میں اصحاب الیمین دائیں بازو والوں میں سے ہوں اور تمام اصحاب الیمین سے بہتر ہوں"

پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں قسموں سے تین قسمیں بنائیں اور میرے لئے تیسری بہترین قسم مقرر فرمائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"

تو وُہ برکت والے اور وُہ کیسے برکت والے ہیں، اور وُہ نحوست والے کیسے نحوست والے ہیں، اور السابقون کیسے سبقت حاصل کرنے والے ہیں"

پس میں سابقون میں سے ہوں اور ان سب سے بڑھ کر سبقت کرنے والا ہوں اور تمام سابقین سے افضل ہوں" پھر اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسموں کو قبائل میں تقسیم کیا تو میرے لئے ان میں سب سے بہتر قبیلہ مقرر فرمایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے!

"ہم نے تمہارے لئے شعوب و قبائل بنائے تاکہ پہچانے جاسکو خدا کے نزدیک تم میں زیادہ اکرام والا وُہ ہے جو زیادہ تقوٰے والا ہے"

پس میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد میں سب سے زیادہ تقوے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عزت و تکریم والا ہوں اور مجھے فخر نہیں" پھر اللہ تعالیٰ نے گھر بنائے تو میرے لئے سب سے بہتر گھر مقرر فرمایا ارشادِ خداوندی ہے "بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے اُے اہلبیت تم سے رجس کو دُور کر کے تمہیں خوب پاکیزہ فرمادے"

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال صلی اللہ علیہ وسلم :

« إن اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إسماعِيلَ ، وَاصْطَفَى مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ »

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے

کنانہ کو پسند فرمایا اور کنانہ سے قریش کو چُنا، قریش سے بنی ہاشم کو چُنا اور بنی ہاشم سے مجھ کو چُنا۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

«إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِي آدَمَ، ثُمَّ اُخْتَارَ مِنْ بَنِي آدَمَ الْعَرَبَ، ثُمَّ اُخْتَارَ مِنَ الْعَرَبِ مُضَرَ، ثُمَّ اُخْتَارَ مِنْ مُضَرَ قُرَيْشًا، ثُمَّ اُخْتَارَ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، ثُمَّ اُخْتَارَنِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ؛ فَلَمْ أَزَلْ خِيَارًا مِنْ خِيَارٍ».

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق فرمائی تو اُن میں سے بنی آدم کو پسند فرمایا پھر بنی آدم سے عرب کو چُنا پھر عرب سے مُضر کو چُنا پھر مُضر سے قریش کو چُنا پھر قریش سے بنو ہاشم کو چُنا پھر بنو ہاشم سے مجھ کو چُنا تو میں ہمیشہ اچھوں میں سے اچھا رہا ہوں۔"

میں خدا کا انتخاب ہوں

امام احمد بن حنبل اور محاملی وغیرہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی آپ فرماتی ہیں! کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

« قَالَ لِي جِبْرِيلُ: قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ ، وَقَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ بَنِي أَبٍ أَفْضَلَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ » .

یعنی مجھ سے جبریل نے کہا، میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان مارا مگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے افضل کسی کو نہ پایا، میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں پھر کر دیکھا مگر کسی باپ کے بیٹوں کو بنو ہاشم سے افضل نہ پایا"
حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں اس حدیث پاک کے متن پر صحت کے انوار درخشاں ہیں"

دوسری حدیث

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

« أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي فَطُفْتُ شَرْقَ الْأَرْضِ وَغَرْبَهَا وَسَهْلَهَا وَجَبَلَهَا فَلَمْ أَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنَ الْعَرَبِ ، ثُمَّ أَمَرَنِي فَطُفْتُ فِي الْعَرَبِ فَلَمْ أَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنْ مُضَرَ ، ثُمَّ أَمَرَنِي

فَطُفْتُ فی مُضَرَ فَلَمْ أجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنْ كِنَانَةَ ، ثُمَّ أمَرَنِی فَطُفْتُ فِی كِنَانَةَ فَلَمْ أجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنْ قُرَيْشٍ ثُمَّ أمَرَنِی فَطُفْتُ فِی قُرَيْشٍ فَلَمْ أجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنْ بَنِی هَاشِمٍ ، ثُمَّ أمَرَنِی أنْ أخْتَارَ مِنْ أنْفُسِهِمْ فَلَمْ أجِدْ فِيهِمْ نَفْسًا خَيْرًا مِنْ نَفْسِكَ »

یعنی! میرے پاس جبریل نے آکر کہا یا محمد مجھے خدا نے بھیجا تو میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھا پہاڑوں اور میدانوں کا چکر لگایا تو کسی کو عرب سے بہتر نہ پایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے پھر حکم فرمایا تو میں نے عرب میں پھر کر دیکھا مگر کسی کو قبیلہ مضر سے بڑھ کر نہ پایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر حکم دیا تو میں نے قبیلہ مضر میں چکر لگایا تو قبیلہ کنانہ سے بہتر کسی کو نہ پایا،
اللہ رب العزت نے مجھے پھر ارشاد فرمایا تو میں نے کنانہ کا چکر لگایا اور قریش سے بہتر کسی قبیلہ کو نہ پایا، پھر حکم خداوندی ہوا تو میں نے قریش میں گھوم پھر کر دیکھا مگر کسی کو بنو ہاشم سے بہتر نہ پایا، بعد ازاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا میں بنی ہاشم میں سے کسی کا انتخاب کر دوں تو آپ کی ذات سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔

میں کون ہوں

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے جید سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا!

« مَنْ أَنَا ؟ قالوا أنتَ رسولُ الله فقال صلى الله عليه وسلم أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، إِنَّ اللهَ خلقَ الخلْقَ فجعلني فِي خيرِ خلقِهِ وجعلهُمْ فِرْقتينِ فجعلني في خيرِ فِرْقةٍ ، وخلقَ القبائلَ فجعلني في خيرِ قبيلةٍ ، وجعلهُمْ بيُوتًا فجعلني في خيرِهِمْ بيْتًا » . ۹،

وقال صلى اللهُ عليه وسلم : « أوّلُ منْ أشفعُ لهُ يومَ القيامةِ منْ أُمّتي أهلُ بيْتِي ، ثُمَّ الأقربُ فالأقربُ منْ قُريْشٍ ، ثُمَّ الأنصارُ ، ثُمَّ منْ آمنَ بِي واتّبعني منَ اليمنِ ، ثُمَّ سائرُ العربِ ، ثُمَّ الأعاجمُ ، ومنْ أشفعُ لهُ أوّلاً أفضلُ » .

یعنی: میں کون ہوں؟
لوگوں نے کہا! آپ اللہ کے رسول ہیں"
آپ نے فرمایا! میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق فرمایا تو مجھے بہترین مخلوق میں پیدا فرمایا پھر اس کے دو گروہ بنائے

تو میرے لئے بہترین گروہ مقرر کیا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبیلے بنائے تو میرے لئے بہترین قبیلہ مقرر فرمایا پھر اس قبیلے کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر میں پیدا کیا، اور فرمایا! میں قیامت کے دن اپنی اُمت میں سب سے پہلے اپنی اہلبیت کی شفاعت کروں گا اس کے بعد اُن کی شفاعت کروں گا جو قریش سے میرے قریب تر ہیں، پھر انصار کی شفاعت کروں گا، پھر اُن کی شفاعت کروں گا جو مجھ پر ایمان لائے اہل یمن سے جنہوں نے میری اتباع کی، پھر تمام عرب والوں کی شفاعت کروں گا، پھر تمام عجم والوں کی شفاعت کروں گا اور جس کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وُہ سب سے افضل ہوگا،

افضل کا کفو نہیں

امام طبرانی اور امام دارقطنی نے اس حدیث کی مرفوعاً تخریج کی ہے یہ احادیث صحیحہ اور نصوص صریحہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اہلبیت رسول حسب و نسب کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل ہیں اور اس سے یہ مسئلہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ نکاح میں کوئی ان کا کفو نہیں اور اس کی تصریح متعدد ائمہ نے کی ہے"

چنانچہ امام سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مخلوق میں کوئی شخص بھی نکاح کے سلسلہ میں آپ کی آل کا کفو نہیں"

اہلبیت کرام کے خصائص میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے مگر آپ کا سبب اور نسب منقطع نہیں ہو گا جیسا کہ پہلے مقصد میں صحیح حدیث بیان ہو چکی ہے۔

نکاح اُم کلثوم

صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ اُن کے باپ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے اپنے لئے مانگا تو انہوں نے صغر سنی کا عذر پیش کرتے ہوئے کہا میں نے اسے اپنے بھائی جعفر طیار کے بیٹے کیلئے روک رکھا ہے"۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر کہا اے لوگو! خدا کی قسم میں بنت علی کیلئے اس لئے اصرار کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے"۔

"کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ وَصِہْرٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ وَصِہْرِیْ"

یعنی قیامت کے دن تمام سبب و نسب اور دامادی کے رشتے منقطع ہو جائیں گے مگر میرے سبب و نسب اور دامادی کا رشتہ منقطع نہیں ہو گا"۔

بعد ازاں حضرت علی نے بیٹی کا بناؤ سنگھار کروایا اور حضرت عمر کے پاس بھیج دیا، حضرت عمر نے اُنہیں دیکھا تو اُٹھ کر استقبال کیا پھر اُنہیں گود میں بٹھا کر بوسہ دیا اور اُن کے لئے دُعا فرمائی، جب آپ واپس جانے لگیں تو اُن کی پنڈلی پکڑ کر کہا اپنے باپ سے کہنا میں راضی ہوں جب وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچیں تو آپ نے پوچھا انہوں نے کیا کہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے جو کچھ کیا اور کہا تھا[1] حضرت اُم کلثوم نے بیان کر دیا اس پر حضرت علیؓ نے اُن کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا اُن کے بطن سے زید پیدا ہوا جو جوان ہو کر فوت ہو گیا"

نسب کیا ہے

طیبی نے کہا نسب اسے کہتے ہیں جو آباء کی طرف سے ولادت قریبیہ کی طرف لوٹتا ہو جبکہ صہر اُس اختلاط کو کہتے ہیں جو قرابت کے مشابہ ہوتا ہے اور تزویج سے پیدا ہوتا ہے اور سبب بھی تزویج و نکاح سے متعلق ہے"

---

[1] حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہا کے نکاح کے بارے میں دو فرقوں کے درمیان زبردست نزاع موجود ہے، طرفین نے مختلف روایات کی صورت میں دلائل کے انبار لگا رکھے ہیں، حقیقتِ حال کا علم تو حق تعالیٰ جل شانہ، کو ہے مگر جس انداز سے یہ روایت بیان کی گئی ہے ہولناک حد تک ناقابلِ یقین ہے، روایت کا یہ پس منظر اور پیش منظر جو اوپر بیان کیا گیا ہے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی کھُلم کھُلا توہین کے مترادف ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اپنی بیٹی کو اس طرح پسند کروانے کیلئے بھیجنا ہر بیٹی کے باپ کے لئے لمحہ فکریہ ہے، علاوہ ازیں یہ امر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردارِ عظیم اور تقویٰ و پرہیز گاری پر ضرب کاری ہے، واللہ اعلم و رسولہ، مترجم

اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹنے والے انساب کا نفع عظیم معلوم ہو جاتا ہے، اور یہ اُن احادیث کے معارض نہیں جن میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہلبیت کو اچھے اعمال کی طرف رغبت دلائی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور تقویٰ و اطاعت اختیار کریں، "آپؐ کا انہیں یہ فرمانا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے مستغنی نہیں کر سکتا اور میں کسی کے نفع و نقصان کا مالک نہیں، "حقیقی ملکیت کی نفی ہے، "تاہم اللہ تعالیٰ تو آپ کے اقربا کو نفع پہنچانے اور آپ کی شفاعت و مغفرت عطا کرنے پر اختیار رکھتا ہے" بہرکیف اہلبیت کو یہ جو کچھ بھی آپؐ نے فرمایا مقام تخویف یعنی خدا سے ڈرانے کی رعایت سے تھا۔

احتیاط اس لئے ضروری ہے

جاننا چاہیئے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ منسوب ہونے والوں کی شان کے لائق نہیں کہ اِس بیان پر بھروسہ کرتے ہوئے "نیک اعمال ترک کر دیں" کیونکہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ کوئی شخص فی الواقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ہے اور اہلبیت میں سے ہے مگر اس کی تحقیق کہاں سے ہو گی کہ اُس کی نسل سے کسی عورت کے قدم نہیں لڑکھڑائے یا اُس کے آباء میں سے کسی شخص نے بھی غلط طور پر اہلبیت سے انتساب نہیں کیا خواہ بظاہر اس کے خلاف ہو، نیز یہ کہ اکابرین اہلبیت سے ثابت ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے اور اُس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے تھے اور معمولی سی تقصیر پر بہت زیادہ افسوس کرتے اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو اور ہمیں اُن سے نفع پہنچائے۔

لفظ سیّد و شریف

اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ صدرِ اول کی اصطلاح میں لفظِ اشراف کا اطلاق جمیع اہلبیت پر ہوتا تھا بعد ازاں یہ لفظ ان میں سے صرف حَسنیوں اور حُسینیوں کے لئے مخصوص ہو گیا،

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے رسالہ زینبیہ میں فرمایا ہے قرنِ اول میں اہلبیت کے ہر فرد کے لئے شریف کا لفظ استعمال ہوتا تھا اور اس میں سب برابر تھے خواہ حسنی ہوں یا حسینی علوی ہوں یا اولادِ محمد بن حنیفہ، خواہ حضرت علی کے دُوسرے بیٹوں کی اولاد ہو یا جعفری عقیلی ہو یا عباسی"

جب مصر میں فاطمیین کی حکومت قائم ہوئی تو شریف کا لفظ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی اولاد تک محدود ہو گیا اور مصر میں اب تک یہی صُورت ہے"

میں کہتا ہوں، مشرق و مغرب کے تمام بلادِ اسلامیہ میں اِس وقت بھی عام اصطلاح یہی ہے اور عربی زبان میں جب بھی شریف کا لفظ کہا جائے گا اِس سے مُراد حسنی یا حسینی ہے"

سوائے حجاز کے اکثر ملکوں میں حسنیوں اور حسینیوں پر بطورِ خاص لفظِ سیّد استعمال ہوتا ہے اور جب بھی لفظ سیّد کہا جاتا ہے تو اولادِ حسنؓ و حسینؓ کے سوا دُوسرا کوئی دُوسرا مراد نہیں ہوتا جبکہ اہل حجاز حسنیوں اور حسینیوں کے اِمتیاز کے لئے حسنی کے لئے شریف کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور حسینی پر سیّد کا اطلاق کرتے ہیں"

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اشراف کے حق میں وقف و وصیّت

کی جائے گی تو اس میں سوائے حسنین کریمین کی اولاد کے کوئی دوسرا داخل نہیں ہو گا، اس لئے کہ وقف اور وصیت کا مدار شہر کی عرفیت پر رکھا جائے گا جب کہ مصر وغیرہ شہروں میں لفظ شریف کا اطلاق صرف اور صرف جناب حسنین کریمین کی اولاد پر ہی ہوتا ہے"

اور حجاز میں جو عرف رائج ہے وُہ آپ جان چکے ہیں"

سبز عمامہ

سبز عمامے کی تخصیص کی اصل وجہ یہ ہے کہ مصر کے بادشاہ اشرف شعبان بن حسین نے ۷۷۳ھ ہجری میں حسنی حسینی سادات کو دوسرے لوگوں سے ممیز کرنے کے لئے سبز دستار مقرر کر دی تھی مگر بعد میں اسے وسعت دے کر سادات اور غیر سادات سبھی لوگ سبز دستاریں باندھنے لگے، ادیبوں نے اس پر شعر کہے جن میں سے عبداللہ اندلسی نے کہا!

جَعَلوا لِأَبناءِ النَّبِيِّ عَلامَةً
إِنَّ العَلامَةَ شَأنُ مَنْ لم يُشهَرِ
نُورُ النُّبُوَّةِ فِي وَسِيمِ وُجُوهِهِمْ
يُغنِي الشَّرِيفَ عَنِ الطِّرَازِ الأَخضَرِ

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹوں کے لئے نشانیاں قائم کی گئی ہیں،

نشانی تو اُن لوگوں کے لئے ہوتی ہے جو مشہور نہ ہوں

سادات کے چہروں سے نورِ نبوّت چمک رہا ہے،
جو سیّد کو سبز عمامے سے بے نیاز کر دیتا ہے
شمس الدین محمد بن ابراہیم دمشقی نے کہا!

أَطرَافُ تِیجانٍ أَتَت مِنْ سُنْدُسٍ
خضرٍ بِأَعلامٍ عَلَى الأَشرَافِ
وَالأَشرَفُ السُّلطَانُ خَصَّصَهُم بِهَا
شَرَفًا لِيَفرِقَهُم مِنَ الأَطرَافِ

سبز ریشمی دستاریں اشراف کی نشانیاں مقرر کی گئیں،
سادات کرام کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لئے سلطان اشرف نے
یہ تخصیص قائم کی،

سبز رنگ ہی کیوں

سبز رنگ کو شاید اس لئے پسند کیا گیا کہ یہ تمام رنگوں سے افضل ہے یا اس کی پسندیدگی کی وجہ یہ ہو کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رنگ کا حلہ مبارک موقف میں زیب تن فرمایا تھا یا پھر اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ اہلِ بہشت کا لباس سبز رنگ کا ہوگا،

امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: سبز رنگ کا لباس جائز و مباح بدعت ہے لہٰذا اس کے پہننے سے نہ تو کسی شریف یا غیر شریف یعنی سیّد یا غیر سیّد کو منع کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہر دو میں سے کسی کو پہننے پر مجبور کیا جا

سکتا ہے۔"

بہرکیف! سبز رنگ کا لباس پہننے سے شرعاً منع نہیں کیا جا سکتا، انسانوں کا مدار نسب کے ثبوت پر ہے، سبز عمامہ پہننا امر شرعی نہیں کہ مباح و منع کی صورت میں اس کا اتباع کیا جائے۔"

یہ امتیازی نشان

اِس سلسلہ میں صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ سبز عمامہ سادات کرام اور دُوسرے لوگوں میں امتیازی نشان تھا تاہم اِس کی تائید میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْهِنَّ مِن جَلَابِیبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ

اے نبیؐ اپنی ازواج و بنات اور مومنوں کی عورتوں کو فرما دیجئے کہ چادر پہن کر نکلا کریں تاکہ پہچانی نہ جائیں کہ ایذا دی جائے۔"

اِس آیت کریمہ سے بعض علمائے کرام نے استدلال کیا ہے کہ اہل علم کو مخصوص لباس پہننا چاہیئے تاکہ اُن کی پہچان ہو سکے اور اُن کی تکریم کی جائے اور یہ دلیل بہت اچھی ہے۔ واللہ اعلم

علامہ صبان فرماتے ہیں! اِس آیت کی دلیل سے ثابت ہے کہ اشراف کو سبز دستار پہننا مستحب ہے اور یہ امر اِن کی شان کے لائق ہے جب کہ دُوسروں کو اس سے گریز کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے دُوسرے نسب سے

منسوب ہونے کا گمان ہوتا ہے اور کسی شخص کو کسی دوسرے نسب سے نسبت جوڑنا ناجائز ہے اِس سے بچنا چاہیئے، تاہم اِس زمانے میں سادات کے لئے یہ نشانی مخصوص نہیں رہ سکی بلکہ تمام لوگ سبز عمامے باندھتے ہیں اِس لئے اِن کا حُکم بھی اِن کے عماموں جیسا ہے۔

البتہ سبز عماموں کا سادات کرام کے لئے مخصوص ہونا بعض شہروں میں اب بھی ہے اور وہاں کے لوگوں نے انہیں اشراف کے لئے خاص سمجھ رکھا ہے جیسا کہ مصر ہے مگر دُوسرے ممالک قسطنطنیہ وغیرہ میں سبز عمامہ سادات کے لئے مخصوص نہیں بلکہ علماء و طلباء اور دُوسرے سب لوگ سبز عمامے پہنتے ہیں سردیوں میں تمام دستکار اور پھیری والے اکثر طور پر سبز عمامہ پہنتے ہیں تاکہ میل چھپی رہے ایسے ہی سیدؔ کا لفظ بھی وہاں پر شریف کے لئے مخصوص نہیں، مُہریں بنانے والوں کے بازار میں جاکر دیکھیں تو کوئی مُہر ایسی نظر نہیں آئے گی جس پر نام کے ساتھ سیدؔ کا لفظ نہ لکھا ہو جبکہ اِس کے برعکس صحیح النسب سیدؔ یا اہلِ دین و حیا شخص اپنے نام کے ساتھ سید کا لفظ نہیں لکھواتے تاکہ لوگ کہیں اُن کے نسب میں شک نہ کرنے لگیں، اِس لئے کہ سیدؔ کا لفظ سبھی لوگ کثرت سے استعمال کرنے لگے ہیں اسی بنا پر اشرافِ حجاز نے سبز عمامہ پہننا ترک کر دیا ہے کیونکہ امتیاز باقی نہ رہنے پر پیتل سونے میں خلط ملط ہو رہا ہے"۔

سیدؔ القاب کے محتاج نہیں

اشراف کا نسب مضبوط ہے اور یہ لوگ القاب کے محتاج نہیں اور لباس کی بجائے حسب سے پہچانے جاتے ہیں وہ لوگ شدید غلطی پر ہیں جو یا سید کہہ کر پکارنے کو اور رنگوں کو بزرگی کا سبب قرار دیتے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ ایسے

شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنی حد کو پہچانا اور اُس پر ثابت قدم رہا، اپنے مقام کو جانا اور اُس سے تجاوز نہ کیا کیونکہ جھوٹ جھوٹ ہی رہتا ہے اور اہلِ نظر کی نگاہوں سے نہیں چھپ سکتا"

خصوصیّتِ نقابت

اہلبیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان پر ان میں سے ہی نقیب بنائے جاتے ہیں، دراصل ان کے لئے اس نقابت کا اہتمام اس لئے ہے کہ کوئی ایسا شخص ان پر سردار مقرر نہ ہو جو نسبی اعتبار سے ان کا کفو نہ ہو اور نہ ہی بزرگی میں ان کے برابر ہو"

نقیب ایسے خاندان سے چُنا جاتا ہے جو زیادہ بزرگی والا اور صائب الرائے ہو تاکہ اُس میں ریاست وسیاست کی شرائط مجتمع ہوں اور لوگ اُس کی ریاست کی وجہ سے اُس کی اطاعت کریں اور سیاست کی وجہ سے اُن کے اُمور سیدھے رہیں چُنانچہ نقیب یعنی سردار کے لئے یہ بارہ فرائض لازم ہیں"

۱- اُن لوگوں کے انساب کو معلوم کرنا جو سیّد نہیں مگر سادات میں شامل ہو گئے ہیں یا وُہ لوگ جو سادات سے نکل چکے ہیں مگر سادات ہیں"

۲- سادات کرام کے انساب اور خانوادوں کی پہچان رکھنا اور اُن کے نام وغیرہ امتیازی نشان کے ساتھ رجسٹر میں درج کرنا"

۳- سادات کرام کے بچّوں کی ولادت اور فوتیدگی رجسٹر میں درج کرنا"

۴- سادات کرام کو وُہ آداب سکھانا جو اُن کے شرف وکرم کے لائق ہوں تاکہ لوگوں میں اُن کا جاہ وحشم قائم رہے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت محفوظ رہے"

۵۔ سادات کرام کو بُری باتوں اور گھٹیا کاموں سے منع کرنا یہاں تک کہ اُن میں سے ایک شخص بھی ایسی باتوں میں مُلوث نہ پایا جائے"
۶۔ سادات کرام کو ارتکاب گناہ اور حرام کو حلال کرنے سے باز رکھے اس لئے کہ جس دین کے وُہ مددگار ہیں اُس میں غیرت مند رہیں اور جن برائیوں کو انہوں نے مٹایا ہے اُنہیں بُرا سمجھیں تاکہ کوئی شخص ان پر زبانِ طعن و ذم دراز نہ کرے
۷۔ سادات کرام کو لوگوں پر مُسلّط ہونے سے روکے تاکہ وُہ اپنے شرفِ نسب کی بنا پر لوگوں پر ظلم نہ کریں جو دُوری اور بُغض کا باعث ہوتا ہے بلکہ لوگوں کے دِل اپنی طرف مائل کرنے اور تالیفِ قلبی کے طریقے سکھائے تاکہ وُہ اِن کی طرف متوجہ رہیں اور ان کے دِل صاف رہیں"
۸۔ سادات کرام کے حقوق کا تحفظ کرے تاکہ وُہ کمزور نہ ہو جائیں ایسے ہی سادات کرام سے سختی کے ساتھ دُوسروں کے حقوق دِلائے تاکہ اِن سے مُستحقین کے حقُوق پامال نہ ہوں۔ ایسے ہی دونوں اطراف کا خیال رکھے تاکہ لوگ اِن کے ساتھ انصاف کریں اور یہ لوگوں کے ساتھ انصاف کریں۔
۹۔ مُسلمانوں کے بیت المال سے سادات کرام کے حقوق کی نیابت کرے
۱۰۔ سادات گھرانے کی خواتین کو غیر کفُو کے ساتھ مناکحت سے روکے اِس لئے کہ یہ تمام عورتوں سے افضل ہیں لہٰذا اِن کی بقائے نسب اور حرُمت و عظمت کی حفاظت ضروری ہے،
۱۱۔ اِن میں سے جو لوگ مائلِ ہفوات ہوں اُنہیں منع کرے اور اگر اِن میں سے کسی صاحبِ عزت سے لغزش ہو جائے تو اُسے سمجھا بُجھا کر معاف کر دے
۱۲۔ سادات کرام کے بزرگوں کی حفاظت و صیانت اور اِن کے بچوں کی تربیت و پرورش کرے اور شرائط و اوصاف کی بنا پر اُنہیں حصّہ دے،

پانچ امور

ان کے علاوہ نقابتِ عامہ یعنی عام سرداری کے لئے پانچ چیزیں مزید کی گئی ہیں،

اول۔ سادات کرام کے آپس میں ہونے والے تنازعات دُور کرے،

دوم۔ سادات کرام کے یتیموں کی ملکیت کا تحفظ کرے،

سوم۔ ارتکابِ جرائم پر حدودِ شرعی نافذ کرے

چہارم۔ اُن خواتین کے نکاح کا انتظام کرے جن کے ولی نہ ہوں اور اگر ہوں تو اُنہوں نے اُنہیں چھوڑ دیا ہو،

پنجم۔ سادات کرام سے اگر کوئی شخص مجنون یا غیر عاقل ہو تو اُس کے مال کی حفاظت کرے تا وقتیکہ وُہ تندرست اور درست ہو جائے۔ انتھٰی

پہلے اور اب

متذکرہ امور امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احکام سُلطانیہ کا خلاصہ ہیں، ادوارِ سابقہ میں سادات کرام علیہم السلام کے نُقباء اور سردار صرف وُہ لوگ ہوا کرتے تھے جو مندرجہ بالا اوصاف کے حامل ہوں اور اِن ذمے داریوں سے عُہدہ برآ ہو سکتے ہوں۔

اب اِس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وُہ آپ کے سامنے ہے نہ تو کوئی شخص اہلبیت کرام کی بات سُنتا ہے اور نہ ہی ان کی اطاعت کرتا ہے، اور نہ ہی اب یہ کسی کے نقصان و نفع کے مالک ہیں۔

سادات کی بخشش لازمی ہے

اہلبیت کرام علیہم السلام میں سے اگر کوئی شخص گہنگار ہو تو بھی اُس کی تکریم و توقیر کرنا چاہیئے اور یقین رکھنا چاہیئے کہ اُس کا گناہ بخش دیا جائے گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ اُس سے درگذر فرمائے گا اور اُسے موت سے پہلے توبہ نصیب ہو گی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُم تَطْھِیْرًا ؁

بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہلبیت کہ تم سے رجس کو دُور کر دے اور تمہیں خوب اچھی طرح پاکیزہ فرمادے،

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے،

یَا بَنِی عَبدِ المُطَّلِب

اِنِّی سَألتُ اللّٰہَ لَکُم ثَلاثًا : اَن یُثَبِّتَ قَاءِمَکُم ، وَاَن یَھدِیَ ضَالَّکُم وَاَن یُعَلِّمَ جَاھِلَکُم "

آپ نے فرمایا اے نبی عبدالمطلب میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا ہے،

۱۔ تمہیں "دین پر" ثباتِ قدم حاصل ہو،

۲۔ تمہارے راہ کھو دینے والے ہدایت پا جائیں،

۳- تمہارے بے علم عالم ہو جائیں۔
اس سے پہلے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان گذر چکا ہے

یعنی فاطمہؓ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی اولاد پر آگ کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کے علاوہ بھی ایسی احادیث موجود ہیں جو اہلبیت کرام کے قطعی جنتی ہونے اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں یہاں اُن کے اِعادہ کی ضرورت نہیں،

اہل بیت کا اکرام کس لئے؟

اہلبیت کرام کے گہنگار افراد کا اکرام گناہوں کی بِنا پر نہیں بلکہ اُن کے روشن نسب اور پاکیزہ عنصر کی بِنا پر ہے شرفِ نسب اور پاکیزگیٔ عنصر اِن کے غیر صالح افراد میں بھی اُسی طرح ہے جس طرح صالح حضرات میں ہے اور کسی کا گناہ اُسے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیتِ نبوت سے خارج نہیں کر دیتا، چونکہ یہ غیر معصوم انسان ہیں اس لئے گناہ نسب میں خلل انداز نہیں ہوتا، تاہم اس سے اِن کی بلند شان پر داغ لگ جائے گا جو صالحین کے مابین ان کی شان کو کم کر دے گا۔

حکایت ایک سیّد کی

علامہ مقریزی فرماتے ہیں! مجھ سے فاضل بزرگ یعقوب بن یوسف

قریشی مکناسی نے ابو عبداللہ محمد فاسی سے روایت بیان کی انہوں نے کہا! میں سادات مدینۃ الرسول اولادِ حسین علیہ السلام سے بُغض رکھتا تھا کیونکہ وہ اہل سُنت سے تعصب رکھتے تھے، ایک مرتبہ میں دن کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ اقدس کے سامنے مسجد نبوی میں سویا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا نام لیکر آواز دی کہ اے فلاں میں دیکھ رہا ہوں کہ تو میری اولاد سے بُغض رکھتا ہے۔

میں نے عرض کی حاشا للہ یا رسول اللہ! میں اُن سے صرف اس لئے کراہت کرتا ہوں کہ وُہ اہلسنت کے معاملہ میں متعصب ہیں"

آپ نے فرمایا! فقہ کا مسئلہ ہے کہ نافرمانی کرنے والا بیٹا نسب سے خارج نہیں ہوجاتا" ابو عبداللہ کہتے ہیں بعدازاں میں بیدار ہوا تو میرے دل سے اُن کا بُغض زائل ہوچکا تھا چنانچہ اس کے بعد جب بھی سادات کرام کا کوئی فرد مجھ سے ملتا تو میں اُس کے اکرام میں مبالغہ کرتا یعنی بہت زیادہ تعریف کرتا"

اَے شریف یعنی اَے سید زادے! آپ غور فرمائیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلسنت سے تعصب رکھنے والے سید زادے کو نافرمان بیٹا قرار دیتے ہیں، یاد رکھیں! جب عام والدین کی نافرمانی مُطلقاً کبائر میں سے ہے تو اپنے جدامجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

اگر سید گناہ کرے

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ اپنے فتاویٰ کے اختتام پر فرماتے ہیں، اہلِ بیت نبوی اور سر علوی کی طرف نسبت رکھنے والا کبائر، عدم دیانت اور بے احتیاطی کا مرتکب ہوکر بھی اس نسبت سے خارج نہیں ہوتا، اسی بنا پر بعض محققین نے کہا

ہے! زانی، شرابی اور سارق سید پر جب حد قائم کی جاتی ہے تو اُس کی حیثیت اُس امیر یا سُلطان جیسی ہوتی ہے جس کے پاؤں غلاظت میں پڑ جائیں، تو اُس کا کوئی خدمت گذار اُنہیں دھو دے، اور بے شک یہ قرین حق اور یہ بہت ہی اچھی مثال ہے۔
ان کی مثال لوگوں کے قول پر غور کریں! نافرمان بیٹا وراثت سے محروم نہیں ہوتا تاہم اگر العیاذ باللہ اہلبیت سے کفر کا وقوع فرض کر لیا جائے تو یہ اُس نسبت کو قطع کر دے گا جو اُس کے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ہے، حالانکہ میں نے یہ مفروضہ قائم کیا ہے اِس لئے کہ خانوادۂ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والے کسی شخص سے حقیقی کفر واقع نہیں ہو سکتا اور اِس بات پر مجھے یقین ہے اور دُعا ہے کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ اہلبیت کو اِس سے محفوظ رکھے"۔

علاوہ ازیں بعض عُلماء نے اہلبیت کرام سے ارتکاب زنا و لواطت کو مُحال کہا ہے اندریں صُورت کفر کے بارے میں آپ کیا تصوّر کریں گے؟

اگر نسب یقینی نہ ہو

بہر کیف! یہ امر اُن حضرات کے لئے ہے جن کا اہل سادات سے ہونا یقینی طور پر معلوم ہو، اور اگر کسی شخص کا سیّد ہونا مشکوک ہو اور اُس کا نسب شرعاً مان لیا گیا ہو تو ہر شخص پر اُس کی تعظیم واجب ہے، چونکہ سیّد سے گناہ کا وقوع ہو سکتا ہے اِس لئے ضروری ہے کہ اُس کی غیر شرعی عادات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے،

اگر کسی شخص کا نسباً سیّد ہونا شرعاً یا دعویٰ کے طور پر ثابت نہ ہو اور اُس کا کذب بھی ثابت نہ ہو تو اُس کی تکذیب نہ کریں کیونکہ لوگ اپنے انساب کے بارے میں

مامُون ہوتے ہیں تو اُس کے حال کو تسلیم کرنا چاہیئے، کوئی شخص سلامتی پر قادر ہوتے ہُوئے زہر نہیں کھاتا۔"

اب جب کہ کسی نیک آدمی سے منسوب ہونے والوں کی لوگ تعظیم کرتے ہیں تو جو لوگ تمام مخلوقات کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب اور اہلِ شرف و کرامت ہوں اُن کے ساتھ ہمیں کس طرح پیش آنا چاہیئے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اُن کے اور اُن کے آل واصحاب کے مُحبّین کے زُمرہ میں اُٹھائے، آمین، انتھیٰ

مُحبّت کے یہ انداز

یہ انتہائی تحقیقی کلام ہے، تاہم اُن کا یہ کہنا کہ اہلبیت کے کسی فرد سے حقیقی کفر تقریباً وُقُوع پذیر نہیں ہوگا، اِس میں سے تقریباً کا لفظ حذف کر دینا زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس سے پہلے مقصدِ اوّل میں آیتِ تطہیر اور ایسی احادیث بیان ہو چکی ہیں جن سے اہلبیتِ رسُول کا جنت میں جانا ثابت ہے اور قیامت کے دِن اِن کا نسب مُنقطع نہیں ہوگا اِس لئے اِن سے حقیقت الکفر کا وقوع پذیر نہ ہونا یقینی ہے، نیز اُن کا یہ قول کہ اگر کسی کا نسب اُس کے دعوے کے مطابق اور شرعاً نہ بھی ثابت ہو مگر اُس کا کذب بھی ثابت نہ ہو تو اُس کی تکریم کرو۔ تو یہ بہت ہی اچھا کلام ہے جبکہ اِس سے بھی زیادہ اچھی بات سیدی عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کی ہے جو اُنہوں نے اپنی کتاب بحرالمواردمیں درج کی ہے۔

اُنہوں نے کہا ہے! یا اخی تمہیں جاننا چاہیئے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہمارا صحیح النسب سیّد سے زیادہ پسندیدہ اُس سیّد کی تعظیم کرنا ہوگا جس کے نسب کی صحت میں طعن ہے اِس لئے کہ جس شخص کا شرف ثابت ہے

اُس کی تعظیم کرنا بڑا کام نہیں جبکہ اِس کے برعکس ہم محض گمان پر ایسے شخص کی تعظیم کریں جس کا سید ہونا غیر متحقق ہے"۔

ایک خصوصیّت یہ ہے

اہلبیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قیامت کے دِن اِن کا نسب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متصل ہوگا اور یہ اِس کے ساتھ نفع حاصل کریں گے، اِس کے برعکس دُوسرے تمام نسب منقطع ہو جائیں گے اور کوئی نفع نہ دے سکیں گے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے کہ قیامت کے دِن سوائے میرے سبب اور نسب کے تمام نسب کٹ جائیں گے اور حدیث ہے :

"مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُوْلُوْنَ : إِنَّ رَحِمَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم لَا تَنْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَلٰى إِنَّ رَحِمِي مَوْصُوْلَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، وَإِنِّيْ أَيُّهَا النَّاسُ فَرَطٌ لَكُمْ عَلَى الْحَوْضِ

ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو کہتے ہیں قیامت کے روز رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی قرابت نفع نہیں دے گی۔ جب کہ میری قرابت دُنیا اور آخرت میں متصل رہے گی اور اے لوگو! میں حوضِ کوثر پر تمہارا پیشرو ہوں"۔
نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

(لَا أَنسَابَ بَينَهُم يَومَئِذٍ)

یعنی اُس روز انساب کٹ جائیں گے

چنانچہ اس قسم کے فرامین خدا ورسُول سوائے اہلبیت کے دوسروں کے لئے مخصوص ہیں،

امان ہیں زمین میں

اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کا وجود اہلِ زمین کے لئے امان ہے جیسا کہ احادیث میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے،

" النجُومُ أَمَانَ لِأَهلِ السَّمَاءِ ، وَأَهلُ بَيتِي أَمَانَ لِأَهل الأَرضِ وَفِي الأَرض "

" أَمَانَ لِأُمتِي "

اہلِ آسمان کے لئے ستارے اور اہلِ زمین کے لئے زمین میں میرے اہلبیت امان ہیں ایک روایت میں ہے میرے اہلبیت میری اُمت کے لئے امان ہے،

اِس حدیث پاک کی شرح پہلے مقصد میں گذر چکی ہے اور شارحین اس پر متفق ہیں کہ اہلبیت سے مراد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ طاہرہ ہے جب کہ حکیم ترمذی اسکیلے اولاد کی بجائے ابدال مراد لیتے ہیں جس کی ہم تردید کر چکے ہیں اگر چاہیں تو اُس عبارت سے رجُوع کریں،

حکمت یہ ہے

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد کے اِس خصوصی شرف میں حکمت یہ ہے کہ حضورِ رسالتمآب صلی اللہ وآلہ وسلم کی دُوسری صاحبزادیوں کی نسبت آپ اپنی بہنوں پر بہت زیادہ فضیلت رکھتی ہیں

اول: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ زمین سے پہلے آپ کا نکاح آسمان پر کیا"

دوم: آپ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں"

سوم: آپ کا اِسمِ گرامی زہرا ہے اور جنت کی عورتوں یعنی حُوروں کی طرح بغیر کسی بیماری کے آپ حیض سے پاک تھیں، یا یہ کہ آپ کا رنگ ڈھنگ حُوروں جیسا تھا یا ان کے علاوہ " وجود کی بنا پر"

چُونکہ آپ اِن مذکورات اور ان جیسی دُوسری باتوں کے ساتھ فضائل میں مُمتاز ہیں لہٰذا بعید نہیں کہ اِن کی بقائے نسل میں یہ حکمت ہو کہ جہان عام فتنوں سے مامُون ومحفُوظ رہے"

صادق ومصدق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اہلبیت اِس معاملے میں قرآن کی طرح ہیں آپ کا ارشاد ہے"

"اِنِّی تَارِكٌ فِیكُمُ الثَّقَلَیْنِ : كِتَابَ اللهِ ، وَعِتْرَتِی ، لَنْ تَضِلُّوا مَا اسْتَمْسَكْتُمْ بِهِمَا أَبَدًا "

میں تم میں قرآن اور اپنی عترت دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم اِن سے متمسک رہے تو کبھی گُمراہ نہیں ہوگے"

دُوسری بیٹیوں کی اولاد ہوتی تو؟

علامہ ابن حجر مزید کہتے ہیں! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکرم ٹکڑا ہونے کا شرف سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد پاک کے لئے ہی مختص نہیں بلکہ محققین نے صراحت کی ہے کہ اگر حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدہ ام کلثوم اور سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہما کی نسل باقی رہتی تو اُن کو بھی وُہی شرف و سیادت حاصل ہوتا جو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولادِ طاہرہ کو ہے۔

اہلبیت سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے

اہلبیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وُہ سب پہلے جنت میں داخل ہونگے۔

ثعلبی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت بیان کی ہے آپ نے فرمایا! میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو آپ نے مجھے فرمایا!

أَمَا تَرضَى أَنْ تَكُونَ رَابِعَ أَربَعَة، أَوَّلُ مَن يَدخُلُ الجَنَّةَ أَنَا وَأَنتَ وَالحَسَنُ وَالحُسَينُ وَازوَاجُنَا عَن أَيمَانِنَا وَشَمَائِلِنَا وَذُرِّيَّتُنَا خَلفَ اَزوَاجِنَا۔

"اے علی"! تو اس پر خوش نہیں کہ جنت میں سب سے پہلے چار افراد ہم تم اور حسنؓ و حسینؓ داخل ہونگے جبکہ ہماری ازواج ہمارے دائیں بائیں اور ہماری اولاد ہماری ازواج کے پیچھے ہو گی"۔

اولادِ فاطمہؑ بیٹے رسولؐ کے

اہلبیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضور رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے شمار ہوتے ہیں اور نسبتِ صحیحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہیں،

طبرانی نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی تخریج کی ہے!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اُس کی پشت میں رکھا اور میری ذریت کو صلبِ علی میں جاگزیں فرمایا"،

اور حضور رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے"

"کل بَنِی اُمٍّ
یَنْتَمُوْنَ اِلٰی عَصَبَۃٍ اِلَّا وَلَدَ فَاطِمَۃَ فَاَنَا وَلِیُّہُمْ وَاَنَا عَصَبَتُہُمْ"

ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتی ہے جبکہ فاطمہؓ کی اولاد کا عصبہ اور ولی میں ہوں"

"علامہ صبان نے "اسعاف الراغبین میں فرمایا یہ خصوصیت محض اور محض سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد کے لئے ہے آپ کی دوسری بنات طاہرہ کی اولادِ پاک پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا لہٰذا اولادِ فاطمہؓ کی طرح اُن کی اولاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے نہیں کہا جائے گا بلکہ اُنہیں ذریت اور نسل و عقب کہا جائے گا۔ انتھٰی

اس سے پہلے ابن حجر کا بیان نقل ہو چکا ہے کہ اگر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادیوںؓ کی اولادِ پاک بقیدِ حیات رہتی تو اُن کے لئے بھی وہی شرف و سیادت ہوتا جو جنابِ فاطمہؓ کی اولادِ پاک کے لئے ہے کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا ہیں،

اگر حضورؐ کے وسیلہ کے طالب ہو

اہلبیت کرام کی ایک مزید خصوصیت علامہ صبان نے یہ بیان کی ہے کہ جو شخص اِن سے اچھا سلوک کرے گا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اُسے اِس کا بدلہ دیں گے آپ نے فرمایا ہے۔

" مَنْ أَرَادَ التَّوَسُّلَ وَانْ يَكُونَ لَهُ عِندِي يَد أَشفَعُ لَهُ بِهَا يَومَ القِيَامَةِ فَلْيَصِلْ اهلَ بَيتِي وَ يُدخِلِ السرُورَ عَلَيهِم "

یعنی جو شخص میرے وسیلے کا طالب ہے اور اُس کی خواہش ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت کے حصول کے لئے مجھ پر احسان کرے تو وُہ میرے اہلبیت سے صلہ رحمی کرے اور اُنہیں خوش کرے

اہلبیت کی مُحبت عمر بڑھاتی ہے

اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک خصُوصیت یہ ہے کہ ان کی مُحبّت عُمر کو طویل اور قیامت کے دِن چہروں کو منوّر کرتی ہے جبکہ ان کا بُغض اِس کے برعکس نتائج برآمد کرتا ہے جیسا کہ صواعقِ محرقہ میں حضُور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان آیا ہے،

«مَن أَحَبَّ أَن يُنسَأَ ، اى يؤخر ، اجلُهُ وَأَن يُمَتَّعَ بِمَا خَوَّلَهُ فَلْيَخْلُفنِي فِي أَهْلِي خِلَافَةً حَسَنَةً فَمَن لَم يَخْلُفنِي فِيهِم بُتِرَ عُمرُهُ، وَوَرَدَ عَلَيَّ يَومَ القِيَامَةِ مُسوَدًّا وَجهُهُ»

جس کی خواہش ہے کہ اُس کی موت میں تاخیر ہو جائے اور وُہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے لُطف اندوز ہو تو اُسے چاہیئے کہ وُہ میرے بعد میری اہلبیت سے اچھا سلوک کرے جو شخص میری آل سے اچھا سلوک نہیں کرے گا اُس کی عُمر کٹ جائے گی اور وُہ قیامت کے دِن ہمارے سامنے رُو سیاہ ہو کر آئے گا"

حضُور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں یہی معنے

پائے جاتے ہیں جو لوگ ان سے بغض رکھتے ہیں وہ قبل از قیامت دنیا ہی میں
رُوسیاہ ہو جاتے ہیں جس کا مشاہدہ ہر وہ شخص کرتا ہے جس کے دل میں ایمان ہے
عمر زیادہ ہونے سے مراد حصول برکت ہے جس میں نیکیوں کی کثرت
اور برائیوں کی کمی ہو جاتی ہے، تو آپ اس پر خوب غور کریں"

فصل

شانِ آلِ عباء

فَمَبلَغُ العِلمِ فِیہِ أَنَّہُ بَشَرٌ
وَأَنَّہُ خَیرُ خَلقِ اللہِ کُلِّھِم

ہم تو یہی جانتے ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام تر مخلوق میں بہترین انسان ہیں۔"

بلندی کمال اور قرب خدائے ذوالجلال میں نہ تو کوئی ملک مقرب آپ تک پہنچا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل وہاں تک جا سکتا ہے۔

امام فخرالدین رازی علامہ ابن حجر اور ان جیسے دوسرے ائمہ اعلام نے تصریح کی ہے کہ اگر تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کو ایک شخص میں جمع کر دیا جائے اور اُس کا مقابلہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا جائے تو پھر بھی آپ کے فضائل بڑھ جائیں گے چنانچہ آپ بالخصوص اور بالعموم علی الاطلاق تمام مخلوقات سے افضل ہیں، پس آپ کی شریعت افضل الشرائع آپ کی اُمت خیرالامم، آپ کی آل خیرالآل اور آپ کے اصحاب خیرالاصحاب ہیں

عاجز قلم ہیں نعت پیمبر کے سامنے

ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

فضائل و اوصاف شریفہ پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کرے جیسا کہ شفا شریف، مواہب اللدنیہ شریف اور سیرت کی دوسری کتابیں ہیں تاکہ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت کو پہچان لے اور اُن فضیلتوں کو جان لے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں اور جن کے اظہار سے زبان و قلم عاجز ہیں اور اتنے شب و روز گذر جانے کے باوجود نئی معلوم ہوتی ہیں"۔

مختصر یہ کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں اور سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے کوئی بھی آپ کے اُوپر نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے طفیل آپ کی ملت پر فوت کرے اور آپ کے زمرہ میں محشور کرے میں چاہتا ہوں کہ اِس مقام پر درود کبیر نقل کر دوں جو عارف باللہ محمد بن ابی حسن بکری الکبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے کیونکہ یہ درودوں کا جامع اور زیادہ کیفیات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال اوصافِ شریفہ پر مشتمل ہے"۔

درودِ کبیر

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نُوْرِكَ الْاَسْنٰی ٥ وَسِرِّكَ الْاَبْهٰی
وَحَبِيْبِكَ الْاَعْلٰی وَصَفِيِّكَ الْاَزْكٰی ٥ وَاسِطَةِ اَهْلِ الْحُبِّ ٥
وَوَسِيْلَةِ اَهْلِ الْقُرْبِ ٥ رُوْحِ الْمَشَاهِدِ الْمَلَكُوْتِيَّةِ وَلَوْحِ
الْاَسْرَارِ الْقَيُّوْمِيَّةِ ٥ تَرْجُمَانِ الْاَزَلِ وَالْاَبَدِ لِسَانِ
الْغَيْبِ الَّذِیْ لَا يُحِيْطُ بِهٖ اَحَدٌ ٥ صُوْرَةِ الْحَقِيْقَةِ
الْفَرْدَانِيَّةِ ٥ وَحَقِيْقَةِ الصُّوْرَةِ الْمُزَيَّنَةِ بِالْاَنْوَارِ
الرَّحْمَانِيَّةِ اِنْسَانِ اللّٰهِ الْمُخْتَصِّ بِالْعِبَارَةِ عَنْهُ ٥ سِرِّ قَابِلِيَّةِ
التَّجَلِّی الْاِمْكَانِیِّ الْمُتَقَلِّبَةِ مِنْهُ ٥ اَحْمَدَ مَنْ حَمِدَ وَحُمِدَ
عِنْدَ رَبِّیْ مُحَمَّدِنِ الْبَاطِنِ وَالظَّاهِرِ بِتَفْصِيْلِ التَّكْمِيْلِ الذَّاتِیِّ
فِیْ مَرَاتِبِ قُرْبِهٖ ٥ غَايَةِ طَرَفَیِ الدَّائِرَةِ النُّبُوَّتِيَّةِ الْمُتَّصِلَةِ
بِالْاَوَّلِ نَظَرًا اِذْ مَدَّ دَاهُ بِدَايَةِ نُقْطَةِ الْاِنْفِعَالِ الْوُجُوْدِیِّ
اِرْشَادًا وَاسْتِعْدَادًا ٥ اَمِيْنِ اللّٰهِ عَلٰی سِرِّ الْاُلُوْهِيَّةِ الْمُطَلْسَمِ ٥

وَحَفِيظِهٖ عَلٰى غَيْبِ اللّاهُوتِيَّةِ الْمَكْتُومِ ٭ مَنْ لَّا تُدْرِكُ
الْعُقُولُ الْكَامِلَةُ مِنْهُ إِلَّا مِقْدَارَ مَا تَقُومُ عَلَيْهَا
بِهٖ حُجَّةُ الْبَاهِرَةُ وَلَا تَعْرِفُ النُّفُوسُ الْعَرْشِيَّةُ مِنْ حَقِيقَتِهٖ
إِلَّا مَا يَتَعَرَّفُ لَهَا بِهٖ مِنْ لَوَامِعِ أَنْوَارِهِ الزَّاهِرَةِ ٭ مُنْتَهٰى
هِمَمِ الْقُدْسِيِّينَ وَقَدْ بَدَا مِمَّا فَوْقَ عَالَمِ الطَّبَائِعِ ٭ مَرْمٰى
اَبْصَارِ الْمُوَحِّدِينَ وَقَدْ طَمَحَتْ لِمَا شَاهَدَةِ السِّرِّ الْجَامِعِ ٭ مَنْ
لَا تَجَلّٰى أَشِعَّةُ اللّٰهِ لِقَلْبٍ إِلَّا مِنْ مِرْآةِ سِرِّهٖ ٭ وَهِيَ النُّورُ الْمُطْلَقُ
وَلَا تُتْلٰى مَزَامِيرُهٗ عَلٰى لِسَانِ الْأَبْوَابِ إِلَّا بِذِكْرِهٖ وَهُوَ الشَّفِيعُ الْمُحَقَّقُ
الْمَحْكُومِ بِالْجَهْلِ عَلٰى كُلِّ مَنِ ادَّعٰى مَعْرِفَةَ
اللّٰهِ مُجَرَّدَةً فِي نَفْسِ الْأَمْرِ عَنْ نَفْسِهِ الْمُحَمَّدِيِّ الْفَرْعِ الرَّبَّانِي
الْمُتَرَعْرِعِ فِي نَمَائِهٖ بِمَا يُمِدُّ بِهٖ كُلَّ أَصْلٍ أَبَدِيٍّ ٭ جَنِيِّ شَجَرَةِ
الْقِدَمِ ٭ خُلَاصَةِ نُسْخَتَيِ الْوُجُودِ وَالْعَدَمِ ٭ عَبْدِ اللّٰهِ وَنِعْمَ الْعَبْدُ
الَّذِي بِهٖ كَمَالُ الْكَمَالِ ٭ وَعَابِدِ اللّٰهِ بِاللّٰهِ بِلَا حُلُولٍ وَلَا اتِّحَادٍ
وَّلَا اتِّصَالٍ وَّلَا انْفِصَالٍ ٭ اَلدَّاعِي إِلَى اللّٰهِ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ٭
نَبِيِّ الْأَنْبِيَاءِ وَسَيِّدِ الرُّسُلِ عَلَيْهِ بِالذَّاتِ وَعَلَيْهِمْ مِنْهُ أَفْضَلُ
الصَّلٰوةِ وَأَشْرَفُ التَّسْلِيمِ ٭ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيمُ (اَللّٰهُمَّ)
صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى جَمَالِ التَّجَلِّيَاتِ الْاِخْتِصَاصِيَّةِ وَجَلَالِ التَّدَلِّيَاتِ
الْاِصْطِفَائِيَّةِ ٭ اَلْبَاطِنِ بِكَ فِي غَيَابَاتِ الْعِزِّ الْأَكْبَرِ ٭ اَلظَّاهِرِ
بِنُورِكَ فِي مَشَارِقِ الْمَجْدِ الْأَفْخَرِ ٭ عَزِيزِ الْحَضْرَةِ الصَّمَدِيَّةِ

وَ سُلْطَانِ الْمَمْلَكَةِ الْاَحَدِيَّةِ ٥ عَبْدِكَ مِنْ حَيْثُ اَنْتَ كَمَا هُوَ

عَبْدُكَ مِنْ حَيْثُ كَانَتْهُ اَسْمَائِكَ وَصِفَاتِكَ ٥ مُسْتَوِی تَجَلِّی

عَظَمَتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَحِكْمَتِكَ فِیْ جَمِيْعِ مَخْلُوْقَاتِكَ ٥ مَنْ كَحَّلْتَ بِنُوْرِ

قُدْسِكَ مُقْلَتَهُ فَرَاٰی ذَاتِكَ الْعَلِيَّةَ جِهَارًا ٥ وَسَتَرْتَ عَنْ كُلِّ

اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فِیْ بَاطِنِهٖ لَكَ اَسْرَارًا ٥ وَفَلَقْتَ بِكَلِمَةِ خُصُوْصِيَّتِهِ

الْمُحَمَّدِيَّةِ بِحَارَ الْجَمْعِ ٥ وَمَتَّحْتَ مِنْهُ بِبَحْرِ فَنْكَ وَجَمَالِكَ وَ

خِطَابِكَ الْقَلْبَ وَالْبَصَرَ وَالسَّمْعَ ٥ وَاَخَّرْتَ عَنْ مَقَامِهٖ تَاخِيْرًا

ذَاتِيًّا كُلَّ اَحَدٍ ٥ وَجَعَلْتَهُ بِحُكْمِ اَحَدِيَّتِكَ وِتْرَ الْعَدَدِ ٥ لِوَاءِ

عِزَّتِكَ الْخَافِقِ ٥ لِسَانِ حِكْمَتِكَ النَّاطِقِ ٥ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَشِيْعَتِهٖ وَوَارِثِيْهِ وَحِزْبِهٖ ٥ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ

(اَللّٰهُمَّ) صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی دَائِرَةِ الْاِحَاطَةِ الْعُظْمٰی ٥ وَمَرْكَزِ مُحِيْطِ

الْفَلَكِ الْاَسْنٰی ٥ عَبْدِكَ الْمُخْتَصِّ مِنْ عُلُوْمِكَ بِمَا لَمْ تَهَبْ

لَهُ اَحَدًا مِنْ عِبَادِكَ ٥ سُلْطَانِ مَمَالِكِ الْعِزَّةِ بِكَ فِیْ كَافَّةِ

بِلَادِكَ ٥ بَحْرِ اَنْوَارِكَ الَّذِیْ تَلَاطَمَتْ بِرِيَاحِ التَّعَيُّنِ فِی الْعَمَاءِ

اَمْوَاجُهُ ٥ قَائِدِ جَيْشِ النُّبُوَّةِ الَّذِیْ تَسَارَعَتْ بِكَ اِلَيْكَ اَفْوَاجُهُ

خَلِيْفَتِكَ عَلٰی كَافَّةِ خَلِيْقَتِكَ ٥ اَمِيْنِكَ عَلٰی جَمِيْعِ بَرِيَّتِكَ ٥

مَنْ غَايَةُ الْمُجِدِّ الْمُجِيْدِ فِی الثَّنَاءِ عَلَيْهِ الْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنْ

اسْتِقْصَاءِ صِفَاتِهٖ ٥ وَنِهَايَةُ الْبَلِيْغِ الْمُبَالِغِ اَنْ لَّا يَصِلَ اِلٰی

مَبَالِغِ الْحَمْدِ عَلٰی مَكَارِمِهٖ وَهِبَاتِهٖ سَيِّدِنَا وَ سَيِّدِ كُلِّ

مَنْ لَكَ عَلَيْهِ سِيَادَتُهُ ٥ مُحَمَّدٍ لَكَ الَّذِي اسْتَوْجَبَ مِنَ الْحَمْدِ بِكَ
لَكَ إِصْدَارَهُ وَإِيرَادَهُ ٥ وَعَلَى آلِهِ الْكِرَامِ وَأَصْحَابِهِ الْعِظَامِ
وَوُرَّاثِهِ الْفِخَامِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰى
سَبْعًا أَيْ يُكَرِّرُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ تَالِي الصَّلٰوةِ سَبْعَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُولُ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَيَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ وَيَهَبُ بِهَا الْمُنْشِيْ هٰذِهِ
الصَّلٰوتِ وَيَقُولُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَ
تُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى إِخْوَانِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ ٥
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ٥

ترجمہ دُرودِ کبیر

یا اللہ درود و سلام ہو تیرے درخشندہ نُور اور تیرے تابندہ راز پر، جو تیرے حبیب اعلیٰ اور پاکیزہ صفی ہیں۔

وُہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اہلِ محبّت کا واسطہ، اہلِ قُرب کا قبلہ، مشاہدِ ملکُوتیہ کی رُوح اور اسرارِ قیومیہ کی لوح ہیں،

جو ازل و ابد کے ترجمان اور ایسی لسانِ غیب ہیں جن کا کوئی بھی احاطہ نہیں کرسکتا،

وُہ جو حقیقتِ مُفردہ کی صُورت اور انوارِ رحمانیہ سے مزیّن صورتوں کی حقیقت ہیں اللہ کے وُہ اِنسان جو اُس سے اُس کی عبارت کے ساتھ مختص ہیں، اُس سے قابلیتِ تہیء الامکانی منتقلیہ کا راز ہیں،

وُہ جو میرے رب کے نزدیک تعریف کئے گئے اور تعریف کرنے والے احمد ہیں۔

وُہ جو اُس کے قُرب کے مرتبوں میں تکمیلِ ذاتی کے فضل کے ساتھ باطن اور ظاہر محمدؐ ہیں۔

وُہ جو نظر و امدادِ اوّل کے ساتھ دورۂ نبویہ مُنتقلہ کی غایتِ طرفی ہیں۔

وُہ جو ارشاد و اسعادِ انفعالِ وُجودی کا نقطۂ آغاز ہیں،

وُہ جو الوُہیت کے رازِ مُطلسم پر اللہ تعالےٰ کے امین اور پوشیدہ لاہوتی غیب پر نگران ہیں،

وُہ جن کا عقولِ کاملہ ادراک نہیں کرسکتیں سوائے اُس مقدار کے جس پر وُہ دلیلِ ظاہر سے قائم ہے۔

وُہ جو اِنتہائے قُدسیاں اور عالمِ طبائع کے اُوپر والی چیز کی ابتداء ہیں، ابصارِ موحدین کی تجلی گاہ جس کے لئے جامع راز کے مشاہدہ کے وقت نگاہیں اُٹھ جائیں۔

وُہ جن سے راز کے شیشے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی شعائیں دِل پر متجلّی نہیں ہوتیں اور یہی نوُرِ مطلق ہے جس کے مزامیر کو سوائے اُس کے ذکر کی برنات کے زبان پر تلاوت نہیں کیا جاسکتا۔

اور وُہ اکیلا شفعیِ مُحقق محکوم بالجہل ہر مدعی معرفت الٰہیہ پر جو نفس الامر میں اکیلا ہے اپنی ذات سے مُحمّدی ہے۔

دوسری حد کی شاخ کا اپنی نشو و نما میں بڑھنا پھُولنا جو اُن کے ساتھ ہے اُس کے مُمدّ اور ابدی جڑ ہیں اور شجرِ قدم کا پھل ہیں۔

وُجود و عدم کی کتاب کا خلاصہ، اللہ کے بندے اور بہت اچھے بندے جن کے ساتھ کمال در کمال ہے۔

اللہ کے بندے اور بغیر حلوُل و اِتحاد اور اِتصال و اِنفصال کے اللہ کے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سیدھے راستے پر بُلانے والے، انبیاء کے نبی اور اِس پر اُن کی ذات رسُولوں کی مدد گار ہے اُن پر افضل صلواۃ اور اشرف سلام ہو۔

یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، الٰہی درود و سلام بھیج مخصوص تجلیات کے جمال پر اور پسندیدہ دلیلوں کے جلال پر۔

اُن کا باطن تیرے ساتھ عزت و بڑائی کے غیابات میں اور ظاہر تیرے نوُر کے ساتھ بزرگی اور اِفتخار کے طلوُع کدوں میں ہے۔

وُہ جو حضرت صمدیت کے مصر کے عزیز اور مملکت اَحدِیت کے سُلطان ہیں تیرے بندے بحیثیت تیرے جیسے کہ وُہ ہیں، تیرے بندے بحیثیت تیرے اسماء وصفات کو کافی ہونے کے،

جو تیری تمام مخلوقات میں تیری عظمت ورحمت اور تیرے حُکم کی اِستوائی تجلیّ ہیں۔"

جو اُس کے نوُرِ قدس کا سُرمہ آنکھوں میں ڈال لیتا ہے وُہ تیری ذاتِ عالی کو ظاہر دیکھتا ہے اور وُہ باطن میں تیرے اسرار کے لئے تیری مخلوق کے ہر فرد سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔"

خصُوصیت محمدیہ کا کلمہ تمام سُمندروں کو پھاڑ دیتا ہے اور اُس سے تیری معرفت اور جمال وخطاب سے اُس کا قلب اور سمع بصر لذّت حاصل کرتے ہیں۔"

اور تُو ہر ایک کی تاخیرِ ذاتی کو اُس کے مقام سے مؤخر کر دیتا ہے اور اُسے تو نے اپنی احدیت کے حکم کے ساتھ مقرر کیا ہے اُس کا ایک عدد تیری عزت کا پرچم تیری حکمت کی بولتی زبان ہمارے سردار محمد اور آپ کی آل و اصحاب اور آپ کے محبین دوُر ثناء، اور آپ کی جماعت پر درُود وسلام ہو یا اللہ، یارحمٰن، یارحیم،

الٰہی صلواۃ وسلام بھیج احاطۂ عُظمیٰ کے دائرہ اور فلک اسمیٰ کے مرکز محیط پر۔"

تیرے وُہ عبد جو تیرے اِن عُلوم سے مختص ہیں جنہیں تیرے بندوں میں سے اُن کے سوا کوئی نہیں جانتا،

تیرے تمام شہروں میں تیرے ساتھ عزت کی مملکتوں کے سُلطان

تیرے انوار کے بحر مواج جس کی موجیں تعین صمدانی کی ہواؤں سے موجزن ہوتی ہیں۔

نبوت کے لشکر کے وہ سالار جن کی فوجیں تیرے ساتھ تیری طرف سبقت کرتی ہیں، تیرے وہ خلیفہ جو تیری تمام مخلوقات پر کافی ہیں وہ جو تیری جمیع بریت پر امین ہیں وہ جو شفاء ہیں مجد مجید ہیں اس پر بھی اُنکی صفات کا احاطہ کرنے اور بلیغ مبالغ کی نہایت کو جاننے سے اعتراف عجز ہے کوئی تعریف اُن کے مکارم و ہبات تک نہیں پہنچ سکتی،

ہمارے سردار اور ہر اُس شخص کے سردار جسے تونے مخلوق میں سرداری دی،

تیرے وہ محمد جن کیلئے وہ حمد واجب ہے جس کے ساتھ تیرے لئے صدور و ایراد ہوتا ہے اور آپ کی آل کرام اور اصحاب عظام اور ورثاء فخام پر صلواۃ وسلام ہو،

پھر سات مرتبہ یہ پڑھیں،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اِس آیت کو سات مرتبہ پڑھنے کے بعد پھر کہیں۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پھر فاتحہ پڑھیں اور یہ درود ہدیہ کریں اور کہیں،

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَعَلٰی اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یہ درودِ شریف حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت قطب کبیر سیدی محمد بکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھوایا جیسا کہ اُنھوں نے اِس کی تشریح میں خود صراحت فرمائی ہے اور شیخ محمد البدیری قدسی نے اسے نقل کرتے ہوئے اِس کی فضیلتِ عظیمہ اور فضائلِ جلیلہ کا ذکر کیا ہے۔

میں نے اِس امر کو اپنی کتاب "افضل الصلوات علیٰ سید السادات" میں بیان کیا ہے جو زیادہ جاننا چاہیئے اُس میں دیکھ لے درود شریف کے موضوع پر یہ نہایت نفیس کتاب ہے جس میں حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے کے وُہ تمام صیغے جمع کر دیئے گئے ہیں جن سے کوئی مسلمان مستغنی نہیں ہو سکتا۔

جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا

ترمذی وغیرہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ فَاطِمَةُ »

یعنی مجھے تمام اہلبیت میں سب سے زیادہ محبت فاطمہؓ سے ہے۔

طبرانی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسُول اللہ! آپ کو ہم میں سے کون زیادہ محبوب ہے، میں یا فاطمہ؟ آپؐ نے فرمایا!

« فَاطِمَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ، وَأَنْتَ أَعَزُّ عَلَيَّ مِنْهَا »

یعنی فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے اُس سے زیادہ عزیز ہے"
سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں حضور رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت فرمادی ہے کہ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا
آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے زیادہ محبوب ہیں اور عزیز کا محبوب سے
اعلیٰ ہونا یا نہ ہونا محتاجِ دلیل ہے لہٰذا اس میں غور کریں"

قیامت کے دن ندا ہوگی

صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
روایت کی ہے آپ نے فرمایا"

"إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ مِنْ بُطْنَانِ
الْعَرْشِ : يَا أَهْلَ الْجَمْعِ ، نَكِّسُوا رُءُوسَكُم وَغُضُّوا
أَبْصَارَكُمْ حَتَّى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ عَلَى الصِّرَاطِ
إِلَى الْجَنَّةِ

وعن أبي أيُّوبَ "فَتَمُرُّ مَعَ سَبعِينَ أَلْفَ جَارِيَةٍ
مِنَ الْحُورِ الْعِينِ كَمَرِّ الْبَرْقِ"

جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے نیچے سے منادی کرنے والا ندا کرے گا
سر جھکا دو اور آنکھیں نیچی کر لو یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمدؐ پلصراط سے جنت کی طرف
گذر جائیں"

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، آپ ستر ہزار نوخیز حورالعین کے جھرمٹ میں بجلی کی طرح گذر جائیں گی"

اپنے باپ کے بعد سب سے افضل

ابن حبان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے فرمایا ، میں نے حضرت فاطمہ سے زیادہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ کسی کی گفتگو نہیں دیکھی" اور جب جناب فاطمہ تشریف لاتیں تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور مرحبا کہتے ہوئے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے "

طبرانی نے بخاری مسلم کی شرط پر صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ، میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کو فاطمہ سے افضل نہیں دیکھا ،

سیدہ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے

طبرانی وغیرہ نے حسن اسناد کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ کے لئے فرمایا ،

"اِنَّ اللّٰہَ یَغضَبُ لِغَضَبِكِ وَیَرضیٰ لِرِضَاكِ"

بیشک اللہ تعالیٰ تیری ناراضگی سے ناراض اور تیری خُوشی سے خوش ہوتا ہے "

اور جامع صغیر میں روایت آئی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا"

"فَاطِمَةٌ بَضعَة مِنّی یَقبِضُنِی
مَا یَقبِضُهَا وَیَبسُطُنِی مَا یَبسُطُهَا"

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس سے فاطمہ ناراض ہیں اُس سے میں بھی ناراض ہوں جس سے یہ خوش ہے میں بھی خوش ہوں"

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

فَاطِمَةُ بَضعَة مِنّی یُغضِبُنِی مَا یُغضِبُهَا"

فَمَن اَغضَبَهَا اعضبَنِی

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے اس کو غضبناک کرنے والی بات مجھے بھی غضبناک کرتی ہے"

اور ایک روایت میں ہے جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا

تمام عورتوں پر سرداری

ابن حبان وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

اِنَّ مَلَکاً مِنَ السَّمَاءِ لَم یَکُن زَارَنِی فَاستَاذَنَ رَبِّی فِی زِیَارَتِی فَبَشَّرَنِی وَاَخبَرَنِی اَنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اُمَّتِی"

یعنی آسمان کے ایک فرشتے نے مجھے کبھی نہ دیکھا تھا اُس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت طلب کی اور مجھے بشارت اور خبر دی کہ فاطمہ میری اُمت کی عورتوں کی سردار ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو فرمایا!

یَا بُنَیَّۃُ اَلَا تَرضَینَ اَنَّکَ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ العَالَمِینَ؟

اے بیٹی کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہے جناب سیدہ نے عرض کی اباجان مریمؑ کہاں گئیں؟

آپ نے فرمایا! وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں،

جناب فاطمۃ الزہراؑ کا تمام عورتوں سے یہاں تک کہ سیدہ مریم سے بھی افضل ہونا کثیر علماء محققین نے صراحتاً بیان کیا ہے، جن میں امام سبکی امام جلال الدین سیوطی امام بدر زرکشی اور امام تقی مقریزی شامل ہیں، جب اس کے متعلق امام سبکی سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لئے ہمارا مختار مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت محمد صلواۃ اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا افضل ہیں،

ایسا ہی سوال ابن ابی داؤد سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! فاطمہ میرا ٹکڑا ہے لہٰذا میں کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹکڑے کے برابر نہیں سمجھتا،

مناوی نے اس حدیث کی شرح میں جو عبارت پیش کی وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

یعنی حضرت عائشہ کو عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر،

کوئی برابر نہیں

سلف و خلف کا اس امر پر اجماع ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹکڑے کے برابر کوئی بھی نہیں، بعض علماء نے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی اولاد بھی حضرت فاطمۃ الزہرا کی طرح ہے"

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات پر آپ کی صاحبزادیوں کی فضیلت پر ابی یعلیٰ کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کردہ یہ مرفوع روایت دلالت کرتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا! حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر مل گیا اور عثمان کو حفصہؓ سے بہتر بیوی مل گئی

انسانی حور

امام نسائی علیہ الرحمۃ نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"إِنَّ ابْنَتِي فَاطِمَةَ حُورَاءُ آدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمُثْ"

یعنی میری یہ بیٹی فاطمہ حُورِ آدمیہ اور حیض و نفاس سے پاک ہے۔"

حافظ سیوطی خصائص کبریٰ میں بیان کرتے ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا حیض سے پاک تھیں اور بچہ کی ولادت سے ایک ساعت یعنی ایک گھنٹہ بعد نفاس سے پاک ہو جاتیں یہاں تک کہ آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی اسی وجہ سے آپ کا نام زہرا ہے، ایک مرتبہ جب انہیں بھوک لگی تو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے سینۂ اقدس پر اپنا دست اقدس رکھ دیا تو اُنہیں اس کے بعد کبھی بھوک نہیں لگی"

خود غسل فرمایا

جب آپ کے وصالِ مبارک کا وقت آیا تو اُنہوں نے خود ہی غسل مبارک فرمایا اور وصیّت کی کہ کوئی شخص اُن کا جسم نہ کھولے یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُنہیں اُسی غسل کے ساتھ دفن کر دیا، انتھیٰ

اسم بتول

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا کے اسم گرامی بتول کی وجہ علامہ صبان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ لغت میں بتل کا معنیٰ قطع کرنا ہے جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا دینی فضیلت اور نسب عالی کے اعتبار سے آپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے الگ ہیں اور باوجود عظیم المرتبت ہونے کے آپ نے اپنی حیات مبارکہ انتہائی

فقر و فاقہ کی حالت میں بسر فرمائی اور یہ غافلوں کے لئے انتباہ ہے،

اپنے بچے پر زیادہ مہربان ہوں

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز کیلئے دیر سے آئے تو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بلال تمہیں کس چیز نے روک رکھا تھا؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میں جناب فاطمۃ الزہرا کے پاس سے گذرا تو آپ چکی پیس رہی تھیں اور اُن کے پاس بچہ رو رہا تھا میں نے اُن کی خدمت میں عرض کی اگر آپ چاہیں تو میں چکی پیس دوں چاہیں تو بچے کو بہلا دوں؟"

اُنہوں نے فرمایا میں اپنے بچے پر تجھ سے زیادہ مہربان ہوں، بس اس وجہ سے مجھے دیر ہو گئی"

غلام سے بہتر چیز

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جید سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کثیر تعداد میں غلام آئے ہیں آپ بھی جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک غلام طلب کریں، بعد ازاں دونوں بزرگوار بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے اور جناب سیدہ نے عرض کی ابا جان چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں ورم آگئے ہیں اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو وسعت عطا فرمائی ہے۔ اس لئے

ہمیں بھی ایک غلام عطا فرما دیں، آپ نے فرمایا!

وَاللہ لَا اُعطِیكَ وَاَدَعُ اَهلَ الصفّةِ تُطوی بُطُونُهُم مِنَ الجُوعِ ، ثُمَّ قَال : اَلَا اخبرُكُمَا بِخَیرٍ مِمَّا سَالتُمَانِی ؟ فقال بلیٰ ، قال : کلماتٌ عَلَّمَنِیهِنَّ جبرئیلُ : اِذَا اَتَیتُمَا اِلیٰ فِرَاشِكُمَا فَاقرَا آیَةَ الکُرسِی وَسَبِّحَا ثَلاثًا وَثَلاثِینَ وَاحمَدَا ثَلاثًا وَثَلاثِینَ وَکَبِّرَا اربعًا وَثَلاثِینَ"

خدا کی قسم ایسا ممکن نہیں کہ میں تجھے غلام عطا کروں اور اہل صفہ نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ باندھ رکھے ہوں، پھر فرمایا! میں تمہیں اس سے بہتر چیز کی خبر دوں ؟ دونوں نے عرض کی ہاں! یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا، جبریل نے مجھے چند کلمات بتائے ہیں جب تم بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی کی تلاوت کرو بعد ازاں تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ تینتیس مرتبہ الحمد اللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو،

نکاح مبارک اور دعائیں

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم پروردگار ہجرت کے دوسرے سال جناب سیدہ کا نکاح مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا! بعض روایات کے مطابق آپ کا نکاح محرم الحرام میں اور رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر مبارک پندرہ سال اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

کی عمر شریف اکیس برس تھی، جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جناب سیدہ کی زندگی مبارک میں کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں فرمایا۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی رخصتی کی رات کو دعا کرتے ہوئے فرمایا!

"اللّٰهُمَّ إِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ"

الٰہی میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں"

ایسے ہی آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے دعا فرمائی اور پھر ان دونوں کے لئے دعا فرمائی"

"جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا"

فجعل الله نسلها مفاتيح الرحمة
ومعادن الحكمة . وامن الأمة

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے متفرق کو مجتمع فرمائے"

اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو رحمت کی کنجیاں، حکمت کے خزانے اور اُمت کے لئے امان بنایا بعد ازاں ہر دو برگزیدہ ہستیوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا"

بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا، وَ بَارَكَ فِيكُمَا، وَأَعَزَّ جَدَّكُمَا
وَأَخْرَجَ مِنْكُمَا الْكَثِيرَ الطَّيِّبَ"

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تم دونوں کو برکتیں عطا فرمائے، تم ہی برکتیں کر... تمہاری کوشش کو عزت عطا فرمائے، اور تم دونوں کو نہایت ہی پاکیزہ کثیر اولاد عطا فرمائے۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کو نہایت ہی پاکیزہ اولاد عطا فرمائی

خطبہ نکاح مبارک

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کے وقت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار و مہاجرین جلیل القدر صحابہ کو بلایا جب یہ لوگ بیٹھ گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی غیر موجودگی میں آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

اَلحمدُ للهِ المَحمُود بِنعمَتِهِ، المَعبُودِ بِقُدرَته المطَاعِ سُلطَانُهٗ، المَرهُوب مِن عَذَابِهِ وَسَطوَتِهِ، النَّافِذ امرهُ فی سمَائِهِ وَأرضِهِ، الَّذِی خَلَقَ الخَلقَ بِقُدرَتِهِ، وَمَیَّزَهُم بأحکامِهِ، وَأعَزَّهُم بدِینِهِ، وَاکرَمَهُم بِنَبِیِّهِ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰهُ علیه وسلمَ. إنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ اسمُهُ وَتَعَالَت عَظَمَتُهُ جَعَلَ المُصَاهَرَةَ سَبَبًا لَاحِقًا وَأمرًا مُفتَرَضًا، أوشَجَ بِهِ الأرحَامَ، وَألزَمَ بِهِ الأنَامَ، فقَالَ عَزَّ مِن قَائِلٍ

وَهُوَ الذی خَلَقَ مِنَ المَاءِ بَشَرًا فجعَلَهُ نَسبًا وَصِهراً فَامرُ اللهِ یجرِی إلی قضائِه وَقضاؤهُ یجرِی إلی قدَرٍ وَلِکُلِّ قضاءٍ قدَر وَلِکُلِّ قدَرٍ أجل وَلِکُلِّ أجلٍ کِتَاب یمحُو اللّٰہُ مَا یشَاءُ وَیُثبِتُ وَعِندَہٗ أُمُّ الکِتَاب ثمَّ إنَّ اللهَ تعَالي امرَنی أَن أزوِّجَ فَاطِمَةَ مِن عَلیِّ ابن أَبِی طَالِب فَاشهَدُوا أَنّی قَد زَوَّجتُهُ إِیَّاهَا عَلَی أَربَعِمائَةِ مِثقَالِ فِضَّةٍ إِن رَضِیَ بذٰلِکَ »

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس کے انعامات کے باعث تعریف کی گئی جو اپنی قُدرت کے اعتبار سے لائق عبادت ہے اور جس کی سلطنت کی اطاعت کی گئی اور جس کے قہر و عذاب سے ڈرا جاتا ہے، جس کا حکم زمین و آسمان میں نافذ ہے، جس نے اپنی قُدرت کاملہ سے تمام مخلوق کو پیدا فرما کر اپنے احکام سے ممتاز کیا اُنہیں اپنے دین سے عزت بخشی اور اپنے نبی محمدؐ کے ذریعہ سے معزز کیا،

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسم گرامی برکت والا اور اُس کی عظمت بلند و بالا ہے، اُس نے رشتہ داریوں کو قُربت کا باعث اور ضروری امر بنایا ہے، اِس کے ذریعہ سے اولاد عطا فرمائی اور نکاح کو خلقت کے لئے لازم قرار دیا،

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے! اللہ وُہ ہے جس نے پانی سے انسان کو بنایا پھر اُسے نسب اور رشتہ داریوں والا بنایا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ

امر اُس کی قضا کی طرف اور اُس کی قضا تقدیر کی طرف جاری ہے، ہر قضا کے لئے قدر اور ہر قدر کے لئے وقت مقرّر ہے، ہر وقت مقرّر کے لئے کتاب ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اُس کے پاس اصل کتاب ہے،

بعد ازاں آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح علی ابن ابی طالب سے کر دوں تم گواہ ہو جاؤ کہ اگر علی راضی ہو تو میں نے چار سو مثقال چاندی مہر کے عوض فاطمہ کا نکاح اُس سے کر دیا۔

اسی اثناء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لے آئے تو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا،

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَكَ فَاطِمَةَ عَلَى أَرْبَعِمِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ أَرَضِيتَ بِذٰلِكَ »

یعنی بے شک اللہ عزّ وجلّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تیرا نکاح چار سو مثقال چاندی مہر کے عوض فاطمہؓ سے کر دوں کیا تو اس پر خوش ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خطبہ پڑھ کر عرض کی یا رسول اللہ میں اس پر راضی ہوں۔

حضرت علی نے دُوسرا نکاح نہیں کیا

پھر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ کی حیاتِ طیبہ میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی، اور جب جویریہ بنت ابوجہل کا پیغام دیا تو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا!

إِنَّ بَنِي هِشَامِ بنِ المُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي فِي أَنْ يُنكِحُوا ابنَتَهُم عَلِيَّ بنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ لَهُم، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُم إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابنَتِي وَيَنكِحَ ابنَتَهُم، إِنَّمَا هِيَ بَضعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤذِينِي مَا آذَاهَا، وَاللهِ لَا تَجتَمِعُ بِنتُ رَسُولِ اللهِ وَبِنتُ عَدُوِّ اللهِ عِندَ رَجُلٍ أَبَدًا»

یعنی بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی ابن ابی طالب سے کر دیں پس اُن کے لئے کوئی اجازت نہیں پھر اُن کے لئے کوئی اجازت نہیں مگر یہ کہ علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور اُن کی بیٹی سے نکاح کرے بیشک یہ فاطمہؓ میرا ٹکڑا ہے، اور مجھے وہ چیز ناگوار گزرتی ہے جو اُسے ناگوار گذرے، اور وہ چیز مجھے ایذاء دیتی ہے جو اسے ایذاء دے خدا کی قسم رسولِ خدا کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے پاس کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ پیغام مسترد کر دیا،

ابو داؤد نے کہا ہے، اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر حرام کر دیا تھا کہ وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری شادی کریں، یہاں تک کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا۔ اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پاک کے چھ ماہ بعد تین رمضان المبارک ١١ھ کو رحلت فرما گئیں۔

مومنِ اوّل کون؟

حافظ ابن حجر کہتے ہیں! اکثر اہل علم کے قول کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سب سے پہلے اسلام لائے، آپ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے دس سال پہلے پیدا ہوئے اور یہی صحیح روایت ہے آپ کی تربیت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش رحمت میں ہوئی اور وہ کبھی آپ سے الگ نہیں ہوئے سوائے غزوۂ تبوک کے آپ تمام جنگوں میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے غزوہ تبوک میں آپ نے اُنہیں مدینہ منورہ میں اپنے پیچھے چھوڑا تو فرمایا!

«أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى»

کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو مجھے اس طرح ہے جس طرح موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ»

سب سے زیادہ فضائل

آپؐ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح اُن سے کیا اور اکثر غزوات میں آپ ہی کے ہاتھ میں پرچم ہوتا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا تو میرا

بھاتی ہے،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مناقب بہت زیادہ ہیں یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کسی صحابی کے اس قدر فضائل بیان نہیں ہوئے جس قدر حضرت علی کے،

زیادہ فضائل بیان ہونے کی وجہ

اِن کے علاوہ دوسروں نے کہا! آپ کے فضائل کثرت کے ساتھ نقل ہونے کا سبب یہ ہے کہ بنی اُمیہ اُن کی تنقیص کرتے تھے اس لئے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جس کسی کے پاس بھی آپ کے فضائل میں کوئی بات ہوتی تو وہ بیان کر دیتا، اور بنو اُمیہ جس قدر بھی آپ کے فضائل و مناقب کو مٹانا چاہتے اُسی قدر اُن کا چرچا زیادہ ہوتا "

علاوہ ازیں رافضیوں نے آپ کے مناقب میں روایتیں گھڑلی ہیں جن سے اُن کی ذات مستغنی ہے، تاہم امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خصوصیات کو جمع فرمایا ہے، جن میں اکثر اسناد جید ہیں، اور بخاری مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا!

لَأُدْفِعَنَّ الرَّايَةَ غَدًا إِلٰى رَجُلٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ "

یعنی کل ہم ایسے شخص کو جھنڈا دیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اُس کا رسول اُسے محبوب رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھ پر فتح دے گا جب صبح ہوئی تو ہر شخص کی خواہش تھی کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے جھنڈا عطا فرمائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"أَينَ عَلِيّ بنُ أَبِي طَالِبٍ ؟"

یعنی علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟
صحابہ کرام نے عرض کی کہ اُنہیں آشوبِ چشم ہے، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی آنکھوں میں لعابِ دہن مبارک لگایا اور اُنہیں جھنڈا عطا کر دیا۔

بابِ خیبر کو اُکھاڑنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں! مجھے اُس دِن کے سِوا کبھی امارت کی طلب نہیں ہوئی، حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کرتے ہیں، کہ جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پرچم عطا کیا تو وہ جھنڈا لے کر دوڑتے ہوئے قلعہ تک پہنچ گئے اور اُس کے دروازے کو جھٹکوں کے ساتھ زمین پر گرا دیا، پھر ستر اشخاص نے مل کر زور لگایا تو اُسے کھڑا کر سکے۔

میرا ولی کون بنے گا؟

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سورہ برأت سنانے کے لئے قریش کی طرف بھیجا تو فرمایا!

«لَا یَذْھَبُ اِلَّا رَجُل مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ»

یعنی اِس کام کے لئے، وُہی جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں

ایک مرتبہ آپ نے اپنے چچا کے بیٹوں سے فرمایا!

وقال لبنی عمہ «اَیُّکُم یُوَالِینِی فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ؟»

تم میں سے کون میرے ساتھ دُنیا و آخرت میں دوستی کرے گا؟

اُن لوگوں نے انکار کر دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی!

یا رسول اللہ میں کروں گا آپ نے فرمایا!

«اَنَّہُ وَلِیِّی فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ»۔

یعنی تم دنیا و آخرت میں میرے ولی ہو۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

«مَا تُرِیدُونَ مِن عَلِیٍّ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّی وَاَنَا مِن عَلِیٍّ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤمِنٍ بَعدِی»

یعنی تم علی سے کیا چاہتے ہو علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد تمام مومنوں کا ولی ہے"

کس کو امیر بنائیں

حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ میں مسند امام احمد بن حنبل سے جید سند کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت نقل کرتے ہیں"

يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ نُؤَمِّرُ بعدكَ؟ قال ان تُؤَمِّرُوا أَبَا بَكرٍ تجدُوهُ أَمِيناً زَاهِداً فى الدُّنيَا رَاغِباً فى الآخِرَةِ وَإن تُؤَمِّرُوا عُمَرَ تجدُوهُ قَوِيّاً أَمِينًا لاَيَخَافُ فِي اللهِ لَومَةَ لاَئِمٍ، وَإن تُؤَمِّرُوا عَلِيّاً وَمَا أرَاكُم فَاعِلِينَ تَجِدُوهُ هَادِياً مَهدِيّاً يَأخذُ بِكُمُ الطَّرِيقَ المُستَقِيم "

یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ہم آپ کے بعد کس کو امیر بنائیں؟
آپ نے فرمایا اگر ابوبکر کو بناؤ گے تو وہ امانت دار دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے رغبت رکھنے والے ثابت ہونگے"
اگر تم علی کو امیر بناؤ گے تو انہیں ہادی و مہدی پاؤ گے اور وہ تمہیں صراط مستقیم پر لے جائیں گے مگر میرے خیال میں تم ایسا نہیں کرو گے؟

الحمد کی تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی نے مجھے فرمایا

اُے ابن عباس عشاء کی نماز ختم کر کے جبانہ کی طرف آجانا"

ابن عباس کہتے ہیں میں نماز پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چاندنی

رات میں آپ نے مجھے فرمایا الحمد کے الف کی تفسیر کیا ہے ؟

میں نے عرض کی مجھے معلوم نہیں" آپ نے پوری ایک ساعت الحمد کی

الف کی تفسیر کی اور فرمایا! الحمد کی لام کی کیا تفسیر ہے ؟

میں نے عرض کی میں نہیں جانتا! آپ نے پورا گھنٹہ الحمد کی لام کی تفسیر کیا

اور فرمایا! الحمد کی حا کی کیا تفسیر ہے ؟

میں نے کہا مجھے علم نہیں! آپ نے پوری ایک ساعت حا کی تفسیر کی اور

فرمایا الحمد کی میم کی کیا تفسیر ہے ؟

میں نے کہا میں نہیں جانتا! آپ نے پوری ایک ساعت میم کی تفسیر کرتے

ہوئے فرمایا الحمد کی دال کی کیا تفسیر ہے ؟

میں نے کہا میں نہیں جانتا تو آپ نے طلوع فجر تک الحمد کی دال کی

تفسیر کرنے کے بعد فرمایا اُے ابن عباس اب اپنے گھر جاکر اپنے فرض کی تیاری

کرو میں وہاں سے اُٹھا تو مجھے سب کچھ یاد تھا چنانچہ میں اس پر غور کرنے لگا تو

مجھے معلوم ہوا قرآن کے بارے میں میرا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے

مقابلے میں ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں چھوٹا سا حوض"

سات سمندروں سے ایک قطرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم سے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے سب صحابہؓ کا علم حضرت علیؓ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابل ایک قطرہ ہو،

دیکھیں کہ خلقت علوم و فہوم میں ایک دوسرے سے کتنی مختلف ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وصال کے بعد اس قدر رویا کرتے کہ آپ کی بصارت چلی گئی،

سورہ فاتحہ کی تفسیر ستر اونٹوں کا بوجھ

ابو طفیل سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا آپ کہہ رہے تھے مجھ سے پوچھو خدا کی قسم تم جو بھی پوچھو گے میں تمہیں بتاؤں گا مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو خدا کی قسم ایسی کوئی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کو، میدان میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر، اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کو بھر دوں،

نو حصے علم

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں علم کے دس حصوں سے نو حصے علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیا گیا ہے اور خدا کی قسم علم کے باقی ماندہ دسویں حصے میں بھی حضرت علی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں

حضرت امیر معاویہ کو اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرت علی کی خدمت میں خط لکھ کر پوچھ لیتے جب انہیں حضرت علی کی شہادت کا علم ہوا تو کہا ابن ابی

طالب کی موت سے فقہ اور علم جاتے رہے"
حضرت عمر فاروقؓ اس مشکل سے پناہ مانگتے تھے جسے حل کرنے کے لئے ابوالحسن یعنی علی موجود نہ ہوں"
حضرت عطا سے پوچھا گیا کیا حضرت علی سے زیادہ علم والا بھی کوئی شخص تھا؟ انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جو حضرت علی سے زیادہ علم والا ہو"

حضرت علی کے ایک ساتھی ضرار صدائی کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت معاویہ نے مجھے کہا حضرت علی کے اوصاف بیان کر"
میں نے کہا اے امیرالمومنین مجھے معاف فرمائیں"
حضرت معاویہ نے فرمایا اوصاف بیان کرو"
میں نے کہا خدا کی قسم حضرت علی عظیم المرتبت اور زبردست قوتوں کے مالک تھے"
دوٹوک فیصلہ کرتے اور انصاف کا حکم دیتے"
ان کے پہلوؤں سے علم کے دھارے پھوٹتے تھے حکمت ان کے اردگرد بولتی تھی"
دنیا اور اس کی آرائش سے متوحش رہتے رات اور اس کی تنہائی سے مانوس ہوتے"
بہت زیادہ روتے اور طویل فکر کرتے!
ایسا لباس پسند فرماتے جو مختصر ہو اور ایسا کھانا کھاتے جو نرم نہ ہو"

ہمارے درمیان اِس طرح رہتے جیسے ہم میں سے ایک ہوں،
جب ہم اُن سے کوئی سوال کرتے ہمیں اُس کا جواب دیتے، ہم کوئی بات
پُوچھتے اُس کی خبر دیتے"

خدا کی قسم! ہم اُن کے قریب رہتے تھے اور اُنہوں نے ہمیں اپنے قریب
کر رکھا تھا، بایں ہمہ ہم اُن کی ہیبت کی وجہ اُن کے سامنے بات نہ کر سکتے تھے،
وُہ دین کی تعظیم کرتے تھے اور مسکینوں کو اپنی قُربت بخشتے تھے"
نہ تو طاقتور کو اُن سے باطل فیصلے کا لالچ تھا اور نہ کمزور اُن کے انصاف
سے مایوس تھا،

میں خُدا کو گواہ بنا کر کہتا ہُوں! میں نے اُنہیں رات کی تاریکی میں دیکھا
اُنہوں نے اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ رکھا تھا اور اِس طرح مُضطرب اور بے چین
تھے جیسے وُہ زخمی جسے سانپ نے ڈس لیا ہو، آپ غمزدہ اور المناک صورت میں
روتے ہُوئے فرماتے تھے!

اے دُنیا تو کسی اور کے پاس چلی جا تُو زیب و زینت کے ساتھ میری طرف
مائل ہونے کا فریب کسی اور کو دے، دُور ہو جا میں نے تجھے تین بائن طلاقیں
دے رکھی ہیں جن کے بعد رجُوع مُمکن نہیں"
اے دُنیا! تیری عُمر کم اور خطرات بے وُقعت ہیں، افسوس! سفر دُور،
راستہ وحشت انگیز اور زادِ راہ قلیل ہے"،

حضرت معاویہ یہ سُن کر رونے لگے اور فرمایا! اللہ تعالیٰ ابُو الحسن یعنی حضرت علیؓ
پر رحم فرمائے وُہ ایسے ہی تھے، اے ضرار آپ کو اُن کا کس قدر غم ہے؟
حضرت ضرار نے کہا! ایسا غم ہے جیسے کسی ماں کا بچہ اُس کی گود میں
ذبح کر دیا جائے"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مزید خصوصیات اِس کتاب کے اِختتام پر
خُلفائے راشدین کے فضائل کے سلسلے میں بیان کی جائیں گی تاکہ دونوں طرح
کے فضائل واضح ہو جائیں اور دونوں قسم کی فضیلتوں کا حق ادا ہو سکے،

سبط و خوشبوئے رسُول امیر المومنین حضرت امام حسن علیہ السلام

نقل حدیث کے ساتھ امام حسن علیہ السلام آخری خلیفۂ راشد ہیں آپ کی ولادت مبارکہ ۱۵۔ رمضان المبارک ۳ھ میں ہوئی، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا نام حسن رکھا، ساتویں روز عقیقہ کیا اور سر کے بال منڈا کر اُن کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا،

حضرت ابُو احمد عسکری فرماتے ہیں! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا نام حسن رکھا اور کنیت ابو محمد تجویز فرمائی، اور یہ نام دورِ جاہلیت میں کسی کا نہ تھا،

اچھی سواری اچھا سوار

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں اُنھوں نے فرمایا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن علیہ السلام کو شانۂ اقدس پر بٹھا رکھا تھا کسی نے دیکھ کر کہا اُے صاحبزادے آپکو کتنی اچھی سواری ملی ہے؟

نبی کریم علیہ الصلواۃ والتسلیم نے فرمایا اور سوار بھی تو اچھا ہے،

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے دیکھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو کاندھوں

پر بٹھا رکھا ہے اور آپ فرماتے ہیں! اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہو تو بھی اس سے محبّت کر۔"

میرا بیٹا سردار ہے

بُخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور جناب حسن بن علی آپ کے ساتھ تھے آپ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھ لیتے اور ایک مرتبہ امام حسن کی طرف دیکھ لیتے اور فرماتے"

اِنَّ ابنی ھٰذَا سَیِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُصلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ"

یقیناً میرا یہ بیٹا سردار ہے شائد اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعہ سے مُسلمانوں کے دو گروہوں میں صُلح کرادے"

ابو بکرہؓ سے دُوسری روایت ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدہ میں جاتے تو حضرت امام حسن آپ کی پُشت انور پر سوار ہو جاتے، یہ عمل کئی بار ہُوا تو صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی خدمت میں عرض کی ہم نے آپ کو کسی کے ساتھ ایسا کرتے نہیں دیکھا! آپ نے فرمایا!

یعنی میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا

نماز میں سواری

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب اور آپ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ امام حسنؓ تھے میں نے دیکھا! آپ سجدے میں ہوتے تو امام حسنؓ آکر آپ کی پشت یا گردن پر سوار ہو جاتے اور جب تک حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں خود نہ اتارتے نہ اترتے اور میں نے دیکھا! حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات رکوع میں ہوتے تو پاؤں کھول دیتے یہاں تک کہ امام حسن علیہ السلام ٹانگوں کے درمیان سے دوسری طرف نکل جاتے،

مصطفےٰ سے مشابہت

بخاری میں عقبہ بن حارث سے ابی ملیکہ کی روایت آئی ہے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر نکلے اور حضرت حسن بن علی علیہما السلام کو کھیلتے دیکھا تو انہیں پکڑ کر اپنی گردن پر سوار کر لیا اور کہتے میرا باپ آپ پر قربان آپ حضرت علی سے نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہیں یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مسکرانے لگے، ایسے ہی جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب امام حسن علیہ السلام کو ہاتھوں پر جھلاتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں،

میری محبت اسکی محبت ہے

حضرت زہیر بن ارقم سے روایت ہے کہ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو قبیلہ ازدِ شنوۃ کے ایک شخص نے اُٹھ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے دیکھا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گود میں اُٹھا رکھا تھا اور آپ اِس حال میں فرماتے تھے!

یعنی جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اِس سے محبت کرے اور حاضر یہ بات غایب کو پہنچا دے"
اگر مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم مقصود نہ ہوتی تو میں کسی سے یہ حدیث بیان نہ کرتا"
حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا!

الٰہی میں اِس سے محبّت کرتا ہُوں اور اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں جو اِس سے محبت کرتا ہے"
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کے بعد مجھے امام حسن علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا"

آنسو آجاتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دُوسری روایت آتی ہے کہ میں نے جب بھی امام حسن علیہ السلام کی زیارت کی میری آنکھوں سے سیلِ اشک بہنے

لگا اور یہ اس لئے ہے کہ میں ایک روز مسجد میں تھا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے نکلے تو میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ پر بوجھ ڈال کر چلنے لگے یہاں تک کہ آپ قینقاع کے بازار کو دیکھ کر واپس مسجد میں تشریف لے آئے اور بیٹھ کر فرمایا میرے بیٹے کو بلاؤ، اسی اثناء میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا منہ کھولا اور اپنا منہ اُن کے منہ میں دیتے ہوئے فرمایا!

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ وَاُحِبُّ مَنْ یُّحِبُّهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اُس سے بھی محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرتا ہے یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی

حج اور سخاوت

کہا کہ امام حسن علیہ السلام نے دس حج پا پیادہ ادا کئے اور آپ فرمایا کرتے تھے مجھے حیا آتی ہے کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کروں اور اُس کے گھر کی طرف پیدل نہ جاؤں۔

نیز یہ کہ آپ نے اپنا مال تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا، یہاں تک کہ ایک جوتا رکھ لیتے اور ایک خیرات کر دیتے اور دو بار آپ نے اپنا سارے کا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیا،

ہم پاک ہیں

آپ کا یہ فرمان سچ ثابت ہوا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، الیٰ آخر الحدیث کیونکہ

جب آپ اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو چالیس ہزار سے زائد افراد نے آپ کے ہاتھوں پر جان فدا کرنے کی بیعت کی تھی، یہ لوگ امام حسن علیہ السلام کے مطیع و فرماں بردار اور آپ سے محبت کرنے والے تھے آپ سات ماہ تک عراق و خراسان اور یمن و حجاز وغیرہ کے خلیفہ رہے اور پھر بغیر لڑائی جھگڑا کرنے کے یہ امر معاویہ کے سپرد کر دیا، حالانکہ آپ صاحب عزت تھے مگر مسلمانوں کا خون بہانے سے ڈرتے تھے، جب آپ نے امیر معاویہ سے بیعت کر لی تو اُن کے کوفہ میں داخل ہوتے سے پہلے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا!

اے لوگو ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور تمہارے نبی کے اہل بیت ہیں وُہ اہلبیت جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دُور کر کے اُنہیں اچھی طرح پاکیزہ فرما دیا ہے یہ بات آپ نے متعدد بار کہی یہاں تک کہ لوگ رونے لگے اور ہر شخص کی چیخیں نکل گئیں

میں نے اپنا حق اللہ کے لئے دیا ہے

جب امیر معاویہ کوفہ میں داخل ہوئے تو اُنہوں نے آپ کو کہا اے حسن! ہمارے درمیان جو معاملہ طے پایا ہے اُس کا اُٹھ کر لوگوں میں اعلان کر دیں،،

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا! اے لوگو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے اول کے ساتھ تمہیں ہدایت نصیب فرمائی اور آخر کے ساتھ تمہارے خون کی حفاظت فرمائی، غور سے سنو! سب سے بڑی دانائی اور عقلمندی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے اور سب سے بڑی کمزوری اور عجز فجور اور بدکاری ہے، میرے اور معاویہ کے درمیان جو

اختلاف تھا یا تو وہ اس کے زیادہ مستحق ہوں گے یا میں زیادہ مستحق ہوں گا اگر میرا حق تھا تو میں نے اسے اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اصلاح اور تمہارے خونوں کی حفاظت کی خاطر اللہ عزّوجل کے لئے چھوڑ دیا ہے،

بعد ازاں آپ نے حضرت امیر معاویہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حسین

نہیں معلوم شاید یہ امر تمہارے لئے ایک فتنہ ہو اور ایک مدت تک نفع حاصل کرنا ہو۔"

خلافت باطنی

علامہ صبان فرماتے ہیں! جب امام حسن علیہ السلام محض اللہ تعالیٰ کے لئے اس خلافت سے دست بردار ہو گئے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں اور اُن کے اہل بیت کو خلافت باطنیہ سے نواز دیا یہاں تک کہ بعض عُلماء کا مذہب ہے ہر زمانے میں قُطب اولیاء اہلبیت کرام میں سے ہی ہوگا،

جن عُلماء کا قول ہے کہ اہلبیت کرام کے علاوہ بھی قُطب الاولیاء ہو سکتا ہے اُن میں استاذ ابو العباس مرسی ہیں جیسا کہ اُن کے شاگرد تاج بن عطا اللہ کا بیان ہے"

پہلا قطب کون ہے

کیا پہلے قطب امام حسن علیہ السلام ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؛ تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطبیت حاصل کرنے والی جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور آپ اپنی پوری حیات طیبہ میں

اِس منصب پر فائز رہیں"

پھر اِن سے یہ منصب حضرت ابوبکر صدیق کو پھر حضرت عمر فاروق کو پھر حضرت عثمان غنی کو پھر حضرت علی کو اور پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملا،

اِس سلسلہ میں پہلا مسلک ابو العباس مرسی کا اور دوسرا ابو المواہب تونسی کا ہے جیسا کہ طبقاتِ مناوی میں بیان کیا گیا ہے"

ہر سلسلہ اہلبیت تک پہنچتا ہے

میں نے شرح مناوی الکبیر علیٰ جامع الصغیر میں دیکھا جس میں حوالی کا بیان ہے کہ طریقت کے تمام سِلسلوں میں ہر اہلِ طریقت کا سلسلہ مشائخ و مریدین اہلبیت کرام تک پہنچتا ہے، کیونکہ عام مشائخ کے سلسلے تاج العارفین ابی القاسم حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچتے ہیں اور اُنہوں نے اپنے ماموں حضرت سری سقطی سے فیض حاصل کیا ہے اور سری سقطی نے امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے غلام حضرت معروف کرخیؒ سے فیض حاصل کیا ہے جب کہ حضرت امام علی بن موسیٰ رضا نے اپنے آبائہ الکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فیض حاصل کیا پس تمام سلسلہ ہائے طریقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچے ہیں اور یہی حزب اللہ ہے انتھٰی،

اقوال و وصیت

بعد ازاں اُنہوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے یہ اقوال نقل کئے ہیں

مُروّت: عفّت و اصلاحِ حال کا نام ہے،

اُخوّت: سختی نرمی کے ادوار میں اُنس و غم خواری کا نام ہے"

غنیمت بارده! تقویٰ اور پرہیزگاری کی رغبت کا نام ہے،
آپ اپنے اور اپنے بھائی کے بیٹوں کو فرمایا کرتے!
علم حاصل کرو اگر اُسے حفظ نہ کر سکو تو لکھ کر اپنے گھروں میں رکھ لیا کرو،
آپ نے اپنے آخری وقت میں اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو وصیت فرمائی "

بھائی جان میں آپ کو وصیت کرتا ہوں! خلافت کی طلب نہ کرنا، خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خلافت اور نبوت کو جمع نہیں فرمائے گا آپ کو سفہیان کوفہ سے بچ کر رہنا ہے کہیں وہ آپ کو خروج پر آمادہ نہ کریں جو باعث ندامت ہو اور ندامت بے فائدہ ہو جائے،

علامہ ابن سعد سعید بن عبدالرحمٰن سے عبید کی روایت کی نقل کرتے ہیں، کہ قریش کے کچھ لوگ اپنی مفاخرت بیان کر رہے تھے اور اس سلسلہ میں ہر شخص نے کچھ نہ کچھ کہا، امیر معاویہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا! آپ کو تفاخر بیان کرنے سے کس چیز نے روک رکھا ہے جب کہ آپ صاحب بستان ہیں؟"

یعنی آپ کی قوت بیانیہ کم تو نہیں،

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ان لوگوں نے جو فضیلت و کرامت بیان کی ہے مجھ میں اس کا جوہر اور روح موجود ہے اور مجھے اس میں بہر حال سبقت حاصل ہے،

کون افضل ہے

شیخ اکبر محی الدین عربی، نے مسامرات میں بیان کیا ہے! ایک دن حضرت

معاویہ کے پاس قریش کے اشراف وغیرہ موجود تھے انہوں نے اُن سے پوچھا مجھے بتائیں چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں اور نانی کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ اکرام والا کون ہے!

حضرت مالک بن عجلانؓ نے اُٹھ کر امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہیں، ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ "الکریم ہیں"

ان کی والدہ مکرمہ حضرت فاطمۃ الزہرا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں"

ان کی نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں،

ان کے نانا جان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں،

ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں اُڑنے والے ہیں"

ان کی پھوپھی حضرت اُم ہانی بنت حضرت ابو طالبؓ ہیں،

ان کے ماموں اور خالائیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں"

عجلان کی یہ گفتگو سن کر لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی اور امام حسن علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے، بنو سہم کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر امام حسن علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا عجلان نے یہ باتیں آپ کے حکم سے کی ہیں"

عجلان نے کہا مجھے انہوں نے نہیں کہا، بلکہ میں نے وہ بات کی ہے جو حق تھی اس لئے کہ جو شخص مخلوق کی رضا حاصل کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا وہ دنیا میں بھی محروم تمنا رہے گا اور آخرت میں بھی اُس پر شقاوت کی مہر لگا دی جائے گی"

بنو ہاشم تم سب میں زیادہ عزت افتخار اور غیرت و حمیت والے ہیں، اے معاویہ کیا ایسا ہی ہے؛ امیر معاویہ نے کہا! الٰہی ہاں ایسا ہی ہے"

ایک قول کے مطابق سیدنا امام حسن علیہ السلام ۵۰ھ ہجری میں زہر سے شہید ہوئے اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

مال کے وظیفے سے بڑا وظیفہ

فائدہ: حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ تاریخ الخلفاء میں فرماتے ہیں: بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام بن محمد کے طریق پر اُن کے باپ سے روایت بیان کی کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کو ہر سال ایک لاکھ درہم وظیفہ ملتا تھا ایک سال امیر معاویہ نے تاخیر کر دی جس کی وجہ سے آپ نے شدید تنگی محسوس کی، امام عالی مقام فرماتے ہیں میں نے معاویہ کو خط کے ذریعے یاد دلانے کے لئے دوات مانگی پھر مگر پھر خود ہی یہ ارادہ ترک کر دیا۔

بعد ازاں میں نے خواب میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے فرمایا اے حسن کیسے ہو!

میں نے کہا بابا جان خیریت سے ہوں، اور پھر شکایت کی کہ معاویہ نے مال بھیجنے میں تاخیر کر دی ہے۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے جیسی مخلوق کو یاد دہانی کرانے کے لئے قلمدان طلب کیا تھا کہ اسے خط لکھو؟

میں نے عرض کی ہاں! یا رسول اللہ پھر کیا کیا کروں؟ آپ نے فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ اَقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ،

الٰہی میرے دل میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے سوا سے میری امید کو قطع کر دے یہاں تک کہ تیرے سوا کسی سے اُمید نہ رکھوں،

اللّٰھم وما ضعفت عنہ قوّتی وقصر عنہ عملی ولم تنتہ الیہ رغبتی ولم تبلغہ مسالتی ولم یجر علی لسانی مما اعطیت احدًا من الاولین والآخرین من الیقین فخصنی بہ

الٰہی میری قوت اس سے کمزور ہے اور میرا عمل اس سے قاصر ہے نہ اس تک میری خواہش پہنچی ہے اور نہ میرا سوال پہنچا ہے اور نہ ہی میرا سوال میری زبان پر جاری ہوا ہے۔

اے سب جہانوں کے پالنے والے مجھے ایسے یقین کی پناہ عطا فرما جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی ایک کو عطا فرمائی۔

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں خدا کی قسم یہ دعا مانگتے ہوئے ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ معاویہ نے مجھے پندرہ لاکھ درہم کی رقم بھیج دی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنی یاد کرنے والوں کو یاد رکھتا ہے اور دعا کرنے والوں کو مایوس نہیں کرتا۔

بعد ازاں مجھے پھر خواب میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا! حسن کیسے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ خیریت سے ہوں اور یہ تمام واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کر دیا، آپ نے فرمایا! اے میرے بیٹے جو خالق سے امید رکھے اور مخلوق سے امید نہ رکھے اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔

وہ جگر گوشۂ رسولؐ ابو عبد اللہ!

امام حسین علیہ السلام

امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت شعبان المعظم ۴ھ میں ہوئی حضرت جعفر بن محمدؒ فرماتے ہیں امام عالی مقام امام حسن اور امام عالی مقام امام حسین علیہما السلام کی ولادتوں کے حمل میں ایک طہر کا وقفہ تھا جبکہ بعض نے اس وقفے کی مدت پچاس دن بتائی ہے،

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پہلی خوراک اپنے لعاب دہن مبارک کی دیکر اُن کے کانوں میں اذان دی اور دوبارہ اپنا لعاب دہن مبارک اُن کے منہ میں ڈالا اور دعا فرمائی، ساتویں روز اُن کا عقیقہ کیا اور اُن کا نام حسینؑ رکھا،

اسعاف الراغبین میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام بچپن ہی میں بہادر اور شجاع تھے، آپ کے فضائل میں آنے والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ احادیث میں سے چند ایک یہ ہیں

« حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ ، اَللّٰهُمَّ أَحِبَّ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا ، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الأَسْبَاطِ » .

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، الہٰی جو حسین سے محبت رکھے تو اُس سے محبت فرما، حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں،

وقوله عليه الصلاة والسلام « مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنظُرَ إلى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ » وفي لفظ « إلى سَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ الجَنَّةِ فَلْيَنظُرْ إلى الحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ » .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص چاہتا ہے جنت کے مرد اور ایک روایت کے مطابق جنت کے جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی کو دیکھ لے،

خدا و مصطفیٰ کا محبوب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا!

« أَيْنَ لُكَعُ ، فَجَاءَ الحُسَيْنُ يَمْشِي حَتَّى سَقَطَ فِي حِجْرِهِ فَجَعَلَ أَصَابِعَهُ فِي لِحْيَةِ رَسُولِ اللهِ صلى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ، فَفَتَحَ صلى اللهُ عليهِ وسلم فَمَهُ أَي الحُسَيْنَ فَأَدْخَلَ فَاهُ فِي فِيهِ ثُمَّ قَالَ : اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَاحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ » .

یعنی بچہ کہاں ؟ اسی اثناء میں حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کی گود میں بیٹھ کر آپ کی ڈاڑھی مبارک میں انگلیوں سے خلال کرنے

لگے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین کا منہ مبارک کھول کر اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں ڈال دی پھر فرمایا!

الٰہی! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِس سے محبت کر اور اُس سے بھی محبت فرما جو اِس سے محبت کرے"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ میں نے دیکھا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسین علیہ السلام کا لعاب دہن اِس طرح چوس رہے تھے جس طرح کوئی شخص کھجور چوستا ہے، اور انہی سے یہ روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبے شریف کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لے آئے، آپ کو دیکھ کر ابن عمر نے کہا!

یہ آج آسمان والوں میں تمام اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں"

ابن الکثیر وغیرہ نے کہا! امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے پچیس حج پا پیادہ کئے، آپ بے پناہ فضائل کے مالک تھے اور صوم و صلواۃ، حج و صدقات و دیگر امور خیر بکثرت ادا فرمایا کرتے تھے"

میں بہتر جانتا ہوں

کہتے ہیں آپ کو اپنے برادر مکرم حضرت امام حسن علیہ السلام کا امیر معاویہ کے حق میں دست بردار ہونا پسند نہ تھا چنانچہ آپ نے اُن سے پوچھا خدا کی قسم کھا کر بتائیں، آپ معاویہ کی باتوں کی تصدیق اور اپنے والد گرامی کی باتوں کی تکذیب

کرتے ہیں؛ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا آپ اس امر میں خاموش رہیں میں اسے آپ سے بہتر طور پر جانتا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ الاصابہ میں بیان کرتے ہیں، امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام ہمیشہ مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً میں سکونت پذیر رہے یہاں تک کہ آپ اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کوفہ تشریف لے گئے اور وہاں سے اُن کے ساتھ جنگ جمل و صفین اور خوارج کی جنگ میں حصہ لیا۔

یہاں تک کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت واقع ہو گئی اور آپؑ اُن کے پاس تھے بعد ازاں آپ اپنے برادر مکرم حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ رہے جب اُنہوں نے امر خلافت چھوڑ دیا اور امیر معاویہ کے حق میں دست بردار ہو کر مدینہ منورہ آگئے، تو امام حسین علیہ السلام بھی اُن کے ساتھ مدینہ منورہ میں آگئے اور امیر معاویہ کی وفات تک مدینہ منورہ ہی میں قیام پذیر رہے۔

بعد ازاں آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہاں پر آپ کو اہل عراق کے خطوط موصول ہوئے جن میں لکھا تھا، امیر معاویہ کے فوت ہو جانے کے بعد ہم لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی ہے، آپ نے اُن کے جواب میں اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اُن کے پاس بھیجا اُنہوں نے حضرت مسلم کے ہاتھوں پہ بیعت کر لی تو حضرت مسلم نے اِس امر کی اطلاع آپ کو بھیج دی، یہ اطلاع ملنے کے بعد آپ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف جا رہے تھے کہ ایک آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آگیا۔

اہلِ کوفہ کے خطوط

عمار بن معاویہ ذہبی بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر بن علی بن حسین علیہم السلام کی خدمت میں عرض کی آپ مجھے اپنے جدِ امجد امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعات اس طرح سنائیں جیسے میں وہ میدان کربلا میں تمام واقعات آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا!

امیر معاویہ کا انتقال ہوا تو اس وقت مدینہ منورہ کا عامل ولید بن عتبہ بن ابوسفیان تھا اس نے امام حسین علیہ السلام کو بلایا کہ وہ رات کو یزید کی بیعت کرلیں۔

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میرے ساتھ سختی نہ کر اور کچھ دیر انتظار کر بعد ازاں آپ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے، وہاں پر آپ کے پاس اہلِ کوفہ کے خطوط آئے جن میں لکھا گیا تھا ہم نے کوفہ کے گورنر کے ساتھ جمعہ ادا کرنا چھوڑ دیا ہے ہمیں آپ کا انتظار ہے لہٰذا یہاں تشریف لے آئیں، ان دنوں کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے،

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے حضرت امام مسلم بن عقیل کو بلا کر فرمایا آپ کوفہ میں جا کر اہلِ کوفہ کے خطوط کے بارے میں پتہ کریں اگر ان کی بات درست ہوئی تو ہم بھی آجائیں گے،

حضرت مسلم کوفہ میں

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور وہاں سے دو رہبروں کی راہنمائی میں خشکی کے راستے کوفہ کی طرف

پڑے، اثناءِ راہ میں ان لوگوں کو شدید پیاس کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ ایک رہبر فوت ہو گیا، بہرکیف! حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچ گئے اور عوسجہ کے گھر تشریف لے گئے۔

اہلِ کوفہ کو آپ کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا تو بارہ ہزار افراد آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے، اسی اثناء میں یزید کے ایک حامی نے کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر کو کہا یا تو آپ فی الواقع کمزور ہیں یا پھر آپ کو کمزور سمجھ لیا گیا ہے اور شہر میں شورش بپا ہے۔"

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی فرماں برداری میں کمزور ہونا اُس کی نافرمانی میں طاقت ور ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔"

ابن زیاد کوفہ میں

یزید کے حمایتی نے ان تمام حالات کی اطلاع بذریعہ خط یزید کو بھیج دی یزید کو خط ملا تو اُس نے اپنے غلام سرجون کو بلا کر مشورہ پوچھا تو اُس نے کہا اِن حالات میں کوفہ کے لئے زیاد بن عبید اللہ سے بہتر کوئی شخص نہیں ہوگا،

اگرچہ یزید ابن زیاد سے ناخوش تھا اور اُسے بصرہ کی گورنری سے معزول کرنے پر تُلا بیٹھا تھا، مگر اندریں صورت اُس نے ابن زیاد کو خط لکھ کر بتایا! میں نے تجھ سے اپنی ناراضگی ختم کر دی ہے اور تجھے بصرہ کی بجائے کوفہ کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے وہاں جا کر مسلم بن عقیل کو تلاش کر کے قتل کر دے۔"

عبید اللہ بن زیاد نے بصرہ سے چند گنے چنے لوگوں کو ساتھ لیا اور نقاب پہنے ہوئے کوفہ میں پہنچ کر لوگوں کو سلام کرتا ہوا بڑھتا رہا لوگ اپنے گمان

میں اُسے امام حسینؓ سمجھتے رہے اور اُسے یا ابن رسُول اللہ کہتے ہوئے سلام کا جواب دیتے رہے، یہاں تک کہ ابن زیاد قصرِ شاہی میں داخل ہو گیا، وہاں سے اُس نے اپنے ایک غلام کو تین ہزار درہم دیتے ہوئے کہا شہر میں جا کر اُس شخص کے بارے میں معلوم کرو جس کی کُوفہ والے بیعت کر رہے ہیں"

جب وُہ مل جائے تو یہ تین ہزار درہم اُنہیں بطور نذرانہ پیش کر کے بیعت ہو جانا اور بتانا کہ میں حمص کا رہنے والا ہوں"

چنانچہ یہ غلام وہاں سے آکر لوگوں میں شامل ہو گیا اور اُس بزرگ کو ملا جو بیعت کے سِلسلہ میں آپ کی نیابت کر رہا تھا، جب اُس غلام نے حضرت مُسلم سے بیعت ہونے کو کہا تو اُس بزرگ نے کہا مجھے اِس بات کی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت نصیب فرمائی مگر اِس بات کا غم ہے کہ ابھی ہمارا معاملہ کمزور ہے، بعدازاں وُہ اُسے حضرت مُسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لے کر آگیا، اُس غلام نے آپ کی بیعت کی نذرانہ پیش کیا اور واپس آکر ابن زیاد کو تمام حالات بتا دیئے،

ابن زیاد کی آمد پر حضرت مُسلم بن عقیل نے اپنا ٹھکانہ بدل لیا تھا اور اُس وقت حضرت ہانی بن عروہ مرادی کے گھر تشریف رکھتے تھے، جہاں پر ابن زیاد کے غلام نے اُن سے ملاقات کر کے ابن زیاد کو بتایا،

ابن زیاد نے اہلِ کُوفہ سے ملاقات کی تو کہا آپ سب لوگ آگئے مگر ہانی بن عروہ میری ملاقات کو نہیں آیا، چنانچہ ابن زیاد کے ایماء پر محمد بن اشعث کُوفہ کے چند سرداروں کو لیکر ہانی کے گھر گیا تو گھر کے دروازہ پر اُن سے ملاقات ہو گئی، ابن اشعث نے اُنہیں کہا آپ کی کمی محسوس کرتے ہوئے گورنر نے آپ کو بُلایا ہے، ہانی سوار ہو کر ابن زیاد کے پاس پہنچے تو اُس وقت وہاں پر

قاضی شریح بھی موجود تھے،

ابن زیاد نے حضرت ہانی سے پوچھا! مسلم بن عقیل کہاں ہیں؟

ہانی نے کہا! میرے علم میں نہیں کہ وہ کہاں ہیں،

ابن زیاد نے یہ سن کر اُن کے سامنے اُس غلام کو پیش کر دیا جس نے حضرت مسلم کو درہموں کا نذرانہ پیش کیا تھا،

حضرت ہانی نے غلام کو دیکھا تو ابن زیاد کے ہاتھوں پر گرتے ہوئے کہا! خدا کی قسم میں نے اُنہیں اپنے گھر میں نہیں بلایا بلکہ اُنہوں نے خود ہی میرے گھر میں ڈیرا جما لیا ہے،

ابن زیاد نے کہا! اگر یہ بات ہے تو اُنہیں میرے سامنے پیش کر دو،

حضرت ہانی نے اِس میں تامل کیا تو ابن زیاد نے اُنہیں اپنے قریب بُلا کر کوڑے کی ضرب لگائی اور قید میں ڈال دینے کا حکم دے دیا،

ہانی کے گھر والے

حضرت ہانی کے اہل خانہ کو اِس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ گورنر ہاؤس کے سامنے جمع ہو گئے، ابن زیاد کو محل کے باہر شور سُنائی دیا تو اُس نے قاضی شریح سے کہا اِن لوگوں کو جا کر بتا دیں کہ میں نے اُنہیں حضرت مسلم کے بارے میں رپورٹ حاصل کرنے کے لئے روکا ہوا ہے، قاضی شریح نے یہ پیغام اُنہیں پہنچا دیا اور وہ لوگ گھروں کو چلے گئے،

حضرت مسلم کا اعلان

حضرت مسلم کو اِس امر کی اطلاع ہوئی تو اُنہوں نے اعلان کر دیا جس پہ

چالیس ہزار کوفی جمع ہو گئے اور آپ سوار ہو کر گورنر ہاؤس پہنچ گئے، ابن زیاد نے کوفہ کے سرداروں کو کہا محل کے قریب جمع ہونے والے لوگوں کو واپس کردو چنانچہ ہر قبیلے کا سردار اُٹھا اور اُس نے اپنے اپنے قبیلے کے افراد کو واپس کر دیا"

شام ہوئی تو حضرت مُسلم کے ساتھ صرف چند لوگ باقی رہ گئے اندھیرا مزید گہرا ہوا تو باقی ماندہ لوگ بھی آپ سے الگ ہو گئے اور آپ اکیلے رہ گئے، رات ہوئی تو آپ نے دروازہ میں بیٹھی ہوئی ایک عورت سے پانی طلب کیا، اُس عورت نے پانی پیش کیا آپ پانی پی کر وہیں پر کھڑے رہے تو اُس عورت نے کہا اے خدا کے بندے کیا بات ہے، آپ کچھ پریشان معلوم ہوتے ہیں؟

آپ نے فرمایا! میں مُسلم بن عقیل ہوں کیا آپ مجھے پناہ دیں گی؟ اُس نے کہا ہاں آجائیں، تو آپ اُس کے گھر میں داخل ہو گئے"

حضرت مُسلم کی شہادت

اُس خاتون کا بیٹا محمد بن اشعث کے موالی میں سے تھا اُس نے ابن اشعث کو بتا دیا کہ حضرت مُسلم ہمارے گھر میں چھپے ہوئے ہیں، حضرت مسلم کو جب اس گھر کے محاصرے کا علم ہوا تو آپ تلوار لیکر باہر نکل آئے، ابن اشعث نے آپ کو امان دینے کے بعد اپنے ساتھ لیا اور ابن زیاد کے پاس آگیا پھر ابن زیاد کے حکم پر آپ کو محل کی چھت پر لے جا کر شہید کر دیا گیا"

بعد ازاں حضرت ہانی بن عروہ کو بھی شہید کر دیا گیا اور ہر دو حضرات کو مصلوب کر دیا، اُن کے شاعر نے اس واقعہ پر شعر کہے جن میں سے ایک یہ ہے

وَإِنْ كُنْتِ لَاتَدْرِينَ مَا الْمَوْتُ فَانْظُرِي

إِلَى هَانِيءٍ فِي السُّوقِ وَابْنِ عَقِيلِ

اگر تو نہیں جانتا کہ موت کیا ہے تو بازار میں ہانی اور عقیل کے بیٹے کو دیکھ لے،

گھوڑے بھی پیدل بھی

حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع اس وقت ملی جب آپ قادسیہ سے صرف تین میل دور تھے،

وہاں پر آپ کی ملاقات حر بن یزید تمیمی سے ہوئی، اس نے کہا آپ واپس چلے جائیں کیونکہ میں نے اپنے پیچھے آپ کے لئے کوئی بھلائی نہیں دیکھی اور پھر آپ کو حضرت مسلم کی شہادت کا واقعہ سنا دیا،

آپ کے ساتھ حضرت مسلم کے بھائی تھے آپ نے ان سے واپسی کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں ہونگے جب تک اپنے بھائی کا انتقام نہ لے لیں یا قتل نہ ہو جائیں چنانچہ آپ آگے روانہ ہو گئے،

عبید اللہ بن زیاد نے آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر تیار کر رکھا تھا جس کے ساتھ کربلا کے مقام پر ٹکراؤ ہوا، حضرت امام حسین علیہ السلام اس مقام پر پہنچ کر اتر گئے آپ کے ساتھ پینتالیس افراد گھوڑوں پر سوار تھے اور ایک سو افراد پیادہ تھے، ابن زیاد کے لشکر سے ملاقات ہوئی جس کا سپہ سالار عمرو بن سعد بن ابی وقاص تھا ابن زیاد نے اسے لکھ کر دے دیا تھا کہ جب تم امام حسینؓ کے معرکہ سے واپس آؤ گے تو تمہیں رے کا عامل بنا دیا جائے گا،

ایک خود ساختہ شرط

عمرو بن سعد سے ملاقات ہوئی تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ان تین باتوں میں سے ایک بات مان لے"

اول یہ کہ! ہم کسی سرحد پر چلے جاتے ہیں

دوم یہ کہ! ہم واپس مدینہ منورہ چلے جاتے ہیں

سوم یہ کہ! ہمیں خود یزید کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے دو[1]

عمرو بن سعد نے آپ کی یہ بات مان کر ابن زیاد کو اِس امر کے بارے میں لکھا تو اُس نے کہا مجھے یہ قبول نہیں تاوقتیکہ وہ پہلے میری بیعت نہ کریں، امام حسین نے اِس بات سے انکار کیا تو یزید کے لشکر نے آپ سے جنگ شروع کردی آپ کے ساتھیوں کو جن میں اہلبیت کرام کے سترہ جوان بھی شامل تھے شہید کر دیا گیا اور آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا"

ابن زیاد نے آپ کے سر مبارک اور اہلبیت کو جن میں بیمار زین العابدینؑ اور اُن کی پھوپھی حضرت زینب بھی تھے یزید کے پاس بھیج دیا، جب یہ لوگ یزید کے پاس پہنچے تو اُس نے انہیں پہلے اپنے گھر والوں کے پاس اور پھر مدینہ منورہ کو روانہ کر دیا"

حافظ ابن حجر عسقلانی مندرجہ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں متقدمین کی ایک جماعت نے مقتلِ حسین میں کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں اِس واقعہ کے

---

[1] انتہائی قلیل کتابوں میں یہ لا اصل اور الحاقی جملہ پایا جاتا ہے مگر حقیقت سے اِس کا دور کا بھی تعلق نہیں اِس جملہ کے غلط ترین ہونے کے شواہد ہماری کتاب شہید ابن شہید جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں"

بارے میں غث وسمین اور صحیح وسقیم ہر طرح کی روایات پائی جاتی ہیں مگر میرا بیان اُن سب باتوں سے مستغنی کر دیتا ہے۔"

مجھے حیا آئی

امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ سے صحیح روایت کے ساتھ آیا ہے اُنہوں نے کہا اگر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے والوں میں شامل ہوتا پھر مجھے جنت میں داخل کیا جاتا تو مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھتے ہوئے شرم محسوس ہوئی۔"

حضُور خوُن جمع کرتے تھے

حماد بن سلمہ عمار بن ابی عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا! میں نے دوپہر کو خواب میں حضُور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ کے گیسو مبارک غبار میں آٹے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھوں میں ایک شیشی تھی جس میں خوُن تھا، میں نے عرض کی یارسُول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قرُبان یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حسین اور اُس کے ساتھیوں کا خوُن ہے آج کے دِن میں یہی خوُن جمع کرتا رہا ہُوں، اور یہ وہی دِن تھا جس دِن حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تھا۔"

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے حسین پہ جنات کو نوحہ کرتے ہُوئے سُنا۔"

حضرت زبیر بن بکار نے کہا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی شہادت عاشورہ محرم کے دِن اکسٹھ ہجری کو واقع ہوئی،

ابن اثیر فرماتے ہیں یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا اور بعض نے کہا ہفتہ کا دِن تھا

اسعاف الراغبین میں ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے والوں کی اکثریت اُنہیں لوگوں پر مشتمل تھی جنہوں نے بذریعہ خطوط آپ سے بیعت کی تھی"

قاتل کی سزا

کہتے ہیں حضرت امام کو سنان نخعی یا کسی دُوسرے نے شہید کیا تھا آپکا سر ابنِ زیاد کے پاس لایا گیا تو اُس نے یہ شعر پڑھے

أَوْقِرْ رِكَابِي فِضَّةً وَذَهَبًا ... إِنِّي قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَجَّبَا
قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمًّا وَأَبًا
وَخَيْرَهُمْ إِذْ يُذْكَرُونَ نَسَبًا

میری سواری کو چاندی اور سونے سے لدواؤ کہ میں نے عظیم الشان شہنشاہ کو شہید کیا ہے،

میں نے ایسے شخص کو شہید کیا ہے جو ماں اور باپ کی نسبت سے تمام لوگوں سے افضل اور بہتر تھا،

جب لوگ نسب کی بات کرتے ہیں تو وہ ان سب میں بہتر تھا،

ابن زیاد نے یہ سنا تو غضبناک ہو کر اُن کی گردن اڑادی

زبانِ رسول سے شہادت کی تصدیق

کہا! حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادتِ معظمہ کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔

إنَّ أَهْلَ بَيْتِي سَيَلْقَوْنَ بَعْدِي مِنْ امَّتِي قَتْلاً وَتَشْرِيدًا ، وَإِنَّ أَشَدَّ قَوْمِنَا لَنَا بُغْضًا بَنُو أُمَيَّةَ ، وَبَنُو مَخْزُومٍ » رواه الحاكم .

میرے بعد میری اُمت کے لوگ میرے اہلبیت کو قتل کر دیں گے اور اُن کی نافرمانی کریں گے، ہماری قوم میں ہمارے ساتھ سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ اور بنی مخزوم ہونگے، یہ روایت حاکم نے بیان کی ہے۔

ابن زیاد کا انجام

اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیر کے تحت ابن زیاد اور اُس کے ساتھی عاشورہ محرم ہی کو ۶۷ھ میں قتل ہو گئے، مختار بن عبید ثقفی نے اُس کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس کا سالار ابراہیم بن اُشتر نخعی تھا چنانچہ دوران جنگ میں ابراہیم نخعی نے اُسے خود اپنے ہاتھوں سے واصلِ جہنم کیا، اور اُس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا، مختار نے یہ سر ابنِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بھیجا اور اُنہوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔

نتھنوں میں سانپ

ترمذی نے روایت کی ہے کہ ابن زیاد اور اُس کے ساتھیوں کے سروں
کے ساتھ مسجد میں گاڑ دیا گیا تو ایک سانپ آیا جو دوسرے سروں کے درمیان
سے ہوتا ہُوا ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچ کر اُس کے نتھنے میں داخل ہو گیا بعد ازاں
کچھ دیر رُک کر باہر نکلا اور پھر دو یا تین مرتبہ اُس کے نتھنے کے اندر باہر جاتا آتا
رہا

کفرِ یزید

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے کفر کے قائل تھے تیرے
لئے اُن کا یہ فرمان اِس لئے کافی ہے کہ وُہ تقویٰ و ورع اور پرہیز گاری سے
متصف تھے اُن کی اِس شان کا اقتضاء یہ ہے، کہ انہوں نے یزید کے کفر کا فتویٰ
اُن اُمورِ صریحہ کے ثبوت کے بغیر نہیں لگایا جن کی بنا پر وُہ تکفیر کا مستحق ٹھہرتا ہے
عُلماء کی ایک جماعت جن میں ابن جوزی وغیرہ شامل ہیں کفرِ یزید کے معاملہ میں
حضرت امام بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمنوا ہیں، تاہم اُس کے فاسق ہونے
پر تمام لوگوں کا اجماع ہے جب کہ بعض عُلماء نے اُس کا نام لیکر اُس پر لعنت کرنے
کو جائز قرار دیا ہے، انتہیٰ

علامہ ابن جوزی سے سوال کیا گیا! یزید کو امام حسین علیہ السلام کا قاتل کہنا
کس طرح جائز ہو گا جب کہ وُہ شام میں تھا اور امام حسین علیہ السلام کربلا میں
شہید ہُوئے؟

علامہ ابن جوزی نے اِس کے جواب میں یہ شعر پڑھا!

یعنی اِتیر انداز ذی سلم میں تھا اور تیر عراق میں لگا تیر انشانہ کتنی دُور مار کرتا ہے۔

شہادت حسین سے دُنیا ویران ہو گئی

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں لوگوں نے کثیر تعداد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیے لکھے ایک مرثیہ سلیمان بن قبہ خزاعی کا یہ ہے"

مِنهُمْ أَصَابَ وَرَامِيهِ بِذِي سَلَمٍ
مِنْ بِالْعِرَاقِ لَقَدْ أَبْعَدْتَ مَرْمَاكَ

مَرَرْتُ عَلَى أَبْيَاتِ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلَمْ أَرَ أَمْثَالَهَا حِينَ حَلَّتِ

فَلَا يُبْعِدُ اللهُ الْبُيُوتَ وَأَهْلَهَا
وَإِنْ أَصْبَحَتْ مِنْهُمْ بِرَغْمِي تَخَلَّتِ

وَكَانُوا رَجَاءً ثُمَّ عَادُوا رَزِيَّةً
لَقَدْ عَظُمَتْ تِلْكَ الرَّزَايَا وَجَلَّتِ

أُولَئِكَ قَوْمٌ لَمْ يَشِيمُوا سُيُوفَهُمْ
وَلَمْ تَنْكُ فِي أَعْدَائِهِمْ حِينَ سُلَّتِ

وَإِنَّ قَتِيلَ الطَّفِّ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
أَذَلَّ رِقَابَ الْمُسْلِمِينَ فَذَلَّتِ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْأَرْضَ أَضْحَتْ مَرِيضَةً
لِفَقْدِ حُسَيْنٍ وَالْبِلَادُ اقْشَعَرَّتِ
وَقَدْ أَعْوَلَتْ تَبْكِي السَّمَاءُ لِفَقْدِهِ
وَأَنْجُمُهَا نَاحَتْ عَلَيْهِ وَصَلَّتِ.

میں آلِ محمد کے گھروں سے گذرا تو اُس وقت اُن جیسے آباد گھر کبھی نہ دیکھے تھے،

اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے مکینوں کو دُور نہ فرمائے مگر افسوس وہ اب خالی ہو گئے ہیں،

وُہ لوگوں کی اُمید گاہ تھے مگر خُود مصیبت کا شکار ہو گئے اُن کے مصائب کتنے عظیم تھے،

یہ وُہ لوگ ہیں جو تلواریں میان میں رکھتے تھے اور جب اُنہوں نے تلواروں کو میان سے باہر کیا تو دشمنوں پر ظلم نہیں کیا

میدانِ طف "کربلا" میں شہید ہونے والے ہاشمی پر ظلم ہوا تو مُسلمانوں کی گردنیں ذلت سے خمیدہ ہو گئیں،

کیا تو نے نہیں دیکھا امام حسین علیہ السلام کے اوجھل ہو جانے سے زمین بیمار پڑ گئی اور شہر ویران ہو گئے ہیں،

اُن کی شہادت پر آسمان اور ستاروں نے نوحہ خوانی کرتے ہوئے اُنہیں درود بھیجا۔

فضائل حسنین کریمین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں! جب حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو اُن کا نام حرب رکھا، آپ نے فرمایا!

« أَرُونِي ابْنِي مَا سَمَّيْتُمُوهُ ؟ قُلْنَا حَرْبًا قَالَ : بَلْ هُوَ حَسَنٌ » .

یعنی میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے کہا حرب، فرمایا! بلکہ وہ حسن ہیں

جب حضرت حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُن کا نام حرب رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا!

« أَرُونِي ابْنِي مَا سَمَّيْتُمُوهُ ؟ قُلْنَا حَرْبًا قَال : بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ » .

یعنی میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے عرض کی حرب آپ نے فرمایا بلکہ وُہ حسین ہیں"

جب تیسرے صاحبزادے کی ولادت مبارک ہوئی تو ہم نے اُن کا نام حرب رکھا حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر فرمایا،"

« أَرُونِي ابْنِي مَا سَمَّيْتُمُوهُ ؟ قُلْنَا حَرْبًا قَالَ : بَلْ هُوَ مُحَسِّنٌ ثُمَّ قَالَ : سَمَّيْتُهُمْ بِأَسْمَاءِ وَلَدِ هَارُونَ

شَبَّرٍ وَشَبِّيرٍ وَمُشَبِّرٍ ».

یعنی میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے، ہم نے کہا، حرب آپ نے فرمایا! بلکہ وہ محسن ہیں،

میں نے ان کا نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر شبیر و شبر اور مشبّر رکھے ہیں،

حضرت عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہا! حسن و حسین جنت کے نام ہیں اور دورِ جاہلیت میں یہ نام کسی کے نہ تھے،

ابن اعرابی نے مفضّل روایت کی ہے، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حسن و حسین کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹوں کا نام حسن و حسین رکھا،

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا،

« اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا ».

حسن و حسین میرے دنیا کے دو پھول ہیں،

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حسن سر مبارک سے سینے مبارک کے درمیان تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے جبکہ حسین نیچے کی طرف سینے مبارک سے پاؤں مبارک تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے،

حسنین کی کشتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن اور

حضرت حسنین علیہما السلام حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے اور آپ ھئی حسن کہہ کر جناب حسن علیہ السلام کا حوصلہ بڑھا رہے تھے جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کی ابا جان! آپ ھئی حسینؑ کیوں نہیں فرماتے آپ نے فرمایا!

قالت فاطمة : لم تقول هيِ حسن ؟ قال :

« إنَّ جِبْرِيلَ يَقُولُ هِي حُسَيْنُ »

یعنی جبریل علیہ السلام کہہ رہے ہیں شاباش حسینؑ اپنے بھائی کو پکڑے۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا!

« الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا ابْنَي الْخَالَةِ عِيسَى وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ »
وَفِي رِوَايَة : « وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا » .

یعنی! حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں سوائے اپنے خالہ زاد حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے ایک روایت میں ہے ان کے والد گرامی اُن سے بہتر ہیں،،

حسنین سے محبت

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں ایک شب کسی ضرورت کے لئے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو آپ

گھر سے نکل کر میری طرف تشریف لائے آپ نے کوئی چیز اُٹھا رکھی تھی جسے میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا ہے، جب میری ضرورت پوری ہو گئی، تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے کیا اُٹھایا ہوا ہے؟ آپ نے چادر مبارک کو کھولا تو آپ کے ایک پہلو میں جناب حسن اور دوسرے میں حسین تھے، اور آپ نے فرمایا!

« هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا بِنْتِي ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا وَأُحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا » .

یعنی! یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں الٰہی میں ان دونوں سے محبّت کرتا ہوں اور اُن سے بھی محبّت رکھتا ہوں جو ان سے محبت رکھتے ہیں الٰہی! تو بھی ان سے محبّت فرما،

خطبہ منقطع کر دیا

حضرت ابی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے،
اسی اثناء میں حضرات حسنین کریمین سرخ قمیض پہنے لڑکھڑاتے ہوئے تشریف لائے تو آپ نے منبر سے اُتر کر انہیں گود میں اُٹھایا اور پھر منبر پر بیٹھ کر اپنے سامنے بٹھالیا اور فرمایا!

١٤٤ « صَدَقَ اللّٰهُ - إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ - نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا » .

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے اموال اور اولاد آزمائش ہیں میری طرف دیکھو میں نے اِن دونوں بچوں کو لڑکھڑاتے ہُوئے دیکھا تو صبر نہ کر سکا یہاں تک کہ اپنی بات قطع کر دی اور اِن دونوں کو اُٹھا لیا۔

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے اپنے ایک کندھے مبارک پر امام حسن کو اور دُوسرے پر امام حسین علیہما السلام کو بٹھا رکھا تھا، آپ کبھی ایک کو چُومتے اور کبھی دُوسرے کو بوسہ دیتے یہاں تک کہ ہمارے پاس آکر فرمایا!

« مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي »

یعنی جو اِن دونوں سے محبت کرتا ہے اُس نے میرے ساتھ مُحبّت کی اور جس نے اِن کے ساتھ بغض رکھا اُس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔

حضرت ابنِ مسعُود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدے میں جاتے تو جناب حسن اور حضرت حسین علیہما السلام آپ کی پُشت پر سوار ہو گئے لوگوں نے اُنہیں اِس کام سے باز رکھنا چاہا تو آپ نے اشارہ فرمایا رہنے دو پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو اُن دونوں کو آغوش میں لے کر فرمایا!

« مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ هٰذَيْنِ » | « اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ »

جو مجھ سے محبّت کرتا ہے وُہ اِن دونوں سے محبّت کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے پوچھا گیا آپ کو اہلبیت میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ۔

مصطفیٰ کے وارث

جناب سیدۃ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے حسن و حسین دونوں کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں انہیں اپنی وراثت سے کوئی چیز عطا فرمائیں، آپ نے فرمایا!

« أَمَّا حَسَنٌ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُؤْدُدِي ، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي » .

حسن کے لئے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لئے میری جرأت و سخاوت ہے،

تیسرا مقصد

اہل بیت سے مُحبّت پر فوزِ عظیم اور بغض پر سزائے شدید

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا!

قال اللہ تعالی: (قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ).

یعنی! محبوب آپ فرمادیں میں تم سے "حق تبلیغ" کا کچھ اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے میرے اقرباء سے مُحبّت کرو"

قربیٰ مصدر ہے اور قرابت کے معنوں میں آتا ہے اور یہ تقدیر مضاف پر ہے یعنی ذوی القربیٰ بمعنی اقرباء کے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فی القربیٰ فرمایا اور للقربیٰ نہیں فرمایا یعنی قریبیوں میں کہا قریبیوں کے لئے نہیں کہا، کیونکہ فی کی ظرفیت زیادہ بلیغ ہے اور اس میں مودّت کی زیادہ تاکید ہے"

کس کی مُحبّت واجب ہے

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تفسیر دُرِ منثور میں اور دیگر کثیر مفسّرین نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کے

وہ قرابت دار کون لوگ ہیں جن کی مودّت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا

« عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَوَلَدُهُمَا » .

یعنی علی و فاطمہ اور اُن کے بیٹے،

تفسیر دُرِ منثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت بھی بیان ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ انصار نے فخریہ طور پر کہا ہم نے جو کہا تھا کر دکھایا، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے جواب میں فرمایا! ہم تم سے افضل ہیں، جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس بات کا پتہ چلا تو آپ انصار کی مجالس میں تشریف لے گئے اور فرمایا،

« يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ تَكُونُوا أَذِلَّةً فَأَعَزَّكُمُ اللّٰهُ بِي ؟ قالوا بلى يا رسول الله ، قال : أَفَلَا تُجِيبُونِي؟ قالوا : ما نقول يا رسول الله ؟ قال أَلَا تَقُولُونَ أَلَمْ يُخْرِجْكَ قَوْمُكَ فَآوَيْنَاكَ ؟ أَوَلَمْ يُكَذِّبُوكَ فَصَدَّقْنَاكَ ؟ أَوَلَمْ يَخْذُلُوكَ فَنَصَرْنَاكَ ؟ » .

یعنی اے گروہِ انصار کیا اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہاری ذلت کو عزت میں تبدیل نہیں کیا؟

اُنہوں نے کہا! ہاں یارسول اللہ کیوں نہیں"

آپ نے فرمایا تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟

اُنہوں نے عرض کی یارسول اللہ اور کیا عرض کریں؟

آپ نے فرمایا! کیا تم یہ نہیں کہتے کہ تیری قوم نے تجھے نکال دیا اور ہم نے پناہ دی، اُنہوں نے تکذیب کی تو ہم نے تصدیق کی اُنہوں نے سہارا نہ دیا اور ہم نے مدد کی، آپ یہ بات بار بار فرماتے رہے یہاں تک انصار گھٹنوں کے بل ہو گئے اور عرض کی یا رسُول اللہ! ہمارے اموال اور ہمارا سب کچھ اللہ اور اُس کے رسُول کے لئے ہے اِس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی،

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ)

قُربیٰ کون ہیں

حضرت طاؤس سے روایت ہے! جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا!

یہ قُربیٰ آلِ محمد ہے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم،

مقریزی نے کہا مفسّرین کی ایک جماعت نے اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب اپنی اتباع کرنے والے مومنوں سے فرما دیں میں جو تمہاری طرف لایا ہوں اُس کا کچھ اجر طلب نہیں کرتا سوائے اِس کے کہ میرے قرابت والوں سے محبّت کرو،

حضرت ابی العالیہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں! مُودۃ فی القربیٰ میں قُربیٰ سے مراد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں

ابی اسحٰق سے روایت ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان!

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا

(إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی) .

کی تفسیر میں عمرو بن شعیب سے سُنا: قُربیٰ سے مُراد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں"

انتباہ

اگر کہا جائے کہ وحی پر اجر طلب کرنا جائز نہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سے رسُولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا!

(وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ)

یعنی تم پر اس کا کچھ اجر نہیں"
اور ہمارے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن میں سب سے افضل ہیں پس اُن کو بدرجۂ اُولیٰ رسالت پر اجر نہیں مانگنا چاہیئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجر نہ طلب کرنے کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا!

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ

فرمادیں کہ تم پر اس کا کچھ اجر نہیں اور میں تکلّف کرنے والوں میں سے نہیں، اور آپ پر تبلیغ واجب ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے!

(بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ)

یعنی جو کچھ آپ کے پروردگار نے آپ پر اُتارا ہے اُسے پہنچادیں"
اور واجب کے ادا کرنے پر اجر طلب کرنا مناسب نہیں جیسا کہ رسالت کا مقابلہ مناسب نہیں کیونکہ رسالت متاعِ دُنیا میں سب چیزوں سے افضل ہے، نیز یہ کہ اجر طلب کرنا تہمت کا موجب ہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اجر طلب کرنا جائز نہیں جبکہ یہاں قریبیوں کی مودت کا مطالبہ کیا گیا ہے تو اس کا جواب اس قول کی مانند ہے۔

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوفَهُمْ
بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

یعنی ان میں سوائے اس کے کوئی عیب نہیں کہ ان کے تلواروں میں لشکروں کے مارنے سے دندانے آگئے ہیں۔

مومنوں کی محبت واجب ہے

گویا یہ امر تقاص میں شمار نہیں ہوگا، کہ میں تجھ سے اجر مانگتا ہوں کیونکہ مسلمانوں کی محبت واجب ہے اجر نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے"

(وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ) .

یعنی مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں"
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، مومن بنیاد کی طرح ہیں اور ایک مومن دوسرے مومن کی قوت کا باعث ہے۔
اب جبکہ مسلمانوں کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت واجب

ہے تو اشرف المرسلین اور اُن کے اہل بیت سے بدرجہ اُولیٰ واجب ہو گی یہ کہ یہ استثناء منقطع ہو گا، اجر کے بارے میں کلام تمام ہوا تو فرمایا!

اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ، لیکن میں تم سے قریبیوں کی مودّت کا مطالبہ کرتا ہوں، مختصراً از خطیب وخازن،،

دمشقی سے امام زین العابدین کا مکالمہ

سُدی ابی دیلم سے روایت کرتے ہیں جب حضرت علی بن حسین یعنی امام زین العابدین علیہ السلام کو قیدی بنا کر لایا گیا اور زینے پر کھڑا کیا گیا تو اہل دمشق میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اُس خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری اصل ختم کر کے فتنوں کو مٹا دیا،،

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا! تُو نے قرآن پڑھا ہے

اُس نے کہا! ہاں پڑھا ہے،،

آپ نے فرمایا! آلِ حامیم پڑھا ہے؟

اُس نے کہا! قرآن تو پڑھا ہے آلِ حامیم نہیں پڑھا،

آپ نے فرمایا! قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ پڑھا ہے!

اُس نے کہا! تو کیا آپ اُن میں سے ہیں؟

آپ نے فرمایا! ہاں،،

وُہ مومن نہیں تھا

میں کہتا ہوں وُہ شخص مومن نہیں ہو سکتا بلکہ اُس کا ایمان طاغوت یعنی بتوں وغیرہ پر ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے

والے کی زبان سے اِس قسم کی بکواس کا صدور نہیں ہوسکتا، اور ایسے شخص کے دِل میں ایمان کیسے ٹھہر سکتا ہے جو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آلِ پاک کے قتل واستیصال پر خدا کا شکر ادا کرے، میرے خیال کے مطابق ابُوجہل بھی اِس مُلحد سے زیادہ اللہ اور اُس کے رسُول کا دُشمن نہ تھا،

شاید ہمارے زمانے میں بھی اُس جیسے مُلحدین ختم نہیں ہوئے، کیونکہ میں نے ایسے گمراہوں کو دیکھا ہے جو اہلبیتِ نبوت اور معدنِ رسالت علیہم السلام کی اُس فضیلت اور عظمت کا ذکر سُن کر چیں بجبیں ہو جاتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، سلف صالحین، یا علمائے اُمت اور اولیاء کرام سے امتیازی شان سے اِن تک پہنچی ہے اور یہ لوگ زبانِ حال سے کہتے ہیں کاش اہلبیتِ رسُول کو یہ فضیلت اور عظمت نہ عطا کی گئی ہوتی، اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نوُر کو بجھانے کے لئے واہی اقوال موضوع احادیث اور خود ساختہ آثار کا تکلّف کرتے ہیں، جبکہ قرآن مجید میں ہے

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ)

اور اللہ تعالیٰ اپنے نوُر کو پُورا فرمائے گا اگرچہ کافروں کو پسند نہ ہو

مُحبّت اہلبیت اور بغض اہلبیت کا فرق

میں نے زمخشری کی تفسیر کشاف میں زیرِ آیت طویل حدیث دیکھی جسے اُن سے امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں نقل فرمایا ہے اور وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد ہے،،

« مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُورًا لَهُ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلَ الْإِيمَانِ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يُزَفُّ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعَرُوسُ إِلَى بَيْتِ زَوْجِهَا ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهُ فِي قَبْرِهِ بَابَانِ إِلَى الْجَنَّةِ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ . أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ » .

ترجمہ: جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ شہید فوت ہوا۔"

خبردار! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر فوت ہوا وہ بخشا ہوا فوت ہوا۔"

خبردار! جو شخص آلِ محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ تائب ہو کر فوت ہوا

خبردار! جو شخص آلِ محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ کاملِ ایمان کے ساتھ مومن فوت ہوا"

سُنو! جو شخص آلِ محمد کی محبت پر فوت ہوا اُسے پہلے ملک الموت اور پھر مُنکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں"

سُنو! جو شخص آلِ محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ جنت میں اِس طرح جائے گا جیسے عروسہ اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے"

سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر فوت ہوا اُس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں"

سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر فوت ہوا وہ اہلِ سنت والجماعت فوت ہوا"

جان لو! جو شخص بغضِ آلِ محمد پر فوت ہوا قیامت کے دِن وہ اِس طرح آئے گا کہ اُس کی پیشانی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس شدہ تحریر ہو گا"

جان لو! جو شخص بغضِ آلِ محمد پر فوت ہوا وہ کافر مرا"

خبردار! جو شخص بغضِ آلِ محمد پر فوت ہوا وہ جنت کی خوشبو نہیں سُونگھ سکے گا

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں! میں کہتا ہوں! حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل وہ لوگ ہیں جو آپؐ کی پرورش میں اور آپؐ سے منسوب ہیں، جن کا تعلق آپ سے اکمل ترین ہو گا وہ آل ہیں، اور بے شک حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام کا تعلق آپ سے بہت ہی زیادہ تھا جیسا کہ متواتر نقل ہونے سے معلوم ہوا تو ضروری

ہے کہ وہی آپ کی آل ہوں،

ان حضرات کے علاوہ دوسرے لوگوں کا آل میں داخل ہونا مختلف فیہ ہے بعض نے کہا! وہ آپ کے اقربا ہیں بعض نے کہا! آپ کی امت ہے چنانچہ اگر ہم قرابت پر محمول کریں تو وہی آل ہیں اور اگر اس امت پر محمول کریں جس نے آپ کی دعوت کو قبول کیا تو وہ بھی آل میں داخل ہونگے،

پس ثابت ہوا کہ حضرت آل عبا بہر نوع اور بہر تقدیر آل محمد ہیں جب کہ دوسروں یعنی امت وغیرہ کا آل میں شامل ہونا مختلف فیہ ہے چنانچہ صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت مودت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ! آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے تو آپ نے فرمایا!

« عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا » .

یعنی علی و فاطمہ اور ان کے بیٹے،

پس ثابت ہوا کہ یہی چاروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی ہیں جب یہ ثابت ہو گیا تو ضروری ہے کہ ان چاروں کو مزید تعظیم کے لئے مخصوص کیا جائے اور اس پر چند وجوہ دلالت کرتے ہیں،

- اول! اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی

دوم، بلاشک وریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام سے محبت فرماتے تھے اور آپ نے فرمایا!

« فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، يُؤْذِينِي مَا يُؤْذِيهَا »

یعنی فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو چیز اِسے اذیت دیتی ہے وہ چیز مجھے بھی اذیت دیتی ہے"

نیز نقل متواتر سے ثابت ہے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ اور حضرات حسنین کریمینؑ سے محبت فرماتے تھے جب یہ امر ثابت ہو گیا تو اُمت پر اُن سے محبت کرنا واجب ہو گیا جیسا کہ ارشادات ربانی ہیں"

(وَاتَّبِعُوْنِی لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ)

(فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ)

(قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ)

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

۱۔ میری تابعداری کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ"

۲۔ وہ لوگ ڈریں جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں

۳۔ آپ فرما دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا"

۴۔ تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے"

سوم۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے لئے دعا منصب عظیم ہے اور اس دعا کو اِس ارشاد کے مطابق خاتمۂ تشہد قرار دیا گیا کہ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ" اور یہ تعظیم سوائے آلِ محمد کے دوسروں کے حق میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ

یہ تمام امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آل محمدؐ کی محبت واجب ہے۔ انتھی
سلطان العارفین امام الصوفیہ شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ کے انتیسویں باب میں جس کا کچھ حصہ مقصد اول میں بیان
ہو چکا ہے فرماتے ہیں،

جب تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اہلبیت کرام کا مقام و مرتبہ معلوم ہو گیا تو کسی
مسلمان کو حق نہیں پہنچتا کہ اُن کے کسی فعل پر اُن کی مذمت کرے کیونکہ اللہ تبارک و
تعالیٰ نے انہیں پاک فرما دیا ہے، اندریں صورت جو شخص اُن کی مذمت کرے گا
اُس کی مذمت اُسی کی طرف لوٹ آئے گی خواہ وہ اُس پر ظلم کریں، کیونکہ یہ ظلم
نفس الامر میں ظلم نہیں ہوگا بلکہ اُس کا اپنا گمان ہوگا کہ یہ ظلم ہے"

اگرچہ ظاہری شریعت اُن پر حق کی ادائیگی کا حکم ہی کیوں نہ دے، بلکہ ہم پر
ان کا ظلم حقیقت میں تقدیری امر کی طرح ہے جیسا کہ تقدیر الٰہی سے کوئی شخص یا
اُس کا مال ڈوب جائے یا جل جائے یا ایسے ہی کسی پر کوئی ہلاکت خیز امر واقع ہو
جائے یا اُس کا کوئی قریبی جل جائے یا مر جائے یا وہ خود کسی مصیبت کا شکار ہو
جائے تو یہ ایسے امور ہیں جو اُس کی خواہش اور مرضی کے تو خلاف ہیں مگر اُس
کے لئے جائز نہیں کہ تقدیرات الٰہیہ کی مذمت کرے، بلکہ حق یہ ہے کہ ان سب
باتوں کو تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کرے، اگر یہ مقام حاصل نہیں تو صبر کرے
اور اس سے بلند مرتبہ یہ ہے کہ شکر کرے کیونکہ مصیبت اُٹھانے والے کے لئے
اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثیر نعمتیں ہوتی ہیں"

ان صورتوں کے علاوہ خیر اور بھلائی کی کوئی صورت نہیں کیونکہ اس کے
علاوہ تنگ دلی، ناراضگی اللہ تبارک و تعالیٰ سے راضی نہ رہنا اور اُس کے حضور
میں سوئے ادب ہے"

خوشی سے قبول کرو

ایسے ہی مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ اُس کے مال وجان، اعزیز داقارب اور اہل خانہ کو اہل بیت رسُول کی طرف جو چیز بھی پہنچے اُسے تسلیم ورضا اور صبر و شکیبائی سے قبول کرے اور ہرگز ہرگز اُن کی مذمت نہ کرے اور اگر اُن پر احکام شریعت مقرر ہوں یعنی اُن پر حدُود شرعیہ نافذ ہوتی ہوں تو جب بھی اِس بات میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی بلکہ اسے بھی تقدیر الٰہیہ کا اجرا تصوّر کریں، ہم نے اُن کی مذمت سے اس لئے منع کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو فضیلت اُن کو عطا کی ہے اُس میں ہم اُن کے ساتھ شامل نہیں"

حقوق مشروعہ کی ادائیگی کا یہ عالم ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں سے قرض لیتے اور جب وُہ واپسی کا مطالبہ کرتے تو آپ ممکن حد تک بطریق احسن اُن کے حقوق ادا کرتے، اور جب یہودی بات بڑھاتا یعنی زبان درازی کرتا تو آپ فرماتے،

«دَعُوهُ إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً»

یعنی اِسے کہنے دو حق دار کو بات کرنے کا حق ہے، اور آپ نے فرمایا!

وقال صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في قصة «لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا».

اگر فاطمہ بنت محمدؐ سرقہ کرتی، معاذ اللہ، تو میں اُس کا ہاتھ کاٹ دیتا"

حالانکہ سیدۃ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تبارک و تعالیٰ کی پناہ میں

ہیں یعنی آپ سے گناہ کا صدور ممکن نہیں، پس اللہ تعالیٰ جسطرح اور جس حال میں چاہیئے اختیار وضع فرمائے، تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اُن کی مذمّت نہیں کی،

اپنا حق بھی ؟

ہمارا کلام اپنے حقوق کے بارے میں ہے لہٰذا ہمارے لئے اُن سے مطالبہ ضروری نہیں ہم اس سلسلہ میں صاحب اختیار ہیں چاہیں تو اپنا حق وصُول کرلیں چاہیں تو چھوڑ دیں، اور چھوڑ دینا بالعموم افضل ہوتا ہے تو اہلبیت کے لئے اپنا حق چھوڑ دینا کیسے افضل نہ ہوگا ہمیں تو کسی کی مذمّت کرنے کا بھی حق نہیں پہنچتا پھر اہل بیت کی مذمّت کیسے کرسکتے ہیں،

اگر اہلبیت رسُول کو اپنا حق چھوڑ دیں اور عفو ودرگذر سے کام لیں اور جو کچھ ہم سے اُنہوں نے لیا ہے اُسے چھوڑ دیں تو یہ ہمارے لئے عِند اللہ بہت بڑا مقام اور احسان عظیم ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بحکم خداوندی اپنے قریبیوں کی مودّت ومحبّت طلب کی ہے اور اس میں صلہ رحمی کا راز ہے،

پس جو شخص باوجود قدرت حاصل ہونے کے اپنے نبی کا سوال قبول نہیں کرے گا وُہ کل قیامت کے دن کس مُنہ سے اُن کا سامنا کرے گا اور کس طرح اُن کی شفاعت کی اُمید رکھے گا،

جس شخص نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کی مودّت کے سلسلہ میں آپؐ سے تعاون نہیں کیا جس کا آپؐ نے اُس سے مطالبہ کیا ہے تو اُس کا آپ کے خصوصی گھر والوں کے لئے کیا حال ہوگا، جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں لفظ مودت کا استعمال کیا جو محبّت کے راسخ ہونے کے معنوں

میں استعمال ہوتا ہے، ایسی راسخ مُحبّت جسے ہر وقت سینے سے لگا کر رکھا جائے تو جب اہلبیت کی مُحبّت کسی کے ساتھ رہے گی تو وُہ اہلبیت کے ذمہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کی بجائے اُس محبّت کی وجہ سے اُنہیں چھوڑ دے گا اور ایثار کرے گا، ایک محبّ صادق نے کہا ہے!

* وَكُلُّ مَا يَفْعَلُ الْمَحْبُوبُ مَحْبُوبُ * محبوب کا ہر کام محبوب ہوتا ہے، دوسرے نے کہا!

أُحِبُّ لِأَجْلِهَا السُّودَانَ حَتَّى
أُحِبُّ لِأَجْلِهَا سُودَ الْكِلَابِ
أُحِبُّ لِحُبِّكِ الْحُبْشَانَ طُرًّا
وَأَعْشَقُ لِاسْمِكِ الْبَدْرَ الْمُنِيرَا

میں اپنے کالے رنگ کے محبوب کی وجہ سے سوڈانیوں یعنی سیاہ رنگ والوں کے ساتھ مجبت کرتا ہُوں یہاں تک کہ سیاہ رنگ کے کتوں سے بھی محبت کرتا ہُوں"

ہم نے اس مضمون کا شعر اس طرح کہا ہے"
میں تیری محبت کی وجہ سے تمام حبشیوں سے مُحبّت کرتا ہُوں اور تیرے نام کی وجہ سے بدرِ منیر سے محبت کرتا ہُوں"

کہتے ہیں مجنوں کے ساتھ ساتھ کالے رنگ کے کُتے ہوتے اور وُہ اُن سے پیار کرتا تھا، جس "لیلیٰ" کی محبت تقربِ خداوندی کی باعث نہ بن سکتی تھی اُس کے محبّ کی محبت کا یہ عالم تھا گویا وُہ اپنی مُحبّت میں صادق تھا اور لیلیٰ کی محبّت اُس میں رچ بس گئی تھی۔

سچی محبت کا معیار

اگر تجھے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سچی مُحبت ہوگی تو تُو بھی آپؐ کے اہلبیت کا سچا محبدار ہوگا اور اُن کی طرف سے ہونے والی ہر بات کو خواہ وُہ تیری طبع اور غرض کے خلاف ہی کیوں نہ ہو تجھے خوبصورت اور نعمت معلوم ہوگی، اور تُو اللہ تعالٰے سے مُحبت کی وجہ سے اُسے اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھے گا کہ تجھے اُس اہلبیت رسُول علیہم الصلواۃ والسلام نے یاد کیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کی اِس نعمت پر اُس کا شکر ادا کرتا کہ اہلبیت کرام نے تجھے اُن پاکیزہ زبانوں سے یاد فرمایا جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی پاکیزگی سے پاک فرمایا ہے جو تیرے فہم سے ماورٰی ہے تُو رسُول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا مُحتاج ہے اور تجھ پر اُن کا احسان ہے کہ اُن کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے ہدایت نصیب فرمائی اگر تم اہل بیت سے اپنا حق طلب کرتے ہو، تو ہم کیسے یقین کریں کہ تجھے آپؐ سے شدید مُحبّت ہے اور تُو آپؐ کے حقُوق کی رعایت اور نگہداشت کرتا ہے۔

خدا کی قسم! یہ امر تو تیرے ایمان کی کمی کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی خُفیہ تدبیروں میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خُفیہ تدبیر ہی تو ہے جو تُو اِس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ میں دین اور شریعت کی حفاظت کے طور پر اہلبیت سے اپنا وُہ حق طلب کرتا ہُوں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے لئے جائز قرار دیا ہے حالانکہ تیرے اِس مشروع مطالبے میں اہلبیت کرام کی مذمّت اور اُن سے بُغض و عداوت کا ظہور ہوتا ہے اور خود کو اہلبیت پر ترجیح دے دینا لازم آیا ہے حالانکہ تجھے اِس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔

علاج اِس بیماری کا

اِس ہلاکت خیز مرض کی شافی دوا یہ ہے کہ تو اُن پر اپنا کوئی حق بھی تصور نہ کر اور اپنے حق کو چھوڑ دے تاکہ اپنا حق لیتے لیتے تو مذکورہ بالا صورت کا شکار نہ ہو جائے پھر یہ کہ تو مسلمانوں کا حاکم تو نہیں کہ تیرے لئے حد کا قائم کرنا مظلوم کے ساتھ انصاف کرنا اور حق دار کا حق دلانا لازم قرار پائے اور اگر تو حاکم بھی ہے اور محکوم علیہ اہلبیت کا فرد ہو تو پھر بھی تو ایسی کوشش کر کہ حق دار اُن کے حق میں اپنے حق سے دستبردار ہو جائے، اور اگر حق دار تیری کوشش کے باوجود حق چھوڑنے پر آمادہ نہ ہو تو ایسی صورت میں تجھ پر حکم شرع کا اجرا لازم ہو گا،

اے دوست! اگر تجھ پر اللہ تبارک و تعالیٰ اِس امر کا انکشاف فرما دے کہ اہلبیت کرام کا قیامت کے دن اُس کی بارگاہ میں کیا مقام ہو گا تو تو اُن کے غلاموں کا غلام بن جانے کو پسند کرے گا اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے، شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام ختم ہوا اللہ تعالیٰ ہمیں اِس سے نفع پہنچائے،

قطبوں سے پوچھئے

منقولہ چند سطور کے بعد مزید لکھا ہے کہ اقطاب کے اسرار سے ایک سر یہ بھی ہے کہ قطب اہل بیت کرام کی قدر و منزلت جانتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کی جو شان بیان کی ہے اُس سے واقف ہوتے ہیں نیز قطبوں کے رازوں میں سے ایک راز یہ بھی ہے کہ وہ اہلبیت کرام سے بغض رکھنے والوں کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کی خفیہ تدبیر پر مطلع ہوتے ہیں حالانکہ یہ اہل بغض محبت رسول کا بھی دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

نے اُن سے اپنے قریبیوں سے محبت و مودّت کا مطالبہ کیا ہے اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے اقربا سے محبت کرنے والوں میں شامل ہیں"

دیکھنا یہ ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے اقربا کے لئے جو مودّت طلب کی تھی اکثر لوگوں نے اس امر میں کیا رویہ اختیار کیا؛ تو اُنہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی اور آپ کے محض اُن قریبیوں سے محبت کی جن کے ساتھ اُنکی غرض وابستہ تھی اور وُہ اُن پر احسان کرتے تھے گویا اپنی خواہشات کی بنا پر اُن سے عشق کیا۔ شیخ اکبر کا کلام ختم ہُوا اللہ تعالےٰ اُن کے علوم اور برکتوں سے ہمیں نفع عطا کرے"

جاننا چاہیئے کہ اہل بیت کی آپس میں اُسی طرح محبت اور دوستی واجب ہے جس طرح دُوسروں پر اُن سے محبت واجب ہے بلکہ ان کی آپس میں محبت اور بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہے"

قربیٰ کون ہیں

اب ہم پھر آیتِ کریمہ کی طرف رجوع کرتے ہیں بعض نے کہا قربیٰ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہے، علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں یہی بیان کیا ہے کہ قربیٰ سے مراد آپ کے قریب تر کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلبؓ سے منسُوب ہونے والے لوگ ہیں

"علامہ ابن حجر مکّی صواعق محرقہ میں بیان فرماتے ہیں قربیٰ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں اور ان کو وُہ تمام فضائل شامل ہیں جو اہلبیت آل یا ذوی القربیٰ کے لئے آئے ہیں"

اسعاف الراغبین میں اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے بلکہ انہوں نے اہلبیت کرام، آل پاک، ذوی القربیٰ کے ساتھ عترتِ طاہرہ کے لفظ کا بھی اضافہ کرتے ہوئے کہا ان چاروں الفاظ کا ایک ہی معنیٰ و مقصود ہے جیسا کہ مواہب اللدنیہ میں بیان ہوا ہے"

ابن عطیہ کا قول ہے میرے نزدیک قربیٰ میں تمام قریش داخل ہیں اگرچہ وہ ایک دوسرے سے افضل ہوں"

امام مقریزی نے کہا: میرے خیال میں ہر مومن کو اس آیت میں خطاب کیا گیا ہے کیونکہ تمام عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم ہیں لہٰذا ان کے علاوہ اہلِ عجم پر ان کی محبت فرض کی گئی چنانچہ عربوں سے محبت کے بارے میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور تمام عرب کی نسبت قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں لہٰذا ہر عرب کے لئے ضروری ہے کہ وہ قریش کی تعظیم کرے اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم ہیں"

قریش کے فضائل میں احادیث وارد ہوئی ہیں اور ان کو دوسروں پر مقدم رکھنے کا حکم بھی آیا ہے، چونکہ بنو ہاشم حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم ہیں لہٰذا قریش کے علاوہ دوسرے سب لوگوں پر بھی انکی محبت فرض ہے

حضرت علی حضرت فاطمہ حضرات حسنین کریمین علیہم السلام اور ان کی اولاد حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہیں لہٰذا جملہ بنو ہاشم پر ان کی تکریم و محبت زیادہ ضروری ہے اور ہر صاحب علم پر ایک در صاحب علم ہے، مقریزی کا قول ختم ہوا"

قریش سے محبت

مقریزی کا یہ قول کہ بنو ہاشم پر آلِ عبا کی محبت واجب ہے تو اس کا مطلب

ہے قریش اور عرب وعجم کے تمام مومنوں پر ان کی محبت واجب ہے، اور یہی صورت اس سے پہلی عبارات کی ہے، اس کا یہ قول کہ عرب کی محبت اور قریش کی تفصیل میں احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں انہیں مقدم رکھنے کا حکم آیا ہے تو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« النَّاسُ تبَعٌ لِقُرَيْشٍ فى الْخَيْرِ والشَّرِّ » .

وقوله عليه الصلاة والسلام « مَنْ يُرِدْ هَوانَ قُرَيْشٍ أَهانَهُ اللهُ » .

وقوله صلى اللهُ عليه وسلم « فَضَّلَ اللهُ قُرَيْشًا بِسَبْعِ خِصالٍ لَمْ يُعْطِها أَحَدًا قَبْلَهُمْ وَلا يُعْطِيها أَحَدًا بَعْدَهُمْ : فَضَّلَ اللهُ قُرَيْشًا بِأَنِّي مِنْهُمْ وَأَنَّ النُّبُوَّةَ فِيهِمْ وَأَنَّ الحِجابَةَ فِيهِمْ وَالسِّقايَةَ فِيهِمْ وَنَصَرَهُمُ اللهُ عَلَى الفِيلِ وَعَبَدُوا اللهَ عَشْرَ سِنِينَ لَا يَعْبُدُهُ غَيْرُهُمْ وَأَنْزَلَ فِيهِمْ سُورَةً مِنَ القُرْآنِ لَمْ يَذْكُرْ فِيها أَحَدًا غَيْرَهُمْ (لِإِيلافِ قُرَيْشٍ) » .

وقال صلى الله عليه وسلم « النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكافِرِهِمْ ، وَأَنَّ النَّاسَ مَعادِنُ خِيارُهُمْ فى الجاهِلِيَّةِ خِيارُهُمْ في الإِسْلامِ إِذا فَقِهُوا » .

۱، خیر و شر میں لوگ قریش کے تابع ہیں

۲، جو شخص قریش کی ذلت کا خواہاں ہوگا خُدا اُسے ذلیل کرے گا،،

۳، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قریش کو سات ایسے خصائل دیئے ہیں جو ان کے بعد کسی کو نہیں دیئے گئے، اور وہ فضیلت یہ ہے کہ میں ان میں پہلے اور ان میں سے نبوّت ہے، ان میں کعبے کی دربانی ہے، یہ حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل پر مدد دی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی لوگوں سے دس سال قبل عبادت کی جب ان کے سوا کوئی اللہ کی عبادت نہ کرتا تھا، قرآن مجید میں ان کے لئے سورہ لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ نازل ہوئی جس میں ان کے سوا کسی دُوسرے کا ذکر نہیں،،

لوگ قریش کی اتباع کرتے ہیں کافر کفارِ قریش کی اور مومن مومنینِ قریش کی پیروی کرتے ہیں،

یہ لوگ یعنی قریش معدن ہیں جب کہ فقہ حاصل کریں تو جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی دُوسرے لوگوں سے بہتر ہیں،،

وقال عليه الصلاة والسلام «يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَذُمُّوا قُرَيْشًا فَتَهْلِكُوا وَلَا تَخَلَّفُوا عَنْهَا فَتَضِلُّوا وَلَا تُعَلِّمُوهَا وَتَعَلَّمُوا مِنْهَا فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ، لَوْلَا أَنْ تَبْطَرَ قُرَيْشٌ لَأَعْلَمْتُهَا بِالَّذِي لَهَا عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

وقال صلى الله عليه وسلم «أَحِبُّوا قُرَيْشًا فَإِنَّهُ مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ».

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے لوگو! قریش کی مذمت نہ کرو ہلاک ہو جاؤ گے اِن کی مخالفت نہ کرو گمراہ ہو جاؤ گے اِن کو سکھانے کی کوشش نہ کرو بلکہ اِن سے سیکھو کیونکہ یہ تم سے زیادہ عالم ہیں اگر قریش افتخار نہ کرنے لگتے تو میں انہیں بتاتا کہ خدا کے ہاں اِن کی فضیلت کیا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا! قریش سے محبت کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔"

وقال عليه الصلاة والسلام « قَدِّمُوا قُرَيْشًا وَلَا تَقَدَّمُوهَا، وَلَوْلَا أَنْ تَبْطَرَ قُرَيْشٌ لَأَخْبَرْتُهَا بِمَا لَهَا عِنْدَ اللهِ ». وقال عليه الصلاة « قُرَيْشٌ صَلَاحُ النَّاسِ وَلَا يَصْلُحُ النَّاسُ إِلَّا بِهِمْ، كَمَا أَنَّ الطَّعَامَ لَا يَصْلُحُ إِلَّا بِالْمِلْحِ. قُرَيْشٌ خَالِصَةُ اللهِ تَعَالَى فَمَنْ نَصَبَ لَهَا حَرْبًا سُلِبَ وَمَنْ أَرَادَهَا بِسُوءٍ خُزِيَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ».

آپؐ نے فرمایا! قریش کو آگے رکھو اور اِن پر سبقت نہ کرو اگر قریش فخر نہ کرنے لگتے تو میں انہیں بتاتا خدا کے ہاں اِن کی کیا قدر و منزلت ہے۔"

آپؐ نے فرمایا، کھانے کی اصلاح نمک کرتا ہے اور لوگوں کی اصلاح قریش کرتے ہیں قریش کے سوا کوئی لوگوں کی اصلاح نہیں کر سکتا قریش اللہ کیلئے خالص ہیں جو اِن کے ساتھ جنگ کرے گا شکست اٹھائے گا جو اِن سے بُرائی کرے گا دنیا و آخرت میں ذلیل ہوگا

« لَا تَسُبُّوا قُرَيْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا يَمْلَأُ طِبَاقَ الْأَرْضِ عِلْمًا »

آپؐ نے فرمایا: قریش کو گالی نہ دو کیونکہ قریش کا ایک عالم زمین کو بھر دے گا

امام شافعی کا مقام

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے لوگوں نے کہا علم سے زمین کو بھرنے والے امام شافعیؓ ہیں کیونکہ کسی قریشی نے اس قدر علم نہیں پھیلایا جتنا امام شافعی نے پھیلایا ہے امام شافعی کے مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ صالح بن امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں میرے والد بیمار ہوئے تو امام شافعی اُن کی عیادت کو آئے، میرے والد نے اُٹھ کر اُن کی پیشانی کو چوما اور اُنہیں اپنی جگہ پر بٹھا کر اُن کے سامنے بیٹھ گئے اور اُن سے کچھ مسائل دریافت کئے جب آپ جانے لگے تو میرے والدِ گرامی نے اُن کی رکاب تھام کر گھوڑے پر سوار کرایا اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ یحیٰی بن معین کو اس بات کا پتہ چلا تو اُنہوں نے امام احمد بن حنبل سے کہا سبحان اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا! آپ نے فرمایا اگر ایک طرف میں چلوں اور ایک طرف ابوزکریا تو چلے تو تُو مجھ سے استفادہ کرے گا پھر امام شافعی کے خچر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا! جس شخص نے فقہ سیکھنی ہو وہ اس کے خچر کی دم کو سونگھے یعنی اِن کے پیچھے چلے۔

« حُبُّ الْعَرَبِ إِيمَانٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ، فَمَنْ أَحَبَّ الْعَرَبَ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَ الْعَرَبَ فَقَدْ

اور عرب سے بُغض کفر ہے جس نے عرب سے مُحبت کی اُس نے مُجھ سے مُحبت کی جس نے عرب سے بُغض رکھا اُس نے مُجھ سے بغض رکھا۔

« أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِأَنِّي عَرَبِيٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ »

آپ نے مزید فرمایا! عرب سے تین باتوں کی وجہ سے محبت کرو، میں عربی ہوں قرآن عربی ہے اور اہلِ جنت کی زبان عربی ہے"

عربوں سے محبت کیوں

علامہ مناوی اِس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں یہ جملے عربوں کی محبت پر برانگیختہ کرتے ہیں اس حیثیت سے کہ وُہ عرب ہیں جب کہ کبھی اِس حیثیت میں بعض ایسے اضافی امور شامل ہو جاتے ہیں جو اس سے زیادہ محبت طلب کرتے ہیں جیسے ایمان اور اس کی کمی اور زیادتی کے مختلف مرتبے، اور کبھی ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جن کی بنا پر ان سے اُتنا ہی بغض بڑھ جاتا ہے جیسے ان کا کفر اور منافقت چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے ایک طائفہ کے بارے میں فرماتا ہے الاعراب اشد کفرا یعنی اعرابی شدید کافر ہیں، تو اگر کسی شخص کو ان سے محبت کرنے کی توفیق اِن وجوہ کی صورت میں حاصل ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ہیں قرآن پاک ان کی زبان میں نازل ہوا اور رفیقِ اعلیٰ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام اِن کی زبان میں ہے کیونکہ اس میں شیرینی اور فصاحت واستقامت پائی جاتی ہے تو یہ وجوہ حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ذریعہ بن جائیں گی اور کسی شخص کو یہ توفیق حاصل نہیں اور وُہ مذکورہ وجوہ کی بنا پر عربوں سے بغض رکھتا ہے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض لازم آئے گا اور یہ کفر ونفاق ہے اور ایسے شخص سے بغض رکھنا ضروری ہے چنانچہ اس بیان سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ کبھی محبت ضروری ہوتی اور کبھی بغض ضروری ہو جاتا ہے اب محبت کی وُہ حیثیت باقی رہ جائے گی جو مذکورہ صورت کے بغیر اُن سے محبت ہو۔

جاننا چاہیئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں یہ چھ نبی عربی تھے، حضرت نوح

علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام غیر عرب تھے،

محبوب سے منسوب بھی محبوب ہے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "عرب سے محبت کرنے والا فی الحقیقت میرا دوست ہے" کی شرح کرتے ہوئے امام مقریزی فرماتے ہیں یہ اس لئے ہے کہ عربوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جانوں کو فروخت کر دیا تھا اور اُنہوں نے اسلام کو پھیلا کر کفر کی تاریکیوں کو دور کر دیا تھا"

علامہ مناوی محبت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں سچی محبت کی نشانی یہ ہے کہ انسان اپنے محبوب کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز سے محبت کرے کیونکہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اُس کی گلی کوچے کے کتوں سے بھی پیار کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب محبت زور حاصل کر لیتی ہے تو وہ محبوب سے بڑھ کر محبوب کے اردگرد کی چیزوں اور اُس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز تک پہنچ جاتی ہے یہ محبت اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت سے شرک نہیں، اس لئے کہ جو شخص محبوب کے قاصد سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ محبوب کا قاصد ہے اور محبوب کے کلام سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ محبوب کا کلام ہے اور محبوب سے تعلق رکھنے والوں سے اس لئے پیار کرتا ہے کہ وہ اُس کی جماعت کے لوگ ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے محبوب کے علاوہ دوسرے لوگوں سے محبت شروع کر دی ہے بلکہ یہ اُمور تو محبوب کے ساتھ کمال محبت کی دلیل ہیں"

«مَنْ سَبَّ الْعَرَبَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ».

«مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي».

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! عرب کو گالی دینے والا مشرک ہے اور فرمایا عربوں کو دھوکا دینے والا میری شفاعت سے محروم ہے اور اُسے میری محبّت نصیب نہ ہو گی"

عربوں سے بُغض منافقت ہے

وقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم

«يَا سَلْمَانُ لَا تُبْغِضْنِي فَتُفَارِقَ دِينَكَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ أُبْغِضُكَ وَبِكَ هَدَانِي اللّٰهُ؟ قَالَ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِي».

ترمذی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وُہ فرماتے ہیں مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سلمان مجھ سے بغض نہ رکھ ورنہ اپنے دین سے الگ ہو جائے گا"

میں نے عرض کی یا رسُول اللہ! میں آپ سے کیسے بُغض رکھ سکتا ہوں جبکہ آپ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی ہے؟

آپ نے فرمایا! وُہ اِس طرح کہ اگر تُو عرب سے بُغض رکھے گا تو یہ مجھ سے بُغض ہو گا"

« لَا يَبْغَضُ الْعَرَبَ إِلَّا مُنَافِقٌ » ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عرب سے وُہی شخص بُغض رکھے گا جو منافق ہو گا،

وقال صلی اللہ علیہ وسلم

« إِنَّ لِوَاءَ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ أَقْرَبَ الْخَلَائِقِ مِنْ لِوَائِي يَوْمَئِذٍ الْعَرَبُ

آپ نے مزید فرمایا: قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہو گا اور مخلوق میں سب سے زیادہ میرے پرچم کے قریب عرب ہوں گے۔"

عربوں کی رسوائی اسلام کی رسوائی ہے

آپ نے فرمایا: جب عرب رسوا ہو جائیں گے تو اسلام رسوا ہو جائے گا،

قال صلی اللہ علیہ وسلم « إِذَا ذُلَّتِ الْعَرَبُ ذُلَّ الْإِسْلَامُ

علامہ مناوی فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عربوں کی رسوائی

بنقسہ اسلام کی رسوائی ہے کیونکہ عربوں کی کمزوری کا اثر دین پر ظاہر ہو گا اور دین کمزور ہو جائے گا اس لئے کہ اسلام عربوں میں پیدا ہوا انہیں میں پھلا پھولا ہے اُن کی رسوائی سے یہ بھی رسوا ہو جائے گا یا کمزور پڑ جائے گا، اور یہ اس وجہ سے ہو گا کہ اسلام کی دُرستی اور بہبودی کا دارومدار سخاوت و سماحت محبت و نرمی اور ہمدردی کرنے اور بخل و تنگی حسد و کینہ اور عُجلت سے بچنے پر ہے، اہل عرب پاکیزہ نفوس، کریم الطبع اور اخلاقِ حمیدہ کے مالک ہیں جب کہ ان امور کا انکار وُہی کر سکتا ہے جو معاند اور سرکش ہو گا چنانچہ عربوں کا عزت دار ہونا اسلام کے عزت دار ہونے کا باعث ہو گا اور اگر عرب رسُوا ہو جائیں گے تو اسلام بھی رسُوا ہو جائے گا، عربوں کی فضیلت صرف عربی زبان کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ وُہ اپنے اخلاقِ محمُودہ کی وجہ سے صاحب تکریم ہیں عربوں کی رسُوائی کا مطلب ان کا ضُعف اور قدر و منزلت کی کمی ہے ان پر ظلم کیا جائے گا ان کو حقیر سمجھا جائے گا اور دُوسرے لوگ ان پر فضیلت لے جائیں گے، انتھٰی

عربی زبان سے محبت کا صلہ

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عرب کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق، کی شرح کرتے ہُوئے علامہ مناوی رقمطراز ہیں،

جب کوئی شخص ان سے محبت کرتا ہے تو یہ اُس کے ایمان کی نشانی ہے اور جب کوئی ان سے بغض رکھتا ہے تو یہ اُس کی منافقت کی علامت ہے، اس لئے کہ دین عربوں میں پیدا ہوا اور ان کی ہمت اور تلواروں سے قائم ہُوا جو شخص ان امُور کی وجہ سے اُن کے ساتھ بُغض رکھے گا تو ظاہر ہے کہ وُہ کافر ہے، یہ میں نے

ابو منصور ثعالبی کی کتاب "سر الادب فی مجاری کلام العرب" کے خطبے میں ایسا کلام دیکھا جو ہمارے بیان کے مطابق ہے انہوں نے بسم اللہ اور الحمد شریف کے بعد فرمایا ہے!

جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتا ہے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتا ہے وہ عرب سے محبت کرے گا جو عرب سے محبت کرے گا وہ اہل عرب سے محبت کرے گا جو اہل عرب کو محبوب سمجھے گا وہ عربی زبان سے محبت کرے گا جس زبان میں افضل کتاب افضل انبیاء پر نازل ہوئی جو عربی زبان سے محبت کرے گا وہ اس کی تحصیل کی دائمی کوشش کرے گا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے کھول دیا، اور اسے ہدایت و قوتِ بصیرت عطا کر کے حسنِ طبع عطا فرمایا ہے وہ عقیدہ رکھے گا کہ حضور رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام رسولوں سے اور دینِ اسلام تمام ادیان سے افضل ہے، عرب تمام امتوں سے اور عربی زبان تمام زبانوں سے افضل ہے، اور عربی زبان کو سمجھنے کی کوشش کرنا عین دین ہے، کیونکہ وہ آلہٖ علم تفقہ فی الدین کا چراغ اور دنیا و آخرت کی اصلاح کی کنجی ہے، علاوہ ازیں عربی زبان فضائل و مراتب میں پانی کے حصول کے لئے چشمے اور آگ کے حصول کے لئے چقماق کی طرح ہے،

عربی زبان کی شان

اگر عربی زبان کا احاطہ کرنے سے اس کے استعمال و تصرف کا جاننا اور اس کے جلیل القدر خالق سے روشناس ہو کر محض یہ فائدہ حاصل کرنا ہی مقصود

ہوتا کہ اس سے قرآنی اعجاز کا یقین مضبوط ہوگا اور اثباتِ نبوت جو کہ کی بنیاد ہے
میں زیادہ بصیرت حاصل ہوگی یہی امر اس کے حسنِ آثار اور اچھے ثمر کے لئے ہر طور
کافی تھا، چنانچہ اس کے اُن تمام حروب مناقب اور فنونِ محاسن کو ضبطِ تحریر
میں لانے کی کس قلمکار کو طاقت ہے جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عربی زبان کو
مخصوص فرمایا ہے۔

ہشیار باش

جاننا چاہیے کہ شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین کی روشنی میں قریش
یا عرب یا اہلِ بیتِ کرام سے بُغض رکھنے والا، انہیں گالی یا دھوکا دینے والا
یا تو کافر ہے یا منافق بشرطیکہ یہ بُغض و عداوت اس وجہ سے ہو کہ آپ ان میں
سے ہیں اور عرب آپ کا قبیلہ ہے اور اہلِ بیت آپ کے ہیں اور اگر اس بُغض
اور دُشمنی کی بُنیاد آپ کے خاندان اور حزب و اہلِ بیت ہونے کی وجہ پر نہیں ہے
تو اس کا حکم مُختلف ہوگا جیسا کہ شروحِ حدیث وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ
یہ امر قواعدِ دین سے بھی معلوم ہے۔

سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

« إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ ،
وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ
بَنِي هَاشِمٍ » الحديث.

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو چُنا

اور کنانہ سے قریش کا انتخاب کیا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا۔

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے ابن تیمیہ نے کہا! اس حدیث سے افادہ ہوتا ہے کہ عرب جنس عجم سے افضل ہیں، قریش عرب سے افضل ہیں بنی ہاشم قریش سے افضل ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم سے افضل ہیں اور آپ بنفسہ بھی نسباً بھی تمام لوگوں سے افضل ہیں، عرب و قریش اور بنی ہاشم کی فضیلت کی بہت بڑی وجہ یقیناً یہ بھی ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن میں سے ہیں تاہم اُنہیں ذاتی طور پر بھی فضیلت حاصل ہے کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات اور نسب کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل ہیں،، اگر آپ کے اہل نسب افضل نہیں ہونگے، تو بُعد لازم آئے گا۔ انتھٰی

خلاصوں کا خلاصہ

ہم کہتے ہیں! اگر آپ نے یہ جان لیا ہے تو یہ بھی جان لیں کہ عربوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اُن کی محبت پر برانگیختہ کرنے اُن سے نفرت نہ کرنے اُنہیں گالی گلوچ نہ کرنے اور اُنہیں دھوکا اور اذیت نہ دینے کے سلسلہ میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو فرامین آئے ہیں اُن میں قریش شامل ہیں کیونکہ وُہ عرب کا خلاصہ ہیں اور قریش کے تمام خصائل وشمائل بنو ہاشم کو حاصل ہیں کیونکہ وُہ قریش کا خلاصہ ہیں، اور جو تمام فضائل عرب قریش اور بنو ہاشم کو حاصل ہیں وُہ سب کے سب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو حاصل ہیں خواہ اُنہیں بنو عبد المطلب کہیں خواہ بطور خاص یہ کہیں کہ وُہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت امام حسن

اور حضرت امام حسین علیہم السلام ہیں کیونکہ یہ حضرات انتخاب کا انتخاب خلاصے کا خلاصہ اور بہتر سے بہتر ہیں"

اور اس میں وہ اُن کا عکس نہیں ہیں بلکہ اہلبیت کرام اُن فضائل سے بھی مختص ہیں جو جملہ بنی ہاشم میں نہیں پائے جاتے اور بنی ہاشم کے لئے وہ مخصوص فضائل بھی ہیں جو جملہ قریش میں موجود نہیں، اور قریش کے ایسے خاص فضائل بھی ہیں جو جملہ اہل عرب میں نہیں ہیں اللہ تبارک و تعالےٰ کا ارشاد ہے،

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ) . (وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً)

یہ آیت آلِ عبا کے حق میں ہے

اس آیت کے علاوہ دوسرے ارشادات بھی ہیں تاہم امام طبری اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں! اس کا معنیٰ یہ ہے!

"محبوب آپ فرمادیں اے گروہِ قریش میں تم سے حقِ تبلیغ نہیں طلب کرتا سوائے اس کے کہ میرے اقربا سے مودت کرو اور اس نسبت کی وجہ سے صلہ رحمی کرو جو میرے اور تمہارے درمیان قائم ہے"

حضرت ابن عباس، اسحاق اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں چونکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قریش کے ہر قبیلے کیساتھ نسب یا صہر کی رشتے داری تھی اس لئے مطلب یہ ہوگا کہ اُن سے اذیت کو دور رکھنے اور اور اُن کی سلامتی طلب کرنے کے لئے فرمایا گیا،

سابقہ روایات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء کے حق میں نازل ہوئی ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت امام حسن حضرت امام حسین علیہم السلام اور قیامت تک اُن کی تمام اولاد بہرحال اس میں داخل ہے خواہ بطور خاص انہیں لوگوں کے لئے کہا جائے خواہ یہ کہا جائے کہ یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنوں کے لئے آئی ہے۔

فصل

(وَمَن يَقتَرِف حَسَنَةً)

ابن حاتم حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ اس سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اطہار سے محبت کرنا مراد ہے۔

میری وجہ سے محبت کرو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی ایک یہ حدیث آئی ہے،

أَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغذُوكُم بِهِ وَأَحِبُّونِي بِحُبِّ اللّٰهِ وَأَحِبُّوا أَهلَ بَيتِي بِحُبِّي»

یعنی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں رزق دیتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میری اہلبیت سے میری محبت کی وجہ سے محبت کرو،

ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ يَومًا خَيرٌ مِن عِبَادَةِ سَنَةٍ

یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ وآلہ وسلم کی آل پاک کے ساتھ ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

خیرُ کمُ خیرُ کم لِأهلِي مِن بَعدِی

تم سے بہتر وہ ہوگا جو میرے اہل بیت سے میرے بعد اچھا سلوک کرے گا

مومن کی نشانی

طبرانی وغیرہ نے تخریج کی ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

لَا یُؤمِنُ عَبدٌ حَتّٰی اَکُونَ أَحَبَّ إِلَیهِ مِن نَفسِهِ وَتَکُونُ عِترَتِی أَحَبَّ الَیهِ مِن عِترَتِهِ ، وَأَهلِي أَحَبَّ الَیهِ مِن أَهلِهِ وَذَاتِی احَبَّ الَیهِ من ذَاتِهِ

کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھے اپنی جان سے میری اولاد کو اپنی اولاد سے میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے محبوب نہ سمجھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا!

يَرِدُ الْحَوضَ أَهلُ بَيتِي وَمَن أَحَبَّهُم مِن أُمَّتِي كَهَاتَينِ السَّبَّابَتَينِ

میرے اہلبیت اور اُن سے محبت کرنے والے لوگ حوض پر اس طرح مل کر آئیں گے جس طرح میری دونوں اُنگلیاں ملی ہوئی ہیں۔"

عمل ناکارہ ہو جائیں گے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

« الْزَمُوا مَوَدَّتَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّهُ مَنْ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ يَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُهُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا » .

ہم اہلبیت کی محبت و مودت خود پر لازم کر لو کیونکہ ہم سے مودت رکھنے والا شخص اللہ تبارک و تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائے گا، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی بندے کو اُس کا عمل اُس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب تک وہ ہمارا حق نہیں پہچانے گا"

اگر وسیلہ درکار ہے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

يَكُونَ لَهُ عِنْدِي يَدٌ أَشْفَعُ لَهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلْيَصِلْ أَهْلَ بَيْتِي وَيُدْخِلِ السُّرُورَ عَلَيْهِمْ

یعنی جو شخص میرا وسیلہ چاہتا ہے اور اُس کی خواہش ہے کہ میں قیامت کے دِن اُس کی کسی خدمت کے عوض اُس کی شفاعت کروں تو وُہ میرے اہلِ بیت کی خدمت پر مامور ہو جائے اور اُن کی خوشنودی حاصل کرے، اِس روایت کی تخریج دیلمی نے کی ہے،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے

« إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَنَا وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَمُحِبُّونَا ؟ قَالَ مِنْ وَرَائِكُمْ » .

یعنی سب سے پہلے ہم اور فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ جنت میں داخل ہونگے، میں نے عرض کی یا رسُول اللہ ہمارے مُحبّوں کا کیا بنے گا! آپ نے فرمایا ہمارے پیچھے ہمارے مُحبّین ہونگے،

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرات حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس نے مجھ سے

اِن دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی وُہ قیامت کے دِن ہمارے درجہ میں ہمارے ساتھ ہوگا" كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ » .
درجے میں ساتھ ہونے سے مراد معیتِ منزلت نہیں بلکہ معیتِ مشاہدہ ہے
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

وقال عليه الصلاة والسلام « مَنِ اصْطَنَعَ لِأَحَدٍ مِنْ وَلَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَدًا فَلَمْ يُكَافِئْهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا فَعَلَيَّ مُكَافَأَتُهُ غَدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا لَقِيَنِي » أخرجه الطبراني مرفوعا .

احسان کا بدلہ میں دُوں گا

جس نے حضرت عبدالمطلبؓ کی اولاد پر کوئی احسان کیا اور وُہ اس احسان کا بدلہ نہ دے سکی تو وُہ شخص قیامت کے دِن مجھ سے ملے گا تو اُس کا بدلہ میں دُوں گا، اِس روایت کو طبرانی نے مرفوعاً نقل کیا،
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے"

أَرْبَعَةٌ أَنَا لَهُمْ شَفِيعٌ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْمُكْرِمُ لِذُرِّيَّتِي وَالْقَاضِي لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَالسَّاعِي لَهُمْ فِي أُمُورِهِمْ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوا إِلَيْهِ وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهِ وَلِسَانِهِ "

ہم قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کریں گے اول وہ جو میری اولاد کی عزت کریں گے دوم وہ جو ان کی ضروریات پوری کریں سوم وہ جو ان کی ضرورت کے وقت ان کے امور کے لئے سعی و جہد کریں گے چہارم وہ جو دل اور زبان سے ان کے ساتھ محبت کریں گے۔

اسلام کی اساس

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

لِكُلِّ شَيْءٍ اساس وَأَسَاسُ الإِسلامِ حُب اصحابِ رَسُولِ اللهِ صلی اللهُ عَلَيهِ وَسلمَ وَحُب

اهل بيتهِ

ہر چیز کی اساس ہوتی ہے اور اسلام کی اساس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور اصحاب کی محبت ہے۔

چار سوال پوچھے جائیں گے

علامہ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

لَا تَزُولُ قَدَمَا عبدٍ حَتّٰی يُسأَلَ عَن أَربَعٍ عَن عُمرِهِ فِيمَ أَفنَاهُ، وَعَن جَسَدِهِ فِيمَ أَبلَاهُ، وَعَن

مَالِهٖ فِيمَ أَنفَقَهُ وَمِن أَينَ اكتَسَبَهُ ، وَعَن حُبِّنَا أَهلَ البَيت

کوئی شخص چلنے سے نہیں رُکتا یعنی نہیں مرتا یہاں تک کہ اُس سے چار سوال پوچھے جاتے ہیں!

اول، یہ کہ تُو نے اپنی عُمر کیسے صرف کی

دوم یہ کہ تو نے اپنے جسم سے کیا کام لیا

سوم یہ کہ تو نے اپنا مال کہاں خرچ کیا اور کہاں سے کمایا

چوتھا سوال ہم اہلبیت کی محبت کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے،

علامہ دیلمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

أَثبَتُكُم عَلَى الصِّرَاطِ أَشَدُّكُم حُبًّا لِأَهلِ بَيتِي وَأَصحَابِي

حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں پُل صراط پر ثابت قدم رہنا ہے تو میرے اہلِ بیت و اصحاب کے ساتھ شدید محبت کرو۔

ایمان داخل نہیں ہوگا

حدیث صحیح میں بیان ہُوا ہے! أَنَّ العَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ شَكَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَا تَفعَلُ قُرَيشٌ مِن تَعبِيسِهِم فِي وُجُوهِهِم وَقَطعِهِم حَدِيثَهُم عِندَ لِقَائِهِم

فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صلی اللهُ علیہ وَسلَّمَ غَضَباً شَدِیدًا حَتّٰی اَحْمَرَّ وَجْھُہُ وَدَرَّ عِرْقٌ بَیْنَ عَیْنَیْہِ ، وَقَالَ : مَا بَالُ أَقْوَامٍ یَتَحَدَّثُوْنَ فَإِذَا رَأَوُا الرَّجُلَ مِنْ أَھْلِ بَیْتِی قَطَعُوا حَدِیثَھُمْ وَاللهِ لَا یَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِیمَانُ حَتّٰی یُحِبَّھُمْ لِقَرَابَتِھِمْ مِنِّی » ۔

یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں شکایت کی کہ قریش ہم سے مُنہ موڑ لیتے ہیں اور جب ہم اُن کے پاس جاتے ہیں تو وُہ باتیں کرتے کرتے خاموش ہو جاتے ہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات سُن کر سخت غضبناک ہوئے یہاں تک کہ آپ کا چہرۂ اقدس سُرخ ہو گیا اور پیشانی کی رگ اُبھر آئی، اسی عالم میں آپ نے فرمایا!

اِن لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے اہلبیت کے آجانے سے اپنی گفتگو منقطع کر دیتے ہیں خدا کی قسم کسی شخص کے دِل میں ایمان داخل نہیں ہو گا جب تک وُہ میری رشتہ داری کی وجہ سے میرے اہلبیت سے محبّت نہ کرے۔

ایک روایت میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اِس طرح ہے

« وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَا یَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِیمَانُ حَتّٰی یُحِبَّکُمْ لِلّٰہِ وَرَسُولِہٖ » ۔

یعنی اے اہلبیت! کسی شخص کے دِل میں اُس وقت تک ایمان داخل

نہیں ہوگا جب تک وہ خدا اور رسول کے لئے تمہیں محبوب نہ بنائے،

پانچ چیزیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فرمان ہے،

« خَمسٌ مَنْ

أُوتِيَهُنَّ لَمْ يُعذَرْ عَلَى تَرْكِ عَمَلِ الآخِرَةِ : زَوْجَةٌ صَالِحَةٌ وَبَنُونَ أَبْرَارٌ ، وَحُسْنُ مُخَالَطَةِ النَّاسِ ، وَمَعِيشَةٌ فِي بَلَدِهِ وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ صلى اللّٰهُ عليهِ وَسلّمَ » .

یعنی جس کو یہ پانچ چیزیں عطا کی گئیں، آخرت کا عمل چھوڑنے پر اُسے سزا نہیں دی جائے گی،

اول، صالحہ بیوی، دوم نیک بیٹے، سوم لوگوں کے ساتھ حسنِ اختلاط یعنی اچھا برتاؤ،

چہارم، اپنے شہر میں اچھی معیشت یعنی احسن طریقے پر بود و باش رکھنا، پنجم، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلِ اطہار سے محبت اور دوستی،

آخری بات یہ تھی

امام طبرانی حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

« آخرُ ما تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ صلى اللّٰهُ عليهِ وَسلَّمَ اخلُفُونى فى أَهْلِ بَيْتِي » .

یعنی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری بات ارشاد فرمائی وُہ یہ تھی کہ میرے اہلبیت کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آنا،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے،

« أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ : حُبُّ نَبِيِّكُمْ وَحُبُّ أَهْلِ بَيْتِهِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ » .

تین خصلتیں تین حُرمتیں

یعنی اپنی اولاد کو تین عادات کی تعلیم دو، اول اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کریں، دوم آپ کی اہلبیتِ عظام سے محبّت کریں، سوم، قرآن مجید کی تلاوت کریں!

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

« إِنَّ لِلَّهِ حُرُمَاتٍ ثَلَاثًا

مَنْ حَفِظَهُنَّ حَفِظَ اللَّهُ أَمْرَ دِينِهِ وَدُنْيَاهُ ، وَمَنْ ضَيَّعَهُنَّ لَمْ يَحْفَظِ اللَّهُ لَهُ شَيْئًا ، قِيلَ وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : حُرْمَةُ الإِسْلَامِ ، وَحُرْمَتِي ، وَحُرْمَةُ رَحِمِي » .

اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے تین حُرمتیں ہیں جس نے اِن کی حفاظت کی اُس نے اپنے دینی و دُنیوی معاملات کا تحفّظ کر لیا، جس نے ان حُرمتوں

کا ضیاع کیا اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کی حفاظت نہیں فرمائے گا،
صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ وُہ تین حرمتیں کیا ہیں؟
آپ نے فرمایا اسلام کی عزت و حرمت، میری حرمت اور میرے رشتہ داروں کی حرمت۔

حضرت ابوبکرؓ کا عقیدہ

اکابرین سلف و خلف حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر قائم رہے۔ اِن اکابرین کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبیوں کی صلہ رحمی مجھے اپنے قریبیوں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے۔"

بخاری نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کی وجہ سے آپ کے اہلبیت کی تکریم کرو۔"

ریاض الصالحین کی شرح میں ابن علان نے کہا، اِس کتاب کے مصنف یعنی امام نووی نے ارقبُوا کے معنی راعوہ واحترموہ واکرموہ کئے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رعایت اور آپ کا احترام واکرام کرو مناوی کہتے ہیں حافظ زرندی نے کہا علمائے مجتہدین اور ائمہ مہتدین میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اہل بیت کی دوستی سے حظ وافر حاصل کرتے ہوئے اس پر فخر نہ کرتا ہو جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔"!

پیشواؤں کے پیچھے چلیں

ہم کہتے ہیں کہ حافظ زرندی نے علمائے مجتہدین اور ائمہ مہتدین کی قید اس وجہ سے لگائی ہے کہ وہ اُمت کے پیشوا ہیں توجب اہلبیت سے دوستی کے بارے میں اُن لوگوں کا یہ حال تھا تو کسی مومن کی شان نہیں کہ اس معاملہ میں اُن سے پیچھے رہے، اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت کے واجب ہونے کیلئے وصفِ ایمان کافی ہے، جس قدر اہلبیت سے محبت زیادہ ہوگی اُسی قدر ایمان زیادہ ہوگا اسی وجہ سے علمائے مجتہدین اور ائمہ مہتدین اہلبیت کرام کی دوستی کو وجہِ افتخار قرار دیتے ہوئے حظِ وافر حاصل کرتے تھے،

امام اعظم اور اہلبیت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن سبطِ رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حمایت کرتے تھے چنانچہ اُنہوں نے لوگوں کو فتویٰ دیا کہ وہ اُن کی اور اُن کے بھائی محمدؒ کی معیت اختیار کریں، کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حقیقت میں اسی وجہ سے قید کیا گیا تھا اور بظاہر منصبِ قضا قبول نہ کرنے کا بہانہ تھا،

امام مالک اور اہلبیت

دارالہجرت مدینۃ المنورہ زادہا اللہ شرفاً و تکریماً کے امام حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم بن زید بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حمایتی تھے چنانچہ اُنہوں نے لوگوں کو فتویٰ دیا کہ وہ اُن

کی معیت اختیار کریں اِس بنا پر وُہ کئی سال ،حکومت سے ،چھپے رہے“
بعض کا قول ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ المحض کے بھائی محمد کے حمایتی تھے اور امام اعظم ابوحنیفہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ المحض کی حمایت کرتے تھے“

امام احمد بن حنبل اور کفرِ یزید

امام جلیل امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِس سلسلہ میں مجھے کوئی خاص بات معلوم نہیں تاہم وُہ کمال تقویٰ وورع اور دِقّت نظر رکھنے کے باوصف یزید بن معاویہ کو کافر کہتے تھے اور اُس پر لعنت جائز قرار دیتے تھے،
اس کا باعث حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آلِ پاک سے محبت تھی اور اس کے ساتھ ہی اُن کے پاس یزید کے کفر اور اُس پر لعنت کرنے کی دلیل بھی ثابت تھی“

امام شافعی اور اہلِ بیت

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا کی اولاد قریشی امام امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل پاک سے شدید محبت کی وجہ سے قیدی بنا کر بغداد میں لایا گیا تھا اُنہیں اِس سلسلہ میں پیش آنے والے اُمور کی تفصیل طویل ہے تاہم اہلبیت رسُول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُن کی محبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کج فہم اور گمراہ لوگ اُنہیں رافضیت سے متہم کرنے لگے حالانکہ آپ ہرگز ہرگز رافضی نہ تھے“
حضرت امام سبکی کے بیٹے اپنی کتاب طبقات میں حضرت امام شافعی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے شاگرد سلیمان مرادی سے متصل سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ امام شافعی کے ساتھ مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف گئے تو امام شافعی جس وادی میں اترتے یا جس گھاٹی پر چڑھتے یہ اشعار پڑھتے تھے"

يَا رَاكِبًا قِفْ بِالْمُحَصَّبِ مِنْ مِنًى

وَاهْتِفْ بِقَاعِدِ خَيْفِهَا وَالنَّاهِضِ

سَحَرًا إِذَا فَاضَ الْحَجِيجُ إِلَى مِنًى

فَيْضًا كَمُلْتَطِمِ الْفُرَاتِ الْفَائِضِ

إِنْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ

فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ أَنِّي رَافِضِي

١٨٤

يَا آلَ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ حُبُّكُمُ

فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ

يَكْفِيكُمْ مِنْ عَظِيمِ الْفَخْرِ أَنَّكُمُ

مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهُ

ترجمہ: اے سوارِ منیٰ کے مقام محصّب میں ٹھہر جا اور مقام خیف پر کھڑے

ہونے والوں اور بیٹھنے والوں کو آواز دے، اور جب صبح کے وقت حجاج فرات کی
کی تلاطم خیز موجوں کی طرح منیٰ کی طرف جائیں تو انہیں بتا دے!
اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کی محبت رفض ہے تو جن اور
انسان گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں"
امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلبیتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت
کو فرض قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں"
اے اللہ کے رسول کی اہلبیت قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے
آپ کی محبت فرض کی گئی ہے"
آپ لوگوں کے لیے یہی افتخار کیا کم ہے کہ جو شخص آپ لوگوں پر درود
نہ بھیجے اُس کی نماز نہیں ہوتی"
علامہ صبان اسعاف الراغبین میں فرماتے ہیں! امام شافعی کے قولِ مرجوح
کے مطابق جو شخص اہلبیت پر درود نہ پڑھے اُس کی نماز کامل نہیں ہوتی یا
درست نہیں ہوتی، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں محبتِ اہل بیت
کے لئے یہ حکم نازل فرمایا ہے،

(قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ
فِى الْقُرْبٰى)

یعنی آپ فرما دیں میں تم سے سوائے اقربا کی محبت کے کچھ حق تبلیغ نہیں
مانگتا،
پس دیکھ! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تجھے ان اماموں اور اُمت کے ہادیوں کی
اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور ہم تم اُن آثار کو رہنما بنائیں جو انہوں نے اہلبیت

نبوت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کے سلسلہ میں قائم کئے ہیں

اگر تو سُنّی مسلمان ہے

اگر تو سُنی مسلمان ہے تو اِن چاروں میں سے کسی ایک امام کا مقلد ہو گا، ان چاروں ائمہ اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مابین بہت سے مسائل کا اختلاف ہے مگر جیسا کہ تُو نے دیکھا مُحبّتِ اہلبیت کے مسئلہ میں یہ چاروں متفق ہیں"

اگر تو یزیدی ہے

اے میری کتاب کے ناظر اگر تُو یزیدی یا زیادی ہے تو اپنے لیئم اسلاف کی سیرت پر نظر کر تجھے اُن کا کردار جہنمیوں کا نظر آئے گا تو اُن کے اخبار و واقعات کو تلاش کر تجھے اُن کے باعثِ ننگ و عار واقعات ملیں گے، اگر تجھ میں عقل ہے تو تُو یقیناً جان لے گا کہ وُہ بہت بڑے گمراہ اور بدترین جاہل تھے، اور یہ جان لینے کے بعد تو اُن کی مخالفت کرے گا تو دار المتقین جنت میں داخل ہو گا، اور قیامت کے دِن انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین میں اُٹھایا جائے گا جو کہ انعام یافتہ لوگ ہیں،

اور اگر تو اپنے اسلاف کے ساتھ شریک ہو کر جہنم اور بُرے ٹھکانے میں جانے پر بضد ہے تو اُن کا طریقہ اختیار کر لے تجھے بھی اُن جیسی انتہائی گمراہی اور ضلالت نصیب ہو جائے گی اور اُسی ہلاکت اور وبال کا شکار ہو جائے گا: جس ہلاکت و وبال کے وُہ شکار ہُوئے تھے، تجھے بھی اُنہیں کی طرح طوق و زنجیر پہنا کر جہنم کی طرف گھسیٹ لیا جائے گا، جنت اور دوزخ دو ہی ٹھکانے ہیں تو اِن دونوں میں سے جسے چاہیئے پسند کر لے،

سادات کی تعظیم کہاں تک ہو؟

سیدی عبدالوہاب شعرانی المنن میں فرماتے ہیں!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر جو احسانات فرمائے ہیں اُن میں سے اُس کا ایک احسان یہ ہے کہ میں ساداتِ کرام کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتا ہوں خواہ لوگوں کے نزدیک اُن کا نسب مطعون ہی کیوں نہ ہو، اور اُن کی تعظیم کو اپنے اُوپر اُن کا حق تصوّر کرتا ہوں۔"

جیسا کہ باوجود صاحبِ استقامت نہ ہونے کے اولادِ اولیاء علماء کی شرعی طور پر تعظیم و تکریم کرتا ہوں، پھر میں سادات کرام کی تعظیم و تکریم کم از کم اتنی ضرور کرتا ہوں جتنی کہ مصر کے بادشاہ یا لشکر کے قاضی کی ہوتی ہے،

جملہ آدابِ ساداتِ کرام سے یہ بھی ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اُن کے بستر پر یا اُن کے برابر یا اُن کے سامنے اُن کی طرح نہ بیٹھے۔"

اور آدابِ سادات میں سے یہ بھی ہے کہ ہم خاندانِ اہلبیت کی کسی بیوہ یا مطلقہ خاتون سے نکاح نہ کریں اسی طرح کسی بھی سیدہ سے نکاح نہ کریں البتہ! اگر ہم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں سیدہ کے حقِ واجب ادا کرنے

کی طاقت رکھتا ہوں اور اُن کی مرضی کے مطابق عمل کرسکتا ہوں تو ایسا شخص بھی اُن کے بعد نہ کسی دوسری عورت سے شادی کرسکتا ہے اور نہ کنیز خرید سکتا ہے ہم اُنہیں اپنی طاقت کے مطابق نان نفقہ اور لباس دینے کے پابند ہونگے اور اُس میں کمی نہیں کرسکیں گے اور اُنہیں کہیں گے کہ آپ کے جدا مجد حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی پسند فرمایا ہے۔"

ہم اُن کی کسی بھی جائز خواہش کو نہیں روک سکتے یعنی اُن کی ہر جائز خواہش کو پُورا کرنے کے پابند ہیں، اگر وُہ کھڑی ہوں تو ہم اُن کے جُوتے سیدھے کریں اور جب وُہ تشریف لائیں تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں کیونکہ وُہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد اور جگر کا ٹکڑا ہیں

سیّدزادی کی طرف دیکھنا

ایسے ہی ہم کسی سیّدہ کے جسم کی طرف نگاہ نہ اُٹھائیں خواہ خرید و فروخت کا معاملہ ہو جب کہ شرعی ضرورت نہ ہو، اگر وُہ جُوتا خریدیں تو جُوتے فروخت کرنے والا اُن کے پاؤں کو نہ دیکھے جب وُہ ہمارے سامنے سے گذریں تو اُن کے پاجامے کی طرف نہ دیکھیں اس لئے کہ ایسا کرنا اُن کے جدا مجد حضرت محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہے"

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیں اُن سے نفع پُہنچائے اپنی تصنیف "بحر المورود فی مواثیق العہود" میں فرماتے ہیں! ہم سے وعدہ لیا گیا ہے کہ ہم کسی سیدزادی سے نکاح نہ کریں، بلکہ خود کو اُن کا خادم اور نوکر تصوّر کریں اس لئے کہ وُہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جگر پارہ ہیں، البتہ اگر کوئی شخص خود کو اُن کا غلام تصوّر کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھے کہ میں جب بھی اُن کی

فرماں برداری سے باہر ہُوا بھاگا ہُوا غلام اور بدسلوکی کرنے والا ہو جاؤں گا تو وُہ اُن سے نکاح کرلے اور جو اِس شرط پر پُورے نہیں اُترسکتے اُن کے لئے مناسب نہیں کہ سیدہ سے نکاح کریں "

جو لوگ چاہتے ہیں کہ برکت کے حصُول کے لئے سیدہ سے نکاح کریں تو ہم اُن سے کہیں گے کہ سلامتی غنیمت پر مُقدم ہے بالخصوص جب تم اُن پر سوت یا کنیز لاؤ یا اپنی کنجُوسی اور بُخل سے اُنہیں تکلیف پہنچاؤ رہی بات حصُول برکت کی تو ایک مسلمان اُن کے ساتھ احسان کرکے بھی برکت حاصل کرسکتا ہے "

مختصر یہ کہ سیدزادی کے حقوق و عظمت کی حفاظت وہی شخص کرسکتا ہے جس کا نفس قطعی طور پر مرچکا ہو اور وُہ بجا طور پر دُنیا سے بے رغبت ہو اور ایمان اُس کے دل میں اِس طرح جاگزین ہوگیا ہو کہ وُہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ پاک کے ساتھ اپنے گھر والوں اور اپنی اولاد سے زیادہ مُحبّت رکھے کیونکہ جو چیز سیدزادی کی تکلیف کا باعث ہے وُہ حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کا باعث ہے "

میرے سردار حضرت علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدزادی کی طرف اُس وقت بھی دیکھنے سے روکتے تھے جو وُہ پردے میں ہوں اور اُنہوں نے بُرقع پہنا ہُوا ہو، اور دیکھنے والے کو فرماتے اگر تُم یہ دیکھو کہ کوئی شخص تمہاری بیٹی کو دیکھ رہا ہے تو کیا تم رنج اور غصہ میں نہیں آؤ گے؟ تو یاد رکھو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی اِس معاملے میں یہی حال ہے،

میں کہتا ہُوں کہ دیندار اور پرہیزگار شخص کے لئے لازم ہے کہ جب وُہ کسی سیدزادی کے ساتھ خرید و فروخت کرے یا اُس کا فصد کھولے یا علاج کرے تو حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتہائی شرمندہ ہو کر کرے خاص طور

پر کفش فروش کے لئے ایسا کرنا نہایت ضروری ہے۔

اے بھائی! اگر تو شرع شریف اور فروعی مسائل پر شدت سے کاربند ہے اور اس کے ساتھ تو حاکم بھی ہے اور سید زادی کو گواہی وغیرہ کے لئے دیکھنا ضروری ہے تو اپنے دل کے ساتھ حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کر لے۔

اے بھائی! اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے کمال محبت رکھتے ہیں تو وہ جو کچھ آپ سے خریدنا چاہیں انہیں تحفتہً پیش کر دو۔

اگر سید رشتہ طلب کرے

بعد ازاں امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں! ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہماری بیٹی یا بہن جس کے لئے ہم نے بہت سا جہیز تیار کیا ہو اس کا رشتہ ایسا سید طلب کرے جس کے پاس مہر ادا کرنے کے سوا کوئی چیز نہ ہو تو ہمیں چاہیئے کہ ہم یہ رشتہ قبول کر لیں اور اس سے نکاح کر دیں اس لئے کہ فقر عیب نہیں جس کی بنا پر ہم یہ رشتہ مسترد کر دیں بلکہ فقر تو شرف اور بزرگی ہے اور حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر کی آرزو کرتے ہوئے اپنے پروردگار عزوجل سے التجا کی ہے کہ مجھے فقراء و مساکین کے زمرہ میں اٹھایا جائے اور دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا ۔

یعنی اے اللہ! آلِ محمد کو اتنا رزق عطا فرما جس سے صبح اور شام کا گذارا چل سکے اور باقی نہ بچے۔

تو یہ وہ چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذریت طاہرہ

اور اہلبیت پاک کے لئے پسند فرمائی ہے اور یہ انتہائی شرف اور بزرگی ہے،
اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کے لئے سید کے پیغام کو مسترد کر دے گا اور اُس کا رشتہ قبول نہیں کرے گا تو ہمیں ڈر ہے کہ اُس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جائے اور بے شک اللہ تعالیٰ غنی و حمید ہے،

اگر سید سائل ہو؟

ایسے ہی ہم سے وعدہ لیا گیا ہے کہ اگر ہم سرِ راہ کسی سید یا سیدہ کو سوال کرتے دیکھیں تو اپنی استطاعت کے مطابق اُنہیں رقم، کھانا یا کپڑے پیش کریں، یا اُن کے حضور میں درخواست پیش کریں کہ وُہ ہمارے ہاں قیام فرمائیں تاکہ ہم اُن کی حسب استطاعت شرعی کفالت کر سکیں،
جو شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت کا دعویدار ہو اور وُہ آپ کی اولاد کو سرِ راہ لوگوں سے سوال کرتے ہُوئے دیکھے تو وُہ کیسے پسند کر سکتا ہے کہ بغیر اُنہیں کوئی چیز پیش کرنے کے اُن کے پاس سے گذر جائے، اور اللہ غفور و رحیم ہے،

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضورؐ اپنی اولاد کے بارے میں جھگڑا کریں گے

ملاء نے اپنی سیرت کی کتاب میں تخریج کی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا،

« اَسْتَوْصُوا بِأَهْلِ بَيْتِي خَيْرًا فَإِنِّي أُخَاصِمُكُمْ

عَنْهُمْ غدًا ، وَمَنْ أَكُنْ خَصْمَهُ أَخْصَمَهُ اللهُ ، وَمَنْ أَخْصَمَهُ اللهُ أَدْخَلَهُ النَّارَ » .

یعنی میرے اہلبیت کے بارے میں خیر اور بھلائی کی تلقین کرو کیونکہ کل قیامت کے دن میں اپنی اولاد کے بارے میں تم سے جھگڑا کروں گا اور جس سے میں جھگڑا کروں گا اُس سے اللہ تبارک و تعالیٰ جھگڑا کرے گا اور جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ جھگڑا فرمائے گا اُسے جہنم میں داخل کر دے گا"

ابُولہب کی بیٹی کی شان

صحیح میں ہے کہ جب بنت ابُولہب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تکریماً میں تشریف لائیں تو لوگوں نے کہا تجھے ہجرت سے کیا فائدہ ہوگا کیونکہ حطب النار کی بیٹی ہے، انہوں نے یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ غضبناک ہو گئے اور منبر پر تشریف لا کر فرمایا!

« ما بَالُ أَقْوَامٍ يُؤْذُونِي فِي نَسَبِي وَذَوِي رَحِمِي أَلَا وَمَنْ آذَى نَسَبِي وَذَوِي رَحِمِي فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ » أخرجه كثير من أهل السنن .

یعنی! لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے میرے نسب اور ذی الارحام کی وجہ سے تکلیف پہنچاتے ہیں، سنو! جو شخص مجھے میرے نسب و ذی رحم کو ایذا دے گا وہ مجھے ایذا دے گا اور جو مجھے ایذا دے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دے گا"

مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے والا جہنم میں

کثیر اہل سُنن اور طبرانی و حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« یَا بَنِی عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّی سَأَلْتُ اللهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: سَأَلْتُهُ أَنْ يُثَبِّتَ قَائِمَكُمْ وَأَنْ يُعَلِّمَ جَاهِلَكُمْ، وَيَهْدِیَ ضَالَّكُمْ فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا صَعَدَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ فَصَلَّى وَصَامَ ثُمَّ مَاتَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لِأَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ النَّارَ » .

اُے بنی عبدالمطلب میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے تمہارے لئے تین چیزیں طلب کی ہیں"

۱- اللہ تعالیٰ تم میں سے سیدھے چلنے والے کو ثابت قدمی عطا فرمائے"

۲- تم میں سے جو علم نہیں رکھتا اُسے عالم بنا دے"

۳- تم میں سے جو راستہ کھو بیٹھے اُسے راہِ ہدایت نصیب فرمائے"

اگر کوئی شخص کعبہ شریف میں رُکن اور مقام ابراہیم پر آکر نماز ادا کرے اور روزے رکھے اور اس کے ساتھ ہی وہ میرے اہل بیت سے بغض رکھتا ہو تو وہ جہنم میں جائیگا

بُغض بنی ہاشم کفر ہے

طبرانی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج کی ہے کہ

« بُغْضُ بَنِی هَاشِمٍ وَالْأَنْصَارِ كُفْرٌ وَبُغْضُ الْعَرَبِ نِفَاقٌ » .

یعنی بنی ہاشم اور انصار سے بغض کفر اور عرب سے بُغض منافقت ہے۔

عترت و انصار کا حق نہ پہچاننے والا کون ہے

ابن عدی نے روایت بیان کی اور علامہ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

مَن لَم یَعرِف عِترَتِی وَالأَنصَارَ فَهُوَ لِأَحَدِ ثَلَاثٍ إِمَّا مُنَافِقٌ وَ امَّا لِزِنیَةٍ وَ إِمَّا لِغَیرِ طُهرٍ "

یعنی جس نے میری عترت اور انصار کا حق نہیں پہچانا وہ تین صورتوں سے خالی نہیں۔

۱۔ وہ منافق ہے، ۲۔ حرام زادہ ہے، ۳۔ ایام حیض میں قرار پانے والے حمل سے پیدا ہوا ہے۔

اہلبیت سے بغض رکھنے والا یہودی ہے

طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا!

« أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَبْغَضَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَهُوْدِيًّا »

اے لوگو! میرے اہل بیت سے بغض رکھنے والے کو اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن یہودی اٹھائے گا"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

مَنْ أَبْغَضَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَهُوْدِيًّا »

یعنی جو شخص ہم اہلبیت سے بغض رکھے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قیامت کے دن یہودی اٹھائے گا

اہلبیت سے بغض رکھنے والا جہنمی ہے

لَا يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ

یعنی جو شخص ہم اہلبیت سے بغض رکھے اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے آگ میں ڈال دے گا، اِس روایت کو حاکم نے بیان کیا اور شرطِ شیخین پر صحیح کہا،"

آگ کے کوڑے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت امیر معاویہ کو فرمایا ہمارے بُغض سے بچو کیونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے،

«لَا يَبْغَضُنَا وَلَا يَحْسُدُنَا أَحَدٌ إِلَّا ذِيدَ عَنْ الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِنْ نَارٍ» رواه الطبرانی .

یعنی ہم سے بُغض اور حسد رکھنے والا ایک بھی شخص ایسا نہیں ہو گا، جسے قیامت کے دن آگ کے کوڑے برسا کر حوض کوثر سے پیچھے نہ ہٹا دیا جائے

یہ روایت طبرانی نے نقل کی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً روایت بیان کی ہے،"

وروى أحمد مرفوعا « مَنْ أَبْغَضَ أَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ » .

یعنی جو شخص ہمارے اہلبیت سے بغض رکھے گا وُہ منافق ہے

اہلبیت سے بغض رکھنے والے پر جنت حرام ہے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے!

فصل

اہلبیت کرام کے اکرام میں سلف صالحین کے آثار و قصص

حضرت عمر اور حضرت امام حسینؑ

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اصابہ میں روایت لائے ہیں کہ یحییٰ بن سعید انصاری سے عبید بن حنین نے کہا حسین بن علی علیہما السلام نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ میں آیا تو حضرت عمر منبر پر خُطبہ دے رہے تھے میں نے منبر پر چڑھ کر کہا! میرے باپ کے منبر سے اُتر جائیں اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جائیں"

حضرت عمرؓ نے کہا میرے باپ کا کوئی منبر نہیں اور مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا میرے سامنے کنکریاں تھیں جنہیں میں اُلٹ پلٹ کرتا رہا جب وُہ منبر سے اُترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے اور کہا! کبھی کبھی تشریف لاتے رہا کریں"

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں پھر میں ایک روز اُن کے گھر گیا تو وُہ امیر معاویہ کے ساتھ خلوت گزین تھے اور ابنِ عمرؓ دروازے کے باہر تھے، پس ابنِ عمرؓ واپس آ گئے اور میں اُن کے ساتھ آ گیا، بعد میں مجھے حضرت عمرؓ ملے تو اُنہوں نے کہا آپ نظر نہیں آئے میں نے کہا! اے امیرالمومنین میں آپ

کے پاس گیا تھا تو آپ معاویہ کے ساتھ تخلیہ میں تھے تو میں ابن عمر کے ساتھ واپس آگیا حضرت عمر نے کہا آپ ابن عمر سے زیادہ مستحق تھے،

اس لئے کہ ہمارے سروں پر اللہ تعالیٰ نے بال اُگائے ہیں یا پھر آپ نے

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے،

حضرت عمر بن عبد العزیز اور اہلبیت

ابو الفرج اصفہانی عبید اللہ بن عمر قواریری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن سعید بن ابان قرشی نے روایت بیان کی حضرت عبد اللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے پاس تشریف لے گئے آپ ابھی نوخیز ہی تھے مگر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے انہیں اونچی جگہ پر بٹھا کر ان کی ضرورت کو پورا کیا۔ بعد ازاں انہیں (ازراہ مزاح متوجہ کرنے کے لئے) چٹکی کا سو اچبھویا جس کی چبھن کو آپ نے محسوس کیا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا اسے شفاعت کے وقت یاد فرمالینا،

جب حضرت عبد اللہ بن حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن علیہم السلام تشریف لے گئے تو لوگوں نے حضرت عمر بن العزیز کو ملامت کے طور پر کہا آپ نے ایک نوخیز لڑکے کی یہ عزت افزائی کیوں کی؟

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! مجھ سے ایک ایسے ثقہ شخص نے حدیث بیان کی جیسا کہ میں اُسے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سن رہا ہوں کہ فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں اور مجھے اُس چیز سے خوشی حاصل ہوتی ہے جس سے یہ خوش ہوتی ہیں،

مجھے معلوم ہے کہ اگر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا حیات

ظاہری کی قید میں ہوتیں تو میرے اِس حُسنِ سُلوک سے یقیناً خوش ہوتیں جو میں نے اُن کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے۔

لوگوں نے عرض کی مگر آپ نے سوا چھو کر شفاعت کی یاد دہانی کیوں کرائی؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا! بنو ہاشم میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جسے حقِ شفاعت حاصل نہ ہو چنانچہ مجھے اُمید ہے کہ مجھے ان کی شفاعت نصیب ہوگی۔

مجھے حیا آتی ہے

یہی حضرت عبداللہ بن حسن علیہما السلام فرماتے ہیں کہ میں ایک کام کی غرض سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دروازے پر گیا تو انہوں نے کہا آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو اُس کے لئے کسی کو بھیج دیا کریں یا گرامی نامہ لکھ دیا کریں، مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ آپ میرے دروازے پر چل کر آئیں۔

حضرت امام مالک اور اہلبیت

روایت میں آیا ہے کہ جب جعفر بن سلیمان نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پٹائی کروائی تو وہ بے ہوش ہو گئے، جب انہیں ہوش آیا تو عیادت کے لئے آنے والے لوگوں کو فرمایا! تم گواہ رہنا کہ میں نے خود کو مارنے والے کو معاف کر دیا ہے۔

کسی نے پوچھا آپ نے کس بنا پر معاف کیا ہے؟

حضرت امام مالک نے فرمایا! مجھے ڈر تھا کہ موت کے بعد حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے وقت شرم آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کے اہل سے ایک شخص آگ میں جائے گا۔

اور کہا کہ! جب منصور نے جعفر سے بدلہ لینا چاہا تو کہا اعوذ باللہ واللہ! میں نے اپنے جسم پر پڑ کر اٹھنے والا ہر کوڑا انہیں معاف کر دیا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔

تیری طرف سے فرشتہ حج کرتا ہے

شیخ الاکبر سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مسامرات الاخیار میں عبداللہ بن مبارک سے متصل سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ متقدمین میں سے حج کا شوق رکھنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ مجھے بغداد شریف میں حج کے لئے جانے والے ایک قافلہ کی آمد کا پتہ چلا تو میں نے اس کے ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا اور پانچ سو دینار لیکر سامان حج خریدنے کے لئے بازار گیا۔ میں بازار میں گھوم رہا تھا کہ وہاں پر ایک خاتون نے مجھے کہا! میں سید زادی ہوں میری بچیوں کی ردائیں نہیں ہیں اور ہم نے چار روز سے کچھ نہیں کھایا۔

اس بی بی کی بات نے مجھے بے حد متاثر کیا چنانچہ میں نے وہ پانچ سو دینار اُن کی جھولی میں ڈال دیئے اور عرض کی آپ جا کر اپنی ضرورت پوری فرما لیں۔ اس کے ساتھ ہی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس لوٹ آیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سال حج پر جانے کا شوق میرے دل سے محو کر دیا اور قافلہ چلا گیا۔

جب یہ لوگ حج کر کے واپس آئے تو میں نے سوچا احباب سے ملاقات کر کے انہیں سلام کہوں، چنانچہ میں ان لوگوں کے پاس گیا اور جس دوست کو ملتا وہ مجھے حج کی مبارک باد دیتے ہوئے کہتا اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کا حج قبول فرمائے میں اس امر پر تعجب کرتا ہوا رات کو سو گیا تو خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں لوگوں نے جو تجھے حج کی مبارکباد پیش کی ہے اس پر تعجب نہ کر تو نے جب ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کیا اور ضعیف کو غنی کر دیا تو ہم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں درخواست پیش کی جس کی بنا پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیری صورت پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا جو ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے گا اب تو چاہے تو حج کر چاہے تو نہ کر۔

عذاب کے فرشتے چلے گئے

شیخ زین الدین عبدالرحمٰن خلال بغدادی سے روایت ہے کہ تیمور لنگ کے ایک امیر نے کہا جب اس پر مرض الموت کا حملہ ہوا تو ایک روز شدید اضطراب کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور رنگ متغیر ہو گیا بعد ازاں جب اسے آفاقہ ہوا تو لوگوں نے اس صورت حال کا ذکر کیا اس نے کہا! میری طرف عذاب کے فرشتے آئے تھے بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور فرشتوں کو فرمایا کہ اسے چھوڑ کر چلے جاؤ یہ میری اولاد سے محبت کرتا ہے اور اس سے احسان کرتا تھا، پس فرشتے چلے گئے۔

تیمور لنگ حضورؐ کے ساتھ تھا

شمس الدین محمد بن حسن خالدی سے روایت ہے کہ ہمارے ایک ساتھی

نے حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ کے پاس تیمور لنگ بھی تھا، اس نے تیمور لنگ سے کہا! اے خدا کے دشمن تو یہاں تک پہنچ گیا ہے؟

(اس کے جواب میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا! اے محمد بن حسن یہ میری اولاد سے محبّت کرتا تھا۔

کیا ہماری جاہ کم ہے

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی تقی فارسی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک امام صاحب سادات کرام کی بے حد تعظیم کرتے تھے، کسی نے ان سے تعظیم سادات میں اِس مبالغے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا! مطیر نامی ایک سید لہو ولعب میں مشغول رہتے تھے ان کا وصال ہوا تو میرے استاد نے ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائی، بعد ازاں اس نے خواب میں دیکھا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور آپ کے ساتھ جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بھی تھیں انہوں نے اس کی طرف سے رُخ پھیر لیا، اس نے التماس التفات کیا تو جنابِ سیّدہ نے متوجہ ہو کر فرمایا کیا مطیر کے لئے ہماری عزت وعظمت اور جاہ کافی نہیں،

سید عجلان حسینی کی رہائی

مقریزی نے کہا! قاضی القضاۃ عبدالعزیز بن عبدالعزیز بکری بغدادی حنبلی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں دیکھا، اسی اثناء میں آپ کی قبرِ مقدس کھل گئی اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لاکر بیٹھ گئے آپ نے کفن مبارک پہنا ہُوا تھا اور مجھے ہاتھ مبارک کے اشارے سے اپنے پاس بلایا میں اُٹھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے فرمایا! موّید سے کہدے! وُہ عجلان کو رہا کر دے،

میں بیدار ہو کر حسب عادت موّید بادشاہ کی مجلس میں گیا اور اُسے عجلان کی رہائی کے لئے کہا، سُلطان مؤیّد نے قسم کھا کر کہا! میں نے عجلان کو دیکھا تک نہیں اور نہ ہی ہم ایک دُوسرے کو جانتے ہیں، پھر میں نے اُسے اپنا خواب سُنایا تو وُہ چُپ ہو گیا اِختتام مجلس کے بعد ہم لوگ وہاں سے آ گئے تو مؤیّد قلعہ کی زمینوں کی طرف چلا گیا اور نشانہ بازی کی تجدید کا حُکم دیا، بعدازاں امیر مدینہ سیّد عجلان حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زندان سے طلب کیا اور اُنہیں رہا کر دیا،

حضورؐ نے بینائی عطا کر دی

مقریزی ہی نے مزید بیان کیا کہ ۸۲۵ھ میں ینبع کے امیر نے ایک حسنی سیّد حضرت سرواح بن مُقبل کے والد جناب مُقبل کو گرفتار کر کے اسکندریہ میں قید کر دیا اور اُن کے بھتیجے عقیل کو ینبع کا امیر بنا دیا، جناب مُقبل قید خانہ میں ہی رحلت فرما گئے جب کہ امیر نے اُن کے بیٹے سرواح کی آنکھوں میں سلائیاں گرم کر کے پھر وادیں جس کے نتیجے میں اُن کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، دماغ متورم ہو گیا اور زخموں میں تعفّن پیدا ہو گیا،

جناب سرواح اِسی حالت میں قاہرہ چلے گئے اور وہاں پر ایک مدّت گذار کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے مدینہ منورہ میں آ کر آپ اپنے جدِ امجد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور شکایت پیش کر کے رونے لگے بعدازاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دُعا کر کے واپس آ

گئے اُسی رات آپ نے خواب میں اپنے نانا جان حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپؐ نے اپنا دستِ اقدس اُن کی آنکھوں پر پھیرا ہے چنانچہ جب بیدار ہوئے تو اُن کی آنکھیں بینا ہو چکی تھیں "

یہ خبر تمام مدینہ منورہ میں پھیل گئی اور آپ ایک مدت تک مدینہ منورہ میں قیام کرنے کے بعد قاہرہ تشریف لے گئے،

سلطان ملک اشرف برسبائی کو آپ کے بینا ہو کر آنے کا پتہ چلا تو اُس نے انہیں گرفتار کر لیا اور جن دو مزینوں نے اُن کی آنکھوں میں سلایاں پھیریں تھیں اُن کی پٹائی کروائی کہ سلایاں گرم کر کے نہیں پھیری ہونگی،

مزنیوں نے اُس کے دربار سے ایسے گواہوں کو پیش کیا جن پر اُسے پورا پورا اطمینان تھا اُن گواہوں نے بتایا کہ ہم نے انہیں ان کی آنکھوں میں گرم سلایاں پھیرتے دیکھا تھا اور یہ بھی دیکھا تھا کہ ان کی آنکھیں اُسی وقت بہ گئی تھیں،

برسبائی نے اِن شہادتوں کے بعد مزنیوں کو چھوڑ دیا،

ایسے ہی اُسے اہل مدینہ نے بتایا کہ ہم نے جناب سرواح کو نابینا دیکھا اور پھر ایک صبح وہ بینا ہو چکے تھے اور انہوں نے ہمیں اپنا خواب سنایا تھا، اس پر برسبائی نے حضرت سرواح کو رہا کر دیا یہاں تک کہ آپ نے ۸۳۳ھ ہجری میں طاعون کے مرض سے رحلت فرمائی۔

خدمت اہلبیت کا صلہ

شیخ عدوی اپنی کتاب مشارق انوار میں علامہ ابن جوزی کی کتاب ملتقط سے نقل کرتے ہیں کہ بلخ میں ایک علوی بزرگ نے قیام فرمایا پھر وہاں پر ان کا

انتقال ہوگیا تو اُن کی اہلیہ دشمنوں کی شماتت کے خوف سے بیٹیوں کو لیکر سمرقند تشریف لے گئیں آپ شدید سردی میں سمرقند پہنچیں اور صاحبزادیوں کو مسجد میں بٹھا کر کھانے کی تلاش میں باہر آگئیں، آپ بیان فرماتی ہیں! میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھے کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہے؛ لوگوں نے کہا یہ شہر کا شیخ ہے، میں نے آگے بڑھ کر اپنا حال بتایا تو اُس نے کہا اپنے علویہ ہونے پر دلیل پیش کر، میں یہ سن کر واپس آگئی تو راستے میں ایک اور بوڑھے کو دیکھا جو اُونچی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ اُس کے پاس جمع تھے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؛ لوگوں نے بتایا شہر کا ضامن ہے اور مجوسی ہے. میں نے کہا شاید یہاں کام بن جائے چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر شہر کے شیخ کے سلوک کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ میری بیٹیاں مسجد میں بیٹھی ہوئی ہیں اور کھانے کے لئے کچھ نہیں،

اُس مجوسی نے اُسی وقت نوکر کو بُلا کر کہا میری بیوی کو پیغام پہنچا دے کہ لباس تبدیل کر کے تیار ہو جائے بعد ازاں وہ مکان کے اندر گیا اور اپنی بیوی کو کہا کنیزوں کو ساتھ لیکر اس علویہ خاتون کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور ان کی بیٹیوں کو گھر لے آؤ، وہ میرے ساتھ آئی اور ہم سب کو لیکر اپنے گھر آگئی، ان لوگوں نے ہمیں علیحدہ کمرہ دیا، غسل کا انتظام کروایا اور پہننے کیلئے نفیس لباس مہیا کئے اور انواع و اقسام کے کھانے کھلائے،

اُسی رات آدھی رات کے وقت شیخ بلدنے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس کے اوپر پرچم لہرا رہا ہے وہ آپ کی طرف بڑھا تو آپؐ نے اُس کی طرف سے رُخ انور پھیر لیا،

اُس نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھ سے رُخ پھیر رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان

ہوں ! "

آپ نے فرمایا! اپنے مسلمان ہونے پر دلیل پیش کر"

شیخ بلد یہ سن کر حیران رہ گیا تو آپ نے فرمایا! کیا تجھے یاد نہیں، تو نے ایک علویہ سے کیا کہا تھا! یہ اس شخص کا محل ہے جس کے گھر میں اس علویہ قیام ہے"

شیخ بلد بیدار ہو کر رونے لگا اور غلاموں کو اس علویہ خاتون کی تلاش کے لئے شہر میں دوڑایا اور خود بھی ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا جب اسے معلوم ہوا کہ وہ خاتون ضامن بلد مجوسی کے گھر میں تشریف فرما ہیں تو اس نے مجوسی سے جا کر کہا، علویہ کہاں ہیں! اس نے کہا میرے گھر میں ہیں، شیخ بلد نے کہا! میں انہیں اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں، مجوسی نے کہا یہ نہیں ہو سکتا"

شیخ نے کہا تم ایک ہزار دینار مجھ سے لے لو اور علویہ کو میرے ہاں بھیج دو، مجوسی نے کہا! یہ کبھی نہیں ہو سکتا خدا کی قسم! اگر تم مجھے ایک لاکھ دینار بھی پیش کر دو گے تو میں قبول نہیں کروں گا"

میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے

شیخ بلد کا اصرار بڑھ گیا تو مجوسی نے کہا جو خواب تو نے دیکھا ہے وہ خواب میں نے بھی دیکھا ہے اور تو نے جنت میں میرے لئے جو محل دیکھا ہے وہ قرار واقعی حقیقت ہے، تو اپنے اسلام پر نازاں ہے حالانکہ خدا کی قسم! علویہ خاتون کے ہمارے ہاں تشریف لاتے ہی ہم سب لوگ مسلمان ہو گئے اور ہم پر ان کی برکتوں کا نزول شروع ہو گیا، میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو انہوں نے مجھے فرمایا یہ محل تیرے لئے اور تیرے اہل خانہ کے

لئے ہے اور یہ اُس احسان کا بدلہ ہے جو تو نے علویہ کے ساتھ کیا تم لوگ اہلِ جنت ہو۔

تو نے مجھے مارا ہے

میرے سردار امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں ہمیں سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے زاویۂ خطاب میں بتایا کہ کاشف بحیرہ نے ایک سید کو مارا پیٹا تو رات کو اُس نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اُس سے رُخ پھیر رکھا ہے،

کاشف نے عرض کی یا رسول اللہ! میری کیا خطا ہے!

آپ نے فرمایا، تو مجھے پیٹتا ہے حالانکہ میں قیامت کے دن تیری شفاعت کرنے والا ہوں،

کاشف نے کہا، یا رسول اللہ! میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا،

آپ نے فرمایا! کیا تو نے میرے بیٹے کی پٹائی نہیں کی،

کاشف کے اقرار پر آپ نے فرمایا! تیری ہر ضرب میرے ہاتھ پر پڑی ہے پھر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک دکھایا جو سوزش کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہو اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت عطا کرے،

آپ کی اولاد کا اُونچا بیٹھنا

مقریزی کہتے ہیں مجھے رئیس شمس الدین محمد بن عبداللہ عمری نے بتایا کہ ایک روز میں قاہرہ کے محتسب قاضی جمال الدین محمود عجمی کے ہمراہ اُن کے گھر سے نکلا وہ سید عبدالرحمٰن طباطبی مؤذن کے گھر گئے اور ان کے ساتھ اُن کے نائب

وغیرہ بھی تھے۔"

قاضی جمال الدین محمود نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو سید عبدالرحمٰنؒ کو اُس کا اِس طرح آنا ناگوار گذرا تاہم وہ اُنہیں اندر لے گئے اور ہم لوگ بھی اُن کے ہمراہ اندر جا کر حفظِ مراتب کے تحت اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، جب ہم اطمینان سے بیٹھ چکے تو محتسب نے کہا اے سید آپ مجھے معاف فرما دیں۔

سید عبدالرحمٰن نے کہا! مولانا کس بات کی معافی طلب کرتے ہو؟

محتسب نے کہا! گذشتہ شب سُلطان یعنی ظاہر برقوق بادشاہ شاہی قلعے میں پہنچا تو آپ بھی وہاں تشریف لا کر مجھ سے اُونچی جگہ پر بیٹھ گئے، اُس وقت میرے دل میں خیال گذرا کہ بادشاہ کی موجودگی میں آپ مجھ سے بلند جگہ پر کیسے بیٹھ سکتے ہیں، بعد ازاں ہم واپس آ گئے، رات کو میں نے خواب میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا! اے محمود کیا تُو میرے بیٹے سے نیچی جگہ پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا!

محتسب سے یہ واقعہ سُن کر حضرت سید عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے اور فرمایا! مولانا میں کیا ہوں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے یاد فرمائیں، آپ کا یہ جملہ سُن کر تمام حاضرین مجلس رو پڑے اور سید صاحب سے دُعا کی درخواست کی چنانچہ اُن کی۔ دُعا کے بعد ہم لوگ واپس آ گئے۔"

نافرمانی نسب سے الگ نہیں کرتی

سیدی محمد فارسی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ کے سادات بنی حسین سے بغض رکھتا تھا کیوں کہ اُن میں سے بعض کو بظاہر سُنت کے خلاف دیکھتا تھا چنانچہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں میرا نام لیکر فرمایا اے

فلاں تو میری اولاد سے بُغض رکھتا ہے! میں نے کہا حاشا للہ یا رسول اللہ میں اُن سے تو بُغض نہیں رکھتا اُن کے اعمال کو ناپسند کرتا ہوں،،

آپ نے فرمایا! ایک فقہی مسئلہ ہے بتاؤ کیا نافرمانی کرنے والا بیٹا نسب میں شامل نہیں!

میں نے کہا! کیوں نہیں یا رسول اللہ،

آپ نے فرمایا! یہ نافرمان بیٹا ہے۔

بعد ازاں ان سادات کرام میں سے مجھے جو شخص بھی ملتا میں اُس کا بے حد احترام واکرام کرتا، یہ واقعہ خصائص اہلبیت میں بیان ہو چکا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کے اہلبیت کے بارے میں فرمایا!

فان عصوك فقل انی بری مما تعلمون ○ اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو اُنہیں کہہ دیں تمہارے اعمال سے بری ہوں

اور یہ نہیں فرمایا!

انی بری منکم مراعاۃ لحق القرابۃ و لحمۃ النسب یعنی میں تم سے حقِ قرابت اور تعلق نسبی کی وجہ سے بری ہوں۔

ایک سیّد اور ایک عالمِ دین

میں کہتا ہوں! مجھ سے ایک اجل بزرگ نے بیان کیا کہ عراق کا ایک امیر سادات کی بے حد تعظیم وتکریم کیا کرتا تھا، اُس کی مجلس میں اگر کوئی سیّد زادے ہوتے تو اُنہیں صدر میں بٹھاتا خواہ اُس کی مجلس میں اُس وقت کوئی کتنا ہی بڑا مالدار اور صاحبِ عزت دُنیادار موجود ہوتا۔

ایک مرتبہ اُس کے ہاں ایک سید تشریف لائے اور امیر کی خوشی کے لئے سب سے اُونچی جگہ پر بیٹھ گئے، اور اُن کا حق بھی یہی تھا اُس مجلس میں ایک بلند مرتبہ عالم بھی موجود تھا اُسے اُن کا اُونچی جگہ پر بیٹھنا سخت ناگوار گذرا اور کوئی غلط بات بھی کہدی جس کا امیر نے فوری طور پر کوئی نوٹس نہ لیا اور دُوسری بات شروع کر دی، جب عالم کے ذہن سے یہ قصہ نکل گیا تو امیر نے پُوچھا! کیا آپ کا کوئی بیٹا علم حاصل کر رہا ہے؟

عالم نے کہا! متن حفظ کر رہا ہے، سبق پڑھتا ہے، میں نے اُسے یہ اور وہ پڑھایا ہے صبح کو فلاں درس لیتا ہے، یعنی تمام حال وضاحت سے بیان کیا،

امیر نے کہا! تم نے اُس کے لئے نسب و شرف کا ایسا بندوبست کیوں نہ کیا جس سے وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد بن جاتا،

عالم چونکہ پہلی بات بھُول چُکا تھا کہنے لگا! یہ شرف مرتبہ تعلیم و تربیت سے حاصل نہیں ہو سکتا یہ تو عنایتِ الٰہی ہے اِس میں کسب کو دخل نہیں،

امیر نے چیخ کر کہا اے خبیث! جب تجھے یہ بات معلوم ہے تو پھر سید کے بلند جگہ پر بیٹھنے پر اظہارِ بیزاری کیوں کیا، واللہ! اب کبھی میری مجلس میں نہ آنا اور پھر حکم دیا کہ اسے مجلس سے نکال دیا جائے تو اُس کو نکال دیا،

فضائل صحابہ کرامؓ

بغض صحابہؓ سے حب اہلبیتؑ نفع نہیں دے گی

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام فراخی اور تنگی کے زمانوں میں آپؐ کے ساتھ رہے اور انہوں نے ہر سختی نرمی میں آپؐ کا ساتھ دیا،

انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کو آپ پر فدا کیا اور آپ کے آگے تلواروں اور نیزوں سے لڑائی کی،

صحابہ اُن سے محبت کرتے تھے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت تھی،

صحابہ اُن سے بغض رکھتے تھے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغض تھا خواہ وہ اُن کے باپ ہوں یا بیٹے، بھائی ہوں یا قریبی،،

صحابہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبیوں کے ساتھ اپنے قریبیوں سے زیادہ احسان اور بھلائی کو پسند کرتے تھے،

صحابہؓ کے سردار

صحابہ کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جب ان کے والد گرامی نے یوم فتح کو اسلام قبول کیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ مجھے اپنے

والد کے اسلام لے آنے سے حضرت ابو طالب کا اسلام لے آنا زیادہ محبوب تھا اس لئے کہ آپ اُن سے محبت فرماتے ہیں،

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا پتہ چلا تو کہا! خُدا کی قسم مجھے اِن کا اِسلام قبُول کرنا اپنے باپ خطاب کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبُوب ہے کیونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِن سے محبت کرتے ہیں،

ابتدائے اسلام میں ہجرت فرمانے والے صحابہ کرامؓ نے قریش کی دُشمنی سے جس قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کی ہیں اُن کے آگے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے تھے بایں ہمہ وُہ دین کے بدلے میں کچھ نہ چاہتے تھے اور نہ ہی کوئی امر انہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے روک سکتا تھا۔

انصارِ مدینہ

اللہ تبارک وتعالیٰ انصار پر اُن کے بیٹوں پر اور اُن کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرمائے انصار کو نہیں بھُولنا چاہیئے، انصار نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کی مالوں اور جانوں سے امداد کی تھی یہاں تک کہ امرِ الٰہی غالب آگیا۔

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم فرمائے انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس جواب کی طرف دیکھیں جو اُنہوں نے واقعہ بدر کے قبیل میں دیا تھا،

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدر کے موقعہ پر فرمایا "اَشِیْرُوْا عَلَیَّ"، یعنی مجھے مشورہ دو، اس کے جواب میں مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق

حضرت عمر فاروق اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بہت اچھا مشورہ دیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر قناعت نہ فرمائی اور تین مرتبہ ارشاد فرمایا مجھے مشورہ دو،

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ شاید آپ ہم انصار سے مشورہ طلب فرما رہے ہیں!

آپ نے فرمایا! ہاں

سعدؓ نے عرض کی بے شک ہم آپ پر ایمان لائے، آپؐ کی تصدیق کی، آپؐ جو کچھ لائے ہیں اس کے حق ہونے کی گواہی دی اور اس پر ہم نے آپ کو سمع و اطاعت کا عہد و میثاق دیا، تو یا رسول اللہ آپ جو چاہیں کریں، جس سے چاہیں تعلق رکھیں جس سے چاہیں قطع کریں، جس سے چاہیں صلح رکھیں جس سے چاہیں دشمنی رکھیں، ہمارے اموال سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں ہمیں عطا کر دیں اور ہمیں اپنے وہ اموال زیادہ پسند ہونگے جو آپ لے لیں گے اپنے اُن مالوں سے جنہیں آپ چھوڑ دیں گے، آپؐ ہمیں جو چاہیں حکم دیں ہم آپ کے حکم کی اتباع کریں گے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر آپ ہمیں سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ہونگے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا، ہمیں اپنے دشمنوں سے لڑائی کرنا پسند ہے ہم جنگجو اور بہادر ہیں ممکن ہے اللہ تبارک و تعالیٰ آپؐ کو ہم سے ایسی صورت دکھائے جو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو، آپؐ اللہ تبارک و تعالیٰ کی برکت سے چلیں ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہونگے اور اُن لوگوں کی طرح نہیں ہونگے۔ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا!

یعنی آپ اور آپ کا رب قتال کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"
بلکہ ہم کہیں گے! آپ اور آپ کا رب قتال کریں ہم آپ دونوں کے پیچھے ہیں،
اور حقیقت میں مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہی صفات ہیں
افتباہ فخر الدین رازی اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ کی تفسیر میں کہتے ہیں! اس میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے بھی منصب عظیم ہے، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے،

(والسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ)

یعنی سبقت لے جانے والوں میں سب سے سبقت لے جانے والے یہی لوگ ہیں اور یہی مقرب ہیں"
اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے سب لوگ مقرب ہیں لہٰذا وہ مودۃ فی القربیٰ میں داخل ہیں اور اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک اور آپ کے اصحاب رضی کی محبت واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ امر ہمارے اصحاب اہلسنت و جماعت کے قول پر ہی درست ہو سکتا ہے جنہوں نے عترت و صحابہ کی محبت کو جمع کر دیا ہے،
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے،

"مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَ فِيهَا نَجَا".

یعنی میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی طرح ہے جو اس پر بیٹھ گیا وہ

نجات پا گیا،

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے،

وقال صلی اللہ علیه وسلم : « أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ » .

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی اقتداء کرو گے نجات پا جاؤ گے

کشتی اور ستارے

ہم لوگ اس وقت تکلیف و مصیبت کے سمندر میں ہیں اور شبہات و شہوات کی موجیں تھپیڑے مار رہی ہیں، جب کہ سمندر کے سوار کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے،

۱۔ ایسی کشتی جو عیوب و نقائص اور سوراخوں سے پاک ہو،

۲۔ چمکتے ہوئے درخشندہ ستارے،

چنانچہ جب اس کشتی پر سوار ہو کر مسافر ستاروں کو دیکھے گا تو اُسے سلامتی کی غالب اُمید ہو گی، اسی بنا پر ہمارے اصحابِ اہلسنت نے محبتِ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفینہ نوح پر سوار ہو کر صحابہ ستاروں کی طرف نگاہیں جما دیں تو انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنی دُنیا و آخرت کی سلامتی اور سعادت سے سرفراز ہونے کی غالب اُمید ہو گئی،

شانِ صحابہ بزبانِ مصطفےٰ

بالعموم وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے،

« احْفَظُونِی فِی أَصْحَابِی وَأَصْهَارِی فَمَنْ حَفِظَنِی فِيهِمْ حَفِظَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِی فِيهِمْ تَخَلَّى اللّٰهُ عَنْهُ ، وَمَنْ تَخَلَّى اللّٰهُ عَنْهُ أَوْشَكَ أَنْ يَأْخُذَهُ »

یعنی میرے اصحاب و اصہار کے بارے میں میرے حقوق کی حفاظت کرو جو شخص میرے حقوق کی حفاظت کرے گا اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی حفاظت فرمائے گا اور جو شخص میرے حقوق کی حفاظت نہیں کرے گا اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جائے گا اور جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ اظہار برأت فرمائے گا عنقریب اسے پکڑ لے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا!

« أَكْرِمُوا أَصْحَابِی فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ».

یعنی میرے صحابہ کی تعظیم و تکریم کرو اس لئے کہ وہ تم میں بہتر لوگ ہیں" مسلمؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے

« لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِی فَوَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ ».

یعنی میرے کسی صحابی کو گالی نہ دو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد کے برابر سونا خرچ کرے تو اُن کے ایک مُد اور نصف مُد خرچ کرنے تک نہیں پہنچ سکے گا"

فائدہ نفیسہ

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس حدیث میں اُن لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور اصحابی یعنی میرے ساتھی سے مُراد وہ لوگ ہیں جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے، آپ کا یہ ارشاد کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد کے برابر سونا خرچ کرے اِس پر دلیل ہے جب کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے تطبیق دیں"

(لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا)

یعنی جن لوگوں نے فتح سے پہلے خرچ اور قتال کیا اُن کا درجہ اُن سے بڑا ہے جنہوں نے بعد میں خرچ اور قتال کیا"

یہ حدیث فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں کے لئے ہے اور بعد میں ایمان لانے والے بعد والوں کے حکم کے تحت اِس میں داخل ہیں" امام سُبکی علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخ تاج الدین بن عطا اللہ علیہ الرحمۃ کو مجلس وعظ میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تجلیات ہیں جو آپ بعد میں ہونے والی باتوں کو جان لیتے ہیں اور یہ کلام بھی اُنہی تجلیات میں اُن لوگوں کے لئے بھی فرمایا ہوگا جو بعد میں لائے اگرچہ یہ خطاب فتح سے پہلے اور فتح سے بعد ایمان لانے والوں کے لئے ہے۔" انتھیٰ"

خدا ورسُول کی پسند

طبرانی نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

"إِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِی وَاخْتَارَ لِی أَصْحَابِی وَجَعَلَ لِی مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا" رواہ الطبرانی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پسند فرمایا اور ان میں سے میرے لئے اصحاب وانصار اور اصہار بنائے تو جو کوئی انہیں گالی دے گا اُس پر اللہ تعالیٰ کی اور ملائکہ کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تبارک تعالیٰ اُس کا کوئی صرف وعدل قبول نہیں فرمائے گا،

حدیث میں صرف وعدل کے معنی نفل اور فرض ہیں یعنی نہ اُس کی نفلی خیرات قبول ہوگی اور نہ ہی اُس کی فرض زکواۃ قبول کی جائے گی،

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ اُن کی ایک ساعت کا عمل تمہارے عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہیں"

سرکار دو عالم حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

« اللّٰهَ اللّٰهَ فی أصْحَابِی
لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ
وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ
آذَانِي ؛ وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ
يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ » .

اللہ اللہ میرے صحابہ، میرے صحابہ کو میرے بعد نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرے گا میری محبت کی وجہ سے کرے گا، جو ان کے ساتھ بغض رکھے گا وہ میرے ساتھ بغض رکھے گا، جو ان کو ایذا دے گا وہ مجھے اذیت دے گا اور جو مجھے اذیت دے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائے گا اُسے اللہ عنقریب پکڑے گا،

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا،

«إِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ وَأَصْحَابِي يَقِلُّونَ فَلَا تَسُبُّوهُمْ
لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّهُمْ » .

لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور میرے صحابہ کم ہو جائیں گے اُنہیں گالی نہ

دینا صحابہ کو گالی دینے والے پر اللہ لعنت کرے"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ شَتَمَ الْأَنْبِيَاءَ ثُمَّ أَصْحَابِي ثُمَّ الْمُسْلِمِينَ » .

ترجمہ! قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اُسے ہوگا جو انبیاء کرام کو گالی دے گا، پھر اُس کو جو میرے صحابہ کو گالی دے گا پھر اُس کو جو مسلمانوں کو گالی دے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي خَيْرًا أَلْقَى حُبَّ أَصْحَابِي فِي قَلْبِهِ » .

ترجمہ! جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس کے دل میں میرے دوستوں کی محبت ڈال دیتا ہے، اور فرمایا!

: « إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ » .

ترجمہ! جب تم لوگوں کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو سب کرتے ہیں تو کہو اللہ تعالیٰ کی تمہارے بُرے پر لعنت ہو" اور فرمایا!

میری اُمت کے برے لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرأت اور دلیری کرتے ہیں

ستارے

اور آپؐ نے فرمایا!

«سألتُ ربّي فيما يختلفُ فيه أصحابي من بعدي فأوحى إليَّ: يا محمّدُ إنَّ أصحابَكَ عندي بمنزلةِ النّجومِ في السّماءِ بعضُها أضوأُ من بعضٍ، فمن أخذَ بشيءٍ ممّا هُم عليهِ فهُوَ عندي على هُدًى».

ترجمہ! میں نے اپنے رب سے اپنے بعد اپنے صحابہ کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! یا محمدؐ آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں اور بعض بعض سے زیادہ روشن اور درخشاں ہیں تو جو کوئی ان کے راستے پر چلے گا میرے نزدیک وہ راہ ہدایت پر ہوگا"

آپؐ نے مزید فرمایا!

شفاعتي مباحةٌ إلّا لِمن
سبَّ أصحابي»

ترجمہ! میری شفاعت اُس شخص کے لئے مباح اور جائز ہوگی جو میرے صحابہ کو سب وشتم نہیں کرے گا! آپ نے مزید فرمایا!

« مامِنْ أحَدٍ مِنْ أصْحابی
یَمُوتُ بأرْضٍ إلّا بُعِثَ قائِدًا ونُورًا لَهُمْ یوْمَ الْقِیامَةِ ».
وقال صلی اللہ علیہ وسلم : « إذا ذُکِرَ أصْحابی
فَأمسِکُوا ».

ترجمہ! میرے صحابہ میں سے جو کوئی بھی زمین کے کسی حصہ میں فوت ہوگا قیامت کے دِن اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کے لئے قائد اور نور بھیجے گا نیز آپ نے فرمایا! میرے صحابہ کا تذکرہ ہو تو زبان روک لیا کرو "

مشاجرات

علقمی نے کہا! یہ امر نبوّت کی نشانیوں سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کیا گیا، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم صحابہ کرام کے اختلافات کے بارے میں زبان کو روک لیں یعنی وجوباً، اُن کے درمیان تنازعات سے بہت سے لوگ قتل ہوئے اور یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنی زبانوں کو بھی ملوّث نہ کریں، ان لوگوں کو اس میں ماجور سمجھیں کیونکہ اُنھوں نے جو کچھ کیا اجتہاد کی روشنی میں کیا مجتہد غلطی پر بھی ہو تو ظنّی مسائل میں اجر پاتا ہے "

آپؐ کو علم تھا

علامہ مناوی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد " اللہ اللہ "

میرے صحابہ! ان کو میرے بعد نشانہ نہ بنانا، کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ کے بعد بدعات جاری ہونگی اور بعض لوگ بعض صحابہ کو بُرا کہیں گے اور اُن کو یہ گمان ہو گا کہ ہم بعض سے محبت کرتے ہیں۔

یہ امر آپؐ کے روشن معجزات سے ہے اور آپ اپنی حیات ظاہری میں صحابہ کی حفاظت اور ان پر شفقت کرنے پر بہت زیادہ حریص تھے۔

میرا سینہ صاف ہو

امام بیہقی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا!

« خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أَلَا لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي شَيْئًا فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْهِمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ » .

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی میرے کسی صحابی کے خلاف کوئی بات مجھے نہ پہنچائے اس لئے کہ میری خواہش ہے! جب ان کے پاس آؤں تو اُن کی طرف سے میرا سینہ مکدر نہ ہو۔

اگر ناقص ہوتے

اِس کی شرح میں بیہقی نے کہا! اگر کوئی ملحد اِن پر تعرض کرتا ہے یا اُن کو عطا ہونے والی اللہ تعالیٰ کی اِس نعمت سے انکار کرتا ہے تو یہ اُس کی جہالت یا محرومی، بدعقلی اور ایمان کی کمی کی دلیل ہے، کیونکہ اگر وُہ لوگ ناقص ہوتے تو دین کی ساکھ قائم نہ ہو تی کیونکہ وُہی دین کے ناقلین ہیں، اگر ناقل مجروح ہوگا تو قرآن وحدیث کا کیا اعتبار باقی رہے گا، ایسا کرنے سے خلقت کی بربادی اور اسلام کی خرابی ہو جائے گی کیونکہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی نہیں چنانچہ صحت تبلیغ کے لئے مُبلّغ کا عادل ہونا شرط ہے"

تُم پھسل جاؤ گے

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی اپنی کتاب اسنیٰ المطالب فی صلۃ الاقارب میں فرماتے ہیں!

صحابہ کرام کے ساتھ ادب اور اہل بیت عظام کے ساتھ رضا و خوشنودی رکھیں اِن کے حق اور بزرگی کو پہچاننا چاہیئے اِن کے مابین ہونے والے اختلاف میں نہ پڑیں وُہ لوگ جس چیز کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اُس سے پاک تھے، وُہ سب مُجتہد تھے اور مُجتہد اجر و ثواب پائیں گے اِن میں حق پر چلنے والے کے لئے دس نیکیاں ہیں اور جو حق پر نہ چلا اُس کے لئے ایک نیکی ہے، اِن لوگوں سے عذاب اور نقص و ملامت دُور ہیں"

اِس امر کو اچھی طرح جان لو ورنہ تم پھسل جاؤ گے اور ہلاکت و ندامت کا شکار ہو جاؤ گے"

علامہ لقانی شرح جوہرۃ الکبیر میں لکھتے ہیں!

جنگوں کا باعث

اِن جنگوں کا باعث معاملات کا مشتبہ ہونا تھا چنانچہ شدّت اشتباہ کی بنا پر اختلاف اجتہاد ہو گیا اور یہ تین قسموں میں بٹ گئے"

قسم اوّل! اجتہاد کی بنا پر اُن کو اپنا حق پر ہونا اور مخالف کا باغی ہونا معلوم ہُوا، لہٰذا اُن کی نصرت اور باغی سے لڑائی واجب ہو گئی جیسا کہ اُن کا عقیدہ تھا اُن لوگوں نے اِس پر اعتماد کا عمل کیا ایسے شخص کے لئے جائز نہیں تھا کہ وُہ امام عادل کی قتال باغی کے سلسلہ میں مدد نہ کرے"

قسم دوم! جو لوگ اِن کے برعکس تھے"

قسم سوم! جو ایک کو دُوسرے پر ترجیح دینے پر حیرت کا شکار ہو گئے اور فریقین سے الگ رہے"

اُن کا یہ اعتزال واجب تھا کیونکہ کسی مُسلمان کو اُس وقت تک قتل کرنا جائز نہیں جب تک وُہ اس قتل کا حق دار نہ قرار پائے خلاصہ یہ کہ اُن سب کے لئے عذر اور اجر ہے۔ اِس لئے اہلِ حق و اجماع کا اِس پر اتفاق ہے کہ اُن کی روایت و شہادت کو قبُول کیا جائے کیونکہ اُن کا عادل ہونا مُحقق ہے۔" انتہیٰ"

علامہ سعدؒ نے کہا! اہلِ حق کا اِس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق و صواب پر تھے اور سب صحابہ عادل تھے وُہ لڑائی جھگڑوں اور تنازعات میں تاویل کرنے والوں میں سے تھے اور اُنہوں نے عدل سے کوئی چیز باہر نہیں نکالی اِس لئے کہ وُہ مُجتہد تھے" انتہیٰ"

گالی دینے والا

انتباہ! حافظ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالے القام الحجر لمن زکی سلب

ابی بکرؓ و عمرؓ میں فرماتے ہیں!

یہ امر متفق علیہ ہے کہ کسی بھی صحابی کو گالی دینے والا فاسق ہے اگر وہ اُسے حلال نہ سمجھتا ہو اور اگر حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس کا کم درجہ حرام اور فسق ہے اور حرام قرار دینے والا کافر ہے جبکہ اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے معلوم ہو، ایسے ہی تحریم سبِّ صحابہ ہے، اور کہا یہ کبائر میں سے ہے"

مُتاخرین نے کبیرہ کی وضاحت کرتے ہُوئے بتایا ہے ہر وہ گناہ جس کا ارتکاب کرنے والا دین کی پرواہ نہ کرے اور اُس کی دیانت کی کمی پر دلالت کرتا ہو کبیرہ ہے، امام سبکی نے جمع الجوامع میں اسے صحیح کہا ایسے ہی صحابہ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کرنے والا اللہ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر دلیر ہے اور دین سے کتنا بے پرواہ ہے، میرے گمان میں ایسا شخص خبیث ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور وہ خواہ کتنا ہی بڑا تقی و نقی اور تعریف کا اہل ہو، خدا کی قسم اُس کے مُنہ میں پتھر اگر وہ صحابہ کو گالی کا مُستحق سمجھتے ہیں تو ہمارے اعتقاد کے مطابق جلائے جانے بلکہ اس سے زیادہ کے مُستحق ہیں"

علامہ مناوی نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان۔

" مَنْ سَبَّ أَصْحَابِی فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِکَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِینَ " ۔

کی شرح میں لکھا ہے یہ حدیث اُن صحابہؓ کو بھی شامل ہے جنہوں نے قتال کیا کیونکہ وہ اِن جنگوں میں اجتہاد و تاویل کرنے والے تھے پس اُن کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے اور اُن کو گمراہی یا کُفر سے منسوب کرنا کُفر ہے، انتھیٰ

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ شفا شریف میں فرماتے ہیں صحابہ کرام کو گالی دینا اور

اُن کی تنقیص کرنا حرام ہے اور اس کا فاعل ملعون ہے"

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص صحابہ میں سے کسی کو گمراہ کہے اُسے قتل کر دیا جائے اور جو گمراہ نہ کہے اور گالی دے اُسے شدید مُعذب کیا جائے، انتھیٰ"

رہا شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ختنین حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دینا تو اس کے متعلق امام سیوطی علیہ الرحمتہ کے رسالے میں امام سبکی رحمتہ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے کہ میں نے شیخ تقی الدین سبکی کی کتاب خیرۃ الایمان الجلی لابی بکر وعمر وعثمان وعلی" میں دیکھا ہے کہ ایک رافضی نے کھڑے ہو کر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر بعض صحابۂ کرام کو گالیاں دیں تو اُسے توبہ کرنے کے لئے کہا گیا مگر اُس نے توبہ نہ کی، مالکی نے اُس کے قتل کا فتویٰ دیا اور سبکی نے اِس فتویٰ کو صحیح قرار دیا اور اِس بارے میں مذکورہ بالا کتاب تصنیف کی ۔

ہمارے علماء کرام میں سے قاضی حسین نے شیخین یا ختنین کو گالی دینے والے کے بارے میں دو وجہیں بیان کی ہیں اول یہ کہ وُہ کافر ہے مگر اُس کا خون حلال نہیں کیونکہ اُمت نے اُن کی امامت پر اتفاق کیا ہے، دوم، فاسق ہے کافر نہیں" بعد ازاں اُنہوں نے اختلاف کے بہت سے اقوال نقل کئے بعض میں ایسے شخص کو کافر اور بعض میں گمراہ قرار دیا گیا ہے، ان ماخذ کے پیش نظر امام سبکی اُن کی تکفیر کے قائل ہیں، پھر اُنہوں نے علمائے حنابلہ اور اور مالکیہ کے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں" انتھیٰ

اِس پر اکتفاء کرتے ہوئے اب ہم خلفائے راشدین رض کے قدرے فضائل کا ذکر کرتے ہیں ان کی ترتیب حسب استحقاق ہے حسب اتفاق نہیں"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے،

قال الله تعالى : (إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ) .

ترجمہ: اگر تم نے مدد نہ کی تو اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں نے انہیں نکال دیا تو وہ دو میں کا ایک جب کہ دونوں غار میں تھے اپنے ساتھی سے کہتا تھا، غم نہ کریں یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر سکینہ نازل فرمایا"

سکینہ کس پر اُترا

مفسرین کرام فرماتے ہیں، ساتھی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور انہی پر سکینہ اُترا تھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو ہمیشہ تسکین رہتی ہے، حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام اہل زمین پر عتاب ہوا"

صاحب تقویٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ، اور فرمایا!

وقال تعالی : (وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى) .

ترجمہ! اور اس سے وہ انتہائی صاحب تقویٰ انسان بچتا ہے جو پاکیزگی کیلئے راہ خدا میں مال دیتا ہے اس پر کسی کا احسان نہیں کہ وہ بدلہ دے مگر اُسے محض خدا کی رضا مطلوب تھی اور وہ اس سے راضی ہوگا،،

یہ آیات کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں جیسا کہ تفاسیر میں آیا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اگر کسی نے ہمارے قدموں کے نشان دیکھ لئے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، آپ نے فرمایا

« مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا »

ترجمہ! اے ابو بکر تیرا اُن کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہو

سب سے زیادہ محبت

بخاری مسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل

کی ہے اُنھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ آپ سب سے زیادہ محبت کس سے کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا:

« عائشةُ فقلتُ : من الرِّجال ؟ قال أبوها ، قال قلتُ : ثمَّ منْ ؟ قال عمرُ بنُ الخطَّاب إنَّ الله تعالى يكرهُ فوقَ السَّماء أنْ يخطأ أبو بكرٍ الصِّدِّيقُ في الأرضِ » .

ترجمہ: عائشہؓ سے، میں نے عرض کی مردوں سے؟ آپؐ نے فرمایا اُس کے باپ سے، میں نے عرض کی ان کے بعد کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: عمر بن خطاب سے، بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان کے اوپر اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ابوبکرؓ زمین میں کوئی غلطی کرے۔

۲۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض کے دوران میں فرمایا!

« ادعي لي أباكِ وأخاكِ حتَّى أكتبَ كتاباً فإنِّي أخافُ أنْ يتمنَّى متمنٍّ ويقولَ قائلٌ أنا أولى ويأبى اللهُ والمؤمنونَ إلَّا أبا بكرٍ » رواه مسلم .

ترجمہ: اپنے باپ اور بھائی کو بلائیں تاکہ میں لکھ دوں، مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا یا کہنے والا یہ نہ کہہ دے کہ میں زیادہ بہتر ہوں جب کہ اللہ اور مومنین

ابوبکر کو پسند کرتے ہوں (مسلم)

نماز پڑھائیں

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا!

« مَرِضَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہُ علیہِ وَسلمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُہُ فَقَالَ: مُرُوا أَبَا بَکْرٍ فلیُصَلِّ بِالنَّاسِ، فقالَتْ عائِشَۃُ یا رَسُولَ اللّٰہِ إِنَّ أَبَا بَکْرٍ رَجُلٌ رَقِیقُ الْقَلْبِ إِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یَسْتَطِعْ أَنْ یُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فقالَ مُرِی أَبا بکرٍ فَلْیُصَلِّ بالنَّاسِ فعادَتْ فقالَ: مُرِی أَبَا بَکْرٍ فَلیُصَلِّ بالنَّاسِ فَإِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوسُفَ فأَتاہُ الرَّسُولُ فَصَلّٰی بِالنَّاس فی حَیَاۃِ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ وَسلَّمَ »

ترجمہ: حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر شدتِ مرض کا غلبہ ہوا تو آپ نے فرمایا! ابوبکر کو کہو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ابوبکر رقیق القلب شخص ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں گے، آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے پھر وہی عرض کی تو آپ نے فرمایا تم حضرت یوسفؑ کی ساتھ والیاں ہو "پس آپ کا پیغام پہنچا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی حیات ظاہری میں نماز پڑھائی (بخاری مسلم)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« أتانی جبریلُ آنِفًا فقلتُ : یا جبریلُ حدِّثنی بفضائلِ عُمرَ بنِ الخطّابِ ؟ فقال یا محمّدُ لو حدّثتُکَ بفضائلِ عُمرَ مُنذ مالبِثَ نوحٌ فی قومِه ألفَ سنةٍ إلّا خمسینَ عامًا ما نفدتْ فضائلُ عمرَ وإنَّ عمرَ حسنةٌ مِنْ حسناتِ أبی بکرٍ » .

یعنی میرے پاس ابھی جبریلؑ آئے تھے میں نے کہا اے جبریل! مجھ سے عمر بن خطاب کے فضائل بیان کرد، انہوں نے کہا! یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر میں عمر کے فضائل نوح علیہ السلام کے اپنی قوم سے ساڑھے نو سو سال رہنے کے وقت سے شروع کردں تو عمر کے فضائل ختم نہیں ہونگے جب کہ عمر ابوبکر کی نیکیوں سے ایک نیکی ہیں،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« أمَا إنّکَ یا أبا بکرٍ أوّلُ مَنْ یدخلُ الجنّةَ مِنْ أُمّتی » .

ترجمہ! اے ابوبکر تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا! ابوبکرؓ ہمارے سردار اور ہم میں بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب ہیں (ترمذی نے کہا یہ روایت صحیح ہے)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

«ما لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَأْنَاهُ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ» .

ترجمہ! ہم پر جس کسی نے بھی احسان کیا ہم نے اُس کا بدلہ دے دیا مگر ابُوبکر کا احسان ایسا ہے جس کا بدلہ ہم نے نہیں دیا اِس کا بدلہ قیامت کے روز دیں گے اور مجھے کسی کے مال نے وُہ نفع نہیں پہنچایا جو نفع ابُوبکر کے مال نے پہنچایا ہے اور آپ نے فرمایا!

«إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقْتَ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ» رواه البخاری .

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تو تم نے میری تکذیب کی اور ابُوبکر نے تصدیق کی اور اپنے مال وجان سے میری مدد کی (بخاری)

شانِ یارِ غار بزبانِ حیدرِ کرار

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے لوگوں سے پُوچھا اشجع الناس کون ہے ؟ لوگوں نے کہا! آپ ہیں، آپ نے فرمایا! میں لوگوں

کے ساتھ لڑائی میں برابر رہا بتاؤ اشجع الناس کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا! ابوبکر، بدر کے دن ہم نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عریشہ بنایا اور پُوچھا آپ کے ساتھ کون رہے گا تاکہ مشرکین آپ پر حملہ آور نہ ہوسکیں؟ بخدا ہم میں سے کوئی آپؐ کے پاس نہ گیا جبکہ حضرت ابوبکر تلوار سونت کر آپ کے سرہانے کھڑے رہے اور جو کوئی بھی آپ کی طرف بڑھتا اُس پر حملہ آور ہو جاتے، لہٰذا وہ اشجع الناس ہیں۔

دُوسری روایت

امام سیوطیؒ نے مذکورہ رسالے میں، علامہ ابن حجر نے اسنی المطالب میں۔ اور علامہ بزار اور ابُونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت علی سے روایت نقل کی ہے آپؓ نے لوگوں سے پُوچھا اشجع الناس یعنی سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا! ابُوبکرؓ، میں نے دیکھا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مُشرکین قریش نے گھیرا ہوا تھا اور وُہ آپ کو اِدھر اُدھر کھینچ رہے تھے اور کہتے تھے آپ ہی وُہ ہیں جنھوں نے کئی معبودوں کا ایک اِلٰہ بنا ڈالا ہے، بخدا اِس عالم میں سوائے ابُوبکر کے کوئی آپ کے پاس نہ گیا ابُوبکر نے جاتے ہی لوگوں کو اِدھر اُدھر دھکیلتے ہوئے کہا تم ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، یہ بات کہنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم چادر میں چہرہ چھُپا کر رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہوگئی پھر آپ نے فرمایا قسم کھا کر بتاؤ مومن آلِ فرعون بہتر ہیں یا ابُوبکر؟ لوگ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے خُدا کی قسم ابُوبکر کی ایک ساعت مومن آلِ فرعون جیسے لوگوں سے بہتر ہے، اُس نے اپنا نام چھپایا

تھا اور یہ اپنے نام کا اعلان کرتے تھے۔

تیسری روایت

حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بزار نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت فرمائی تو آپ پر کپڑا ڈال دیا گیا، مدینہ منورہ میں کہرام برپا ہو گیا اور لوگ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے دن بے ہوش ہو رہے تھے اسی طرح اُن کے وصال مبارک کا سُن کر بے ہوش ہو ہو جاتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اناللہ پڑھتے ہُوئے اور دوڑتے ہُوئے آئے اور فرمایا خلافتِ نبوت منقطع ہو گئی یہاں تک کہ اُس حجُرہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا جس میں حضرت ابوبکر صدیق کا جنازہ تھا کہ اے ابوبکرؓ خدا آپ پر رحم فرمائے آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ آپکا ایمان خالص اور یقین مضبوط تھا، آپ سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے اور سب سے زیادہ مشقت کرنے والے تھے، آپ سب سے زیادہ رسُول اللہ کے نگران صحابہ میں سب سے زیادہ مامون اور اچھی صحبت والے تھے، آپ افضل المناقب اور نیکیوں میں سبقت کرنے والے اور سب سے بلند مرتبت تھے، آپ سب سے زیادہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھے اور ہدایت و اخلاق اور سربلندی سب سے زیادہ آپ سے مشابہ تھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ وثوق اور اشرف، منزلت اور عظمت والے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ آپکو اسلام کی طرف سے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی طرف سے جزا عطا فرمائے،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترمذی نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

«لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ»

یعنی اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

«إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَىٰ لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ» ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کے دل و زبان پر اُتارا ہے۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب بھی لوگوں کو کوئی امر پیش آیا تو اُنھوں نے مشورہ دیا اور حضرت عمرؓ نے بھی رائے دی تو قرآن کا نزول حضرت عمر کی رائے پر ہُوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا محمدؐ اہل آسمان عمرؓ کے اسلام پر خوش ہوئے (ابن ماجہ)

ابن عمر ہی سے روایت ہے حضرت عمر اسلام لائے مشرکین نے کہا آج قوم نصف نصف ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) .

اے نبیؐ اللہ اور پیروی کرنے والے لوگ آپ کے لئے کافی ہیں،

فتنے کا تالا

ابن عمرؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« هٰذَا غَلَقُ الْفِتْنَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى عُمَرَ لَا يَزَالُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْفِتْنَةِ بَابٌ شَدِيدُ الْغَلَقِ مَا عَاشَ هٰذَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ » رواه البزار .

یعنی! یہ فتنے کا تالا ہے اور حضرت عمرؓ کی طرف دستِ اقدس سے اشارہ کر کے فرمایا جب تک یہ زندہ ہے تمہارے اور فتنے کے درمیان دروازہ بند رہے گا اور آپؐ نے فرمایا!

وَقَالَ صلى الله عليه وسلم « إِنَّ الشَّيْطَانَ لَمْ يَلْقَ عُمَرَ مُنْذُ أَسْلَمَ إِلَّا خَرَّ لِوَجْهِهِ » .

ترجمہ، عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد شیطان جب بھی ان سے ملا منہ کے بل گرا، اور آپؐ نے فرمایا!

وقال عليه الصلاة والسلام « إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَفْرَقُ مِنْكَ يَا عُمَرُ » .

«عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سِرَاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ».

اے عمر شیطان تجھ سے ڈرتا ہے اور فرمایا! عمر بن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں اور آپؐ نے مزید فرمایا"

«قَالَ لِي جِبْرِيلُ لِيَبْكِ الْإِسْلَامُ عَلَى مَوْتِ عُمَرَ

یعنی جبرئیل نے مجھ سے کہا عمرؓ کی موت پر اسلام کو رونا چاہیئے،

فرشتے تعظیم کرتے ہیں

ترمذی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیق کو کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہتر ہیں حضرت ابوبکر نے فرمایا تم یہ کہتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے عمرؓ سے بہتر انسان پر سورج طلوع نہیں ہوا، اور فرمایا آسمان میں کوئی فرشتہ ایسا نہیں جو عمرؓ کی تعظیم نہ کرتا ہو متن یہ ہے،

«مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَى رَجُلٍ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ».

وقال عليه الصلاة والسلام «مافِي السَّمَاءِ مَلَكٌ إِلَّا وَهُوَ يُوَقِّرُ عُمَرَ».

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے ہم اصحاب نبیؐ کو اس میں شک نہیں کہ تسکین عمرؓ کی زبان پر نطق کرتی ہے۔

میں یہ جواب دوں گا

اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں! کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض الموت میں ایک مہاجر اُن کے پاس آیا اور پوچھا کیا آپ عمرؓ کو خلیفہ بنائیں گے جب کہ وہ ہمارے حاکم نہ ہونے کے باوجود جابر ہیں حاکم بن کر تو وہ جابر سے جابر تر ہو جائیں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے، حضرت ابوبکر نے فرمایا مجھے بٹھا دو پھر آپ نے فرمایا آپ اللہ کو درمیان میں لے آئے ہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا میں نے بہترین انسان کو خلیفہ بنایا،

اوصافِ فاروق

امیر معاویہ نے صعصعہ بن صوحان کو کہا حضرت عمر بن خطاب کا وصف بیان کر اُنھوں نے کہا، رعایا سے واقف، عادل، تکبر نہ کرنے والے، عذر قبول کرنے والے آسانی سے مل جانے والے، دروازہ کھلا رکھنے والے، درست بات کو پہنچنے والے بُرا سلوک نہ کرنے والے کمزوروں کے رفیق، نہ چلانے والے، زیادہ خاموش رہنے والے اور لغویات سے دُور رہنے والے تھے۔

شعر نہیں قیامت

طبقات ابن سبکی میں ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ ایک اعرابی نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت

میں حاضر ہو کر کہا!

یَا عُمَرَ الْخَیْرِ جُزِیتَ الْجَنَّہْ   اُکْسُ بُنَیَّاتِی وَأُمَّہُنَّہْ

☆ أُقْسِمُ بِاللّٰہِ لَتَفْعَلَنَّہْ ☆

اے عمر خدا آپ کو جنت عطا فرمائے بس آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں آپ میری بیٹیوں اور اُن کی ماں کو کپڑا عطا کریں"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! اگر میں ایسا نہ کروں تو تم کیا کرو گے؟ اعرابی نے کہا!

☆ إِذًا أَبَا حَفْصٍ لَأَمْضِیَنَّہْ ☆

ترجمہ! اے ابا حفص پھر میں چلا جاؤں گا،

حضرت عمرؓ نے فرمایا! اگر تو چلا گیا تو کیا ہو گا؟ اعرابی نے کہا!

وَاللّٰہِ عَنْہُنَّ لَتُسْأَلَنَّہْ
یَوْمَ یَکُونُ الْأَعْطِیَاتُ ثَمَّہْ
وَالْوَاقِفُ الْمَسْئُولُ بَیْنَہُنَّہْ   إِمَّا إِلَی نَارٍ وَإِمَّا جَنَّہْ

خدا کی قسم جس دن وہاں عطیات کے حساب ہو گا اُس دن آپ سے میرے بیٹیوں اور اُن کی ماں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور سول اُن کے درمیان ہو گا پھر یا وہ آگ کی طرف جائے گا یا جنت کی طرف جائے گا"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُنا تو رونے لگے یہاں تک کہ آپکی ڈاڑھی

مبارک تر ہو گئی اور اپنے غلام کو فرمایا اے غلام اِسے میری یہ قمیص اُس دن کے لئے دے دے شعر کے لئے نہیں اور پھر کہا ! خدا کی قسم اِس کے سوا میں کسی چیز کا مالک نہیں ہُوں۔

فراستِ فاروق

ابو بکر خرائطی نے کہا اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ پر رحم فرمائے وُہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے تھے اور صاحب فراست تھے جیسا کہ شاعر نے کہا،

بَصِيرٌ بِأَعْقَابِ الْأُمُورِ بِرَأْيِهِ
كَأَنَّ لَهُ فِي الْيَوْمِ عَيْنًا عَلَى غَدِ

وُہ اُمور کے انجام کو اِس طرح دیکھ لیتے تھے جیسے آج کے روز کل کے دن پر نظر رکھتے ہوں،

صدیقؓ و فاروقؓ

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔

« إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ لَا يَرْفَعَنَّ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ كِتَابَهُ قَبْلَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ » .

جب قیامت کا دِن ہو گا تو ندا کرنے والا منادی کرے گا کوئی شخص ابو بکرؓ اور عمرؓ سے پہلے اپنا نامہ اعمال نہ اُٹھائے، اور آپؐ نے فرمایا !

« إنّ اللهَ تعالى أيّدني
بأربعةِ وُزراءَ : اثنينِ مِنْ أهْلِ السّماء جبريلَ
وميكائيلَ ، واثنينِ مِنْ أهْلِ الأرضِ أبي بكرٍ وعمرَ » .

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار وزیر دیئے ہیں دو وزیر آسمان والوں سے جبریل و
میکائیل اور دو وزیر اہلِ زمین سے ابوبکر و عمرؓ اور فرمایا

« إنَّ لِكُلِّ نبيٍّ خاصّةً
مِنْ أصْحابِهِ ، وَإنَّ خاصّتي مِنْ أصْحابي أبُو بكرٍ وَعُمرُ »

ہر نبی کے خاص اصحاب ہوتے ہیں اور میرے خصوصی اصحاب ابوبکر اور عمر
ہیں، اور فرمایا!

« حُبُّ أبي بكرٍ وَعُمرَ إيمانٌ وَبُغْضُهُما نِفاقٌ » .

ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان اور ان دونوں کا بغض منافقت ہے، نیز آپ نے فرمایا

« خَيْرُ أُمّتي أبُو بكرٍ وَعُمرُ »

میری اُمت کے بہترین لوگ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور آپ نے فرمایا!

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں اور آپ نے فرمایا!

« سَيِّدُ كُهُولِ الْجَنَّةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ » .

مومنوں کے صالح حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور آپ نے فرمایا!

« صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ »

میں نے ابوبکر اور عمر کو مقدم نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مقدم کیا ہے، اور آپؐ نے فرمایا!

« مَا قَدَّمْتُ أَبَا بَكْرٍ

وَعُمَرَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَدَّمَهُمَا » .

آپ نے اپنی انگشتِ شہادت اور ساتھ والی دو انگلیوں کو ملا کر اشارے سے بتایا میں اور ابوبکر و عمر اس طرح اٹھائے جائیں گے، جس طرح یہ تینوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں،

« أُحْشَرُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ

وَعُمَرُ هٰكَذَا وَأَخْرَجَ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى وَالْبِنْصَرَ » .

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

«عُثمانُ بنُ عفّانَ ولِیّ
فی الدُّنیا وَولِیّ فی الآخِرَۃِ» .

عثمانؓ بن عفان دُنیا و آخرت میں میرے ولی ہیں. اور آپ نے فرمایا!

: «عُثمانُ حَیِیٌّ تَستَحیی
مِنہُ الملائِکَۃُ» .

عثمان اِس قدر حیاد والے ہیں کہ فرشتے بھی اِن سے حیا کرتے ہیں، اور فرمایا!

«عُثمانُ أحیَی أُمّتِی وَأکرَمُہا» .

عثمانؓ میری اُمت میں سب سے زیادہ حیا والے اور اکرام والے ہیں، اور فرمایا،

: «لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیقٌ فی الجَنّۃِ وَرَفِیقِی فِیہا عُثمانُ» .

ہر نبی کا جنت میں رفیق ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان ہیں، اور فرمایا!

وقال علیه الصلاۃ والسلام : « لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ » .

حضرت عثمان غنی کی سفارش سے ستر ہزار ایسے افراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے جن سب کے لئے آگ واجب ہوگی، اور آپ نے فرمایا!

وقال صلی اللہ علیہ وسلم « لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ » . قال المناوی : قِيلَ هُوَ عُثْمَانُ .

میری امت کا ایک شخص ایسا ہے جس کی سفارش سے بنی تیم قبیلہ کے لوگوں سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہونگے، علامہ منادی کہتے ہیں وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور آپ نے فرمایا!

وقال علیہ الصلاۃ والسلام « لِكُلِّ نَبِيٍّ خَلِيلٌ فِي أُمَّتِهِ، وَإِنَّ خَلِيلِي عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ » .

ہر نبی کا ایک اُمتی دوست ہوتا ہے اور میرے دوست عثمان بن عفانؓ ہیں، اور آپ نے فرمایا!

« اللَّهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَإِنِّي عَنْهُ رَاضٍ » .

یا اللہ! میں عثمان سے خوش ہوں تو بھی اس سے خوش ہو جا۔

سب گناہ معاف ہو گئے ہیں

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیش عسرت میں اس قدر زیادہ مال خرچ کیا تھا کہ آپ کی مثل کسی نے اتنا مال خرچ نہ کیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے! جیش عسرت کے موقعہ پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے تیار کئے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روز دس ہزار دینار حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے اُن دیناروں کو ہاتھ مبارک سے ہلا جلا کر فرمایا!

« غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا عُثْمَانُ مَا أَسْرَرْتَ وَمَا أَعْلَنْتَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، مَا يُبَالِى عُثْمَانُ بَعْدَهَا » .

اے عثمان تو نے جو پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کئے اور قیامت تک ہونگے آج کے بعد تجھے اُن کی کچھ پرواہ نہیں۔

دوسری روایت

بیہقی نے حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے جیشِ عسرت کیلئے لوگوں کو برانگیختہ کیا تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں ایک سو اونٹ مع ساز و سامان پیش کرتا ہوں، آپ نے منبر کا ایک زینہ اُتر کر دوبارہ لوگوں کو جنگ میں مالی امداد کے لئے اُبھارا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید ایک سو اونٹ مع مال و اسباب دینے کی پیشکش کر دی، آپ نے ایک زینہ اور اُتر کر پھر اعلان فرمایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید ایک سو اونٹ مع سامان وغیرہ دینے کی پیشکش کی، عبدالرحمٰن بن خباب کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح ہاتھ ہلاتے دیکھا جس طرح اظہارِ تعجب کیا جاتا ہے اور آپ نے فرمایا!

« ما عَلَى عُثمانَ بَعْدَ هٰذا اليَوْمِ » .

یعنی آج کے بعد عثمانؓ پر کوئی گناہ نہیں،

اور اصحابِ ثلاثہ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے،

« إِذَا أَنَا مِتُّ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَمُوتَ فَمُتْ » .

یعنی جب میرا اور ابوبکر و عمر کا وصال ہو جائے تو اگر تم میں مرنے کی طاقت ہو تو مر جاؤ۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ الکریم

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

« مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ » .

ترجمہ! جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، اور آپ نے فرمایا!

« أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ ،

وَعَلِيٌّ بَابُهَا، فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ » .

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں جو علم کا خواہش مند ہو وہ دروازے سے آئے، اور آپ نے فرمایا!

: « أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا » .

میں دار الحکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، آپ نے فرمایا!

« خَيْرُ إِخْوَانِي عَلِيٌّ وَخَيْرُ اعمامي حَمْزَةُ » .

میرے بہترین بھائی علی اور بہترین چچا حمزہ ہیں، اور آپ نے فرمایا!

: « عَلِيٌّ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ » .

علی دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں، اور آپ نے فرمایا!

« مَنْ آذَى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِى » .

جس نے علی کو تکلیف پہنچائی اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور آپ نے فرمایا!

« مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ
سَبَّنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ » .

جس نے علی کو گالی دی اُس نے مجھ کو گالی دی اور جس نے مجھ کو گالی دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی "

غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تو منافقین نے مشہور کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کو برداشت نہ کرتے تھے اس لئے چھوڑ گئے ہیں یہ سن کر حضرت علیؑ مسلح ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور یہ واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا!

« كَذَبُوا وَلٰكِنْ خَلَّفْتُكَ لِمَا تَرَكْتُ وَرَائِى ، فَارْجِعْ فِى أَهْلِي وَأَهْلِكَ ، أَفَلَا تَرْضَى يَا عَلِيُّ أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هٰرُونَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِى » .

وہ یعنی منافق جھوٹ بکتے ہیں میں نے تمہیں حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑا

ہے جا کر میرے اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرو، کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم مجھے ایسے ہو جیسے موسیٰ کو ہارون؟ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں، حضرت علیؓ نے کہا! میں راضی ہوں، میں راضی ہوں "

اس خلافت کی مدّت

سیّد احمد دحلان مکی علیہ الرحمۃ سیرتِ دحلانیہ میں فرماتے ہیں اہلسنت اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں اسی وقت تک اُن کے خلیفہ تھے جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام میقات کو گئے تھے اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے بھی گھر والوں میں تخصیصِ خلافت کی اسی عرصہ تک دلالت ہوتی ہے جتنا عرصہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک میں غایب رہے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبتِ مُناجات کے وقت اپنی قوم میں خلیفہ ہوئے تھے چنانچہ اس سے اُن کا استحقاقِ خلافت لازم نہیں آتا

میں اُن سے جنگ کرتا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے زمانہ میں آپ سے پوچھا گیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خلافت کی وصیّت فرمائی تھی!
آپ نے فرمایا! اگر یہ بات ہوتی تو میں حصُولِ خلافت کے لئے جنگ کرتا خواہ میرے پاس میری تلوار اور میری چادر ہی باقی رہ جاتی، اور اگر مجھے اس امر کی وصیّت کی ہوتی تو میں کبھی ابُوبکر و عمر اور عثمان " رضی اللہ تعالیٰ عنہم " کی بیعت نہ کرتا "

کذب و بہتان

رافضیوں کا یہ کہنا کہ آپ نے تقیہ کیا تھا جھوٹ اور بہتان ہے کیونکہ آپ قوت و شجاعت کے مالک تھے اور بنو ہاشم کی طاقت ور اور دفاع کرنے والی خاصی بڑی تعداد موجود تھی رافضیوں کی اس بات سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذلت و رسوائی اور بزدلی لازم آتی ہے حالانکہ حاشا اللہ یہ امر نہیں،

حافظ محب الدین بن نجاری ابن معتمر مسلم بن ردس اور حارثہ بن قدامہ سعدی سے روایت کرتے ہیں یہ دونوں حضرت علیؓ کے خطاب کے وقت حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا! اس سے پہلے کہ مجھے کھو بیٹھو مجھ سے پوچھ لو مجھ سے عرش سے نیچے کی یا عرش سے سوا جو بات پوچھو گے بتا دوں گا"

مومن کی پہچان

ابو نعیم حلیتہ الاولیا میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا خدا کی قسم جو آیت بھی اتری ہے میں اسے جانتا ہوں کہ کس کے حق میں ہے اور کس جگہ نازل ہوئی ہے مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عقل والا دل اور سوال والی زبان عطا فرمائی ہے،

صحیح مسلم میں آپ کا ارشاد ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوق کو پیدا فرمایا مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد ہے کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہے اور وہی بغض رکھے گا جو منافق ہے"

ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم، زید بن نیع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا میں ہر اس شخص کو قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے بارے جو کچھ سنا ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے چنانچہ چند لوگوں نے کھڑے ہو کر عرض کی ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے، اے اللہ اس کے دوست سے دوستی اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھ

۲۴۰ «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ».

علی بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت بیان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں جوان ہوں، میں ان کے درمیان کیسے فیصلہ کروں گا جب کہ مجھے فیصلے کا تجربہ نہیں، آپؐ نے میرے سینے پر تھپکی دے کر فرمایا! الٰہی اس کے دل کو سیدھا رکھ اور اس کی زبان کو سلامتی عطا فرما، پس قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا مجھے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں گذرا،

« بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْيَمَنِ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بَعَثْتَنِي وَأَنَا شَابٌّ أَقْضِي بَيْنَهُمْ وَلَا أَدْرِي مَا الْقَضَاءُ فَضَرَبَ صَدْرِي ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ

وَثَبِّتْ لِسَانَهٗ ، فَوَالَّذِی فَلَقَ الْحَبَّةَ مَا شَکَکْتُ
فِی قَضَاءٍ بَیْنَ اثْنَیْنِ » « اَقْضِ بَیْنَہُمَا یَا عَلِیُّ » ۔

حضرت علیؓ کا ایک فیصلہ

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان" اقضاکم علی، کا سبب یہ ہوا کہ آپ صحابہ کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو شخص جھگڑا لیکر حاضر ہوئے ایک نے کہا یا رسول اللہ! یہ شخص گائے کا مالک ہے اور میرے پاس گدھا تھا اس کی گائے نے میرے گدھے کو مار دیا ہے" اہل مجلس میں سے ایک شخص نے جلدی سے کہا حیوانوں پر گرفت نہیں" حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے علی ان کے درمیان فیصلہ کرو"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دونوں کو فرمایا دونوں جانور کھلے ہوئے تھے یا بندھے ہوئے تھے؟ یا ایک کھلا اور ایک بندھا ہوا تھا؟ انہوں نے کہا گائے کھلی تھی اور گائے کا مالک اس کے ساتھ تھا جب کہ گدھا بندھا ہوا تھا، حضرت علیؓ نے فرمایا گائے کا مالک گدھے والے کو معاوضہ ادا کرے، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فیصلے کو قائم رکھتے ہوئے حکم جاری فرمایا۔

علی کو دیکھنا عبادت ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہوتے تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کسی شخص کو بھی آپؐ سے جرأت ہمکلامی نہ ہوتی"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا! علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

« النَّظَرُ إلى عَلِيّ عِبَادَةٌ » .

چار یاروں کے لئے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چاروں خلفأ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرمایا اُن میں سے یہ ہے،

میری اُمت میں سب سے زیادہ مہربان ابو بکر، دین الٰہی میں سب سے شدید عمرؓ، سب سے زیادہ حیا والے عثمان اور سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے علی ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ

زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ وَأَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ وَمَا نَفَعَنِي مَالٌ فِي الإِسْلَامِ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ ، رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُولُ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا لَقَدْ تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهُ مِنْ صَدِيقٍ ، رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِيهِ الْمَلَائِكَةُ ، وَجَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَزَادَ فِي مَسْجِدِنَا حَتَّى وَسِعَنَا ، رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا اللّٰهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ » .

اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے جس نے مجھے اپنی بیٹی دی، اور مجھے دارِ ہجرت میں پہنچایا اور بلال کو اپنے مال سے آزاد کروایا، اسلام میں جس قدر مجھے ابوبکر کے مال سے فائدہ حاصل ہُوا کسی کے مال سے نہیں ہوا،

اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے جو حق کہتا ہے خواہ کتنا ہی کڑوا ہو،

اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس نے جیش عسرت میں سامان دیا اور ہماری مسجد کو بڑھایا یہاں تک کہ وہ ہمارے لئے وسیع ہو گئی اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے، اے اللہ حق کو علی کے ساتھ ساتھ چلا،

اِن چاروں حضرات میں سے ہر ایک کے فضائل کتاب و سُنت اور اقوالِ ائمہ میں موجود ہیں علاوہ ازیں کتبِ تاریخ و سیَر اور تفسیر و حدیث میں اِن کے فضائل اِس قدر ذکر کئے گئے ہیں کہ اگر اُن کا احاطہ کریں تو کئی جلدیں بھر جائیں اور ان سے جو باقی بچ رہے گا وُہ اِس سے بھی زیادہ ہوگا،

مقاماتِ صحابہ

انتباہ، لقانی نے ہدایۃ المرید لجوہر التوحید میں نقل کیا ہے کہ!

افضل الصحابہ اہلِ حُدیبیہ ہیں اور اہلِ حدیبیہ میں سب سے افضل اہلِ اُحد ہیں سب سے افضل اہلِ بدر ہیں اور اہلِ بدر میں سب سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سب سے افضل خلفاء اربعہ ہیں اور افضل الاربعہ ابوبکر ہیں اور افضیلت سے مُراد کثرتِ ثواب ہے،

یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل وُہ ہیں جو رسُول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے جانشین مقرر ہوئے اور آپؐ نے اُن کے خلافت کی مدت کا تعین کرتے ہوئے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال ہے اور اُس کے بعد ظالم بادشاہ ہونگے۔"

« اَلْخِلَافَةُ بَعْدِی ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ تَصِیرُ مُلْکًا عَضُوضًا » ۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تمام احادیث سے صراحت ہوتی ہے کہ یہ چاروں ائمہ افضل الصحابہ ہیں کیونکہ یہ اُن کی ولایت کی مدت ہے اور فضیلت ترتیب خلافت کے اعتبار سے ہے تو سب سے پہلے خلیفہ سب سے افضل ہونگے پھر اُن کے بعد والے پھر اُن کے بعد والے، اہلسنت کا یہی مسلک ہے اِن کے امام ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی ہیں چنانچہ سب سے افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی ہیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔"

خدایا مصطفٰے جانتے ہیں

امام غزالی فرماتے ہیں کہ افضیلت کی حقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس پر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا، ان کی تعریف وثنا میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، اور سوائے قرائن احوال سے وحی وتنزیل کا مشاہدہ کرنے والوں کے افضیلت وترتیب کے وقائق کا ادراک کوئی بھی نہیں کر سکتا تو اگر وہ نہ جانتے تو یہ ترتیب قائم نہ کرتے کیونکہ وہ راہِ خدا میں لومۃ لائم سے بے نیاز تھے اور کوئی چیز انہیں حق سے نہ پھیر سکتی تھی۔"

ایسے ہی سعد کا قول ہے کہ ہم نے سلف وخلف کو اسی پر پایا ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلا دلیل یہ فیصلہ نہ کر سکتے تھے، چنانچہ علامہ سعد الدین

تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ جمہور اعاظم ملت اور علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے اور نیک گمان کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ اگر وہ دلائل و امارات سے اس امر کو نہ پہچانتے تو اس پر متفق نہ ہوتے۔ انتہی یہ کلام لقانی کی تلخیص ہے"

اجماعی مسئلہ

امام نبھانی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ علامہ سعد الدین تفتازانی کے قول کے مطابق یہ جمہور عظمائے ملت کا مذہب ہے اور اس امر پر اجماع نہیں ہوا، یہی صورت حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ترتیب افضلیت کے کے درمیان ہے، کیونکہ اہلسنت کے بعض اکابرین نے کہا ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل تھے، چنانچہ حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام مالک کا یہی قول ہے، پھر انہوں نے حضرت علی پر حضرت عثمان کو ترجیح دے دی، نودی نے اسے صحیح اور لقانی نے اصح کہا ہے۔

تاہم ابوبکر کی تینوں پر اور عمر کی دونوں پر فضیلت اجماعی ہے جیسا کہ ابن حجر نے خاتمۃ الفتادی میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے صحت کے ساتھ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خیر الناس ابوبکر پھر عمر اور پھر رجل آخر ہے، جب آپ کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے یہ کہا کہ اباجان ان کے بعد آپ ہیں تو آپ نے فرمایا تیرا باپ مسلمانوں سے ایک فرد ہے، اسی بنا پر اہلسنت صحابہؓ تابعین اور بعد والوں کا اس پر اجماع ہے کہ علی الاطلاق افضل الصحابہ ابوبکر اور پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

ایک مقام پر ابن حجر سے کسی نے پوچھا کیا خلفاء اربعہ کے درمیان یہ فضیلت قطعی ہے یا اجتہادی جب کہ ان کے متعارض فضائل کی وجہ سے ان کو ایک دوسرے

پر افضیلت دینے سے عقل قاصر ہے"

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! حضرت ابوبکر کی فضیلت تینوں پر اور حضرت عمر کی دونوں پر اجماعی ہے اور اہلسنت کے نزدیک ان میں کوئی اختلاف نہیں البتہ حضرت علی پر حضرت عثمان کی فضیلت ظنّی ہے کیونکہ سفیان ثوری جیسے بعض اکابرین اہلسنت حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل قرار دیتے ہیں چنانچہ اہلسنت میں جس چیز پر اختلاف ہو جائے وہ ظنّی ہوتی ہے"

شانِ علی میں زیادہ حدیثیں

اِس سلسلہ میں بہت متعارض احادیث وارد ہوئی ہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو ایسی ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جو اِن کی سب پر فضیلت کی دلالت کرتی ہیں اور ایسی احادیث ہر سہ حضرات کے لئے بھی نہیں آئیں"

بعض ائمہ کرام نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت علی چونکہ فتنہ کے زمانہ تک بقیدِ حیات تھے اور آپ کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جو آپ کی شان میں ردو قدح کرتے اور آپ کے مرتبے کو گھٹانے اور حق کو مٹانے کی کوشش میں مصروف تھے چنانچہ حفاظِ حدیث صحابہ کرامؓ نے آپ کی شان میں آنے والی احادیث لوگوں کو سنانا شروع کر دیں تاکہ دین سے نکل جانے والے فاسقوں اور ذلیل خارجیوں کا رد کیا جائے جب کہ دیگر اصحاب ثلاثہ کے لئے یہ استیعاب ضروری نہ تھا، یعنی اُن کی شان میں آنے والی احادیث محفوظ نہ کی جا سکیں"

امام عبدالوہاب شعرانی "المنن" میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بن عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کسی

کام کے لئے میرے پاس تشریف لاتے تو میں ان دونوں سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ضرورت پوری کرتا اس لئے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی ہیں چنانچہ اگر حضرت علی کو ان دونوں سے آسمان و زمین تک مؤخر کر دیا جائے تو جب بھی میں انہیں اُن دونوں پر مقدم رکھوں گا"

علامہ نعمانی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس کا تمام اسباب فضیلت پر احاطہ تھا اور بلاشک و ریب وُہ علم و شجاعت، حسن آراء، قربت خدا و رسول اور اللہ و رسول سے محبت اور اللہ و رسول کی اپنے ساتھ محبت کی دولت سے مالا مال تھے،

ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہا نے طبقات میں حارث بن سریج کے حالات میں ابو داؤد اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے حارث بن سریج کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے ابراہیم حجمی کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ میں نے سوائے آپ کے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو حضرت ابُوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر فضیلت دیتا ہو؟

حضرت امام شافعی نے فرمایا! حضرت علی میرے چچا اور میری خالہ کے بیٹے ہیں میں بنُو عبد مناف سے ہُوں اور تم بنی عبد الدار سے ہو اگر یہی وجہ فضیلت ہوتی تو میں بہ نسبت تمہارے اِس کا زیادہ حق دار تھا لیکن یہ امر ایسا نہیں جو گمان کیا جاتا ہے"

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک پر لوگ پریشان ہو گئے تو اُنہوں نے زیر آسمان ابو بکر سے بہتر کسی کو نہ پایا چنانچہ اُنہیں اپنا حاکم بنا لیا"

اہلبیت اور صحابہ

انتباہ مذہب اہلسنت کی تائید میں میرے ذہن قاصر میں محبت صحابہ و اہلبیت دونوں کے لئے جو محبت قویہ اور شریف معنے ظاہر ہوتے ہیں اور جو اہل رفض و ضلال کی تردید کرتے ہیں یہ کہ فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں جو روایات آئی ہیں وہ درحقیقت اہل بیت کرام کے فضائل سے ہیں البتہ اہل بیت کو ان پر یہ فضیلت ہے کہ وہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نسبت رکھتے ہیں کیونکہ اہلبیت کرام صحابہ میں بھی شامل ہیں اور ان کے جد اعظم خود اللہ تبارک و تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ کسی اور نبی کے صحابی نہیں، صحابہ کرام اگرچہ دوسرے بھی بہت سے اوصاف جمیلہ کے حامل ہیں تاہم ان کی باقی تمام اُمت پر فضیلت و افضیلت اُس صحبت شریفہ کی بنا پر ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی عمل کر سکتا اور نہ ہی کسی مجتہد کا اجتہاد اُن انوار و اسرار کو حاصل کر سکتا ہے جو اُن کے لئے بفیض صحبت مقتبس ہوئے، مزید یہ کہ وہ اپنے مال و جان اور اولاد و والدین سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نثار ہو گئے اور میدان کارزار میں چھلانگیں لگا کر موت سے ہمکنار ہوتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا دین مبین غالب آگیا اور دونوں جہان میں اس کے پرچم لہرانے لگے،

ان کے بعد ہم تابعین میں ایسے افراد کو دیکھتے ہیں جو ان سے زیادہ عالم و عابد اور زیادہ متقی و مجاہد تھے یعنی اُن صغیر صحابہ کے بعد آنے والے جو غزوات میں شرکت نہ کر سکے بایں ہمہ ان صغیر صحابہ سے بھی تابعین کی فضیلت کم ہے اور یہ صحابہ قیامت تک اپنے بعد والے افضل تر لوگوں سے زیادہ فضیلت والے ہیں،

خلاصہ یہ ہے کہ فضیلت صحابہ کی اصل حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات اقدس ہے ایسے ہی اہلبیت کرام کی فضیلت کی اصل بھی سرکار دوعالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات ہے اور ان کے فضائل کا شمار فضائل صحابہ میں ہی ہوگا تاہم اُن کو یہ فضیلت مزید حاصل ہے کہ وُہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیّت میں رہے اور آپ کی ذرّیت پاک سے ہیں جنہوں نے لوگوں کو ظلمات شرک سے نکال کر انوارِ توحید سے سرفراز فرمایا، اہلبیت کرام کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہی سیادتِ دُنیوی اور سعادتِ ابدی کی نعمت حاصل ہُوئی، چُونکہ آپ کی ذرّیتِ طاہرہ آپ کا جُزو ہے تو جیسے فضل کُل یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس فضلِ صحابہ کی زیادتی کا باعث ہے اسی طرح آپ کی ذرّیتِ طاہر کی زیادتی فضیلت کا باعث آپ کی ذات بابرکات ہے کیونکہ وُہ آپ کی ذریت ہیں اور اُن کا فضل رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل کی فرع ہے۔

محبُوب کا دشمن

ناظرین جان گئے ہونگے کہ اہلبیت وصحابہ دونوں کی فضیلت کی اصل حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور دونوں ایک ہی اصل کی فرع ہیں اندریں حالات تعریف ہو یا تنقیص جو ایک کے حق میں کی جائے گی وُہی دُوسرے تک جائے گی، تو جو اِن میں سے ایک کی تفریق کرتا ہے اور ایک شاخ سے دوستی اور دُوسری شاخ سے دشمنی رکھتا ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اگر کوئی ایک سے محبت اور دُوسرے سے عداوت رکھتا ہے تو اُسے ایک کی دوستی کوئی فائدہ نہ دے گی وُہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دُشمن ہے اور اُن کا بھی دشمن ہے جن سے وُہ محبت کرتا ہے،

رفض کی ابتداء

سیدنا زید بن علی زین العابدین کی طرف دیکھیں جب وُہ ہشام بن عبدالملک

کے خلاف نکلے تو بہت سے کوفیوں نے اُن سے بیعت کرنے کے بعد مطالبہ کیا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے برأت کا اعلان فرمائیں گے تو ہم آپ سے تعاون کریں گے ،،

حضرت زید نے فرمایا ! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہمیں اُن سے محبت ہے ،، کوفیوں نے کہا ! ہم آپ سے الگ ہوتے ہیں ، آپ نے فرمایا چلے جاؤ تم رافضی ہو اور اُس وقت سے اُن کا نام رافضی پڑ گیا ،

بعد ازاں ایک جماعت نے کہا ہم حضرت ابوبکر وعمرؓ سے محبت کرتے ہیں اور اُس سے برأت کرتے ہیں جو اُن سے برأت کرتا ہے ، جناب زید نے اِن لوگوں کو قبول فرمالیا اور وہ لوگ آپ کے ساتھ شریک جہاد ہوکر زیدیہ کے نام سے موسوم ہوئے ، اِن کے بعد آنے والے زیدیہ نے اُن کا مسلک چھوڑ دیا اور صرف نام کے زیدیہ رہ گئے ، جو شخص دُنیوی اور اُخروی سعادت کا خواہشمند ہے اُسے چاہیئے اہلبیت عظام اور صحابہ کرام دونوں کی محبت کا التزام کرے اور شریعت کے راستے پر گامزن رہتے ہوئے سلف وخلف کے طریقے کو اپنائے رکھے اور وہ طریق مذہب اہلسنت اور ملتِ حنیفیہ ہے ، اللہ تعالیٰ ہمیں اسی پر موت دے کہ ہم اِس میں تغیر و تبدل نہ کریں اور نہ ہی کسی فتنے میں مُبتلا ہوں ،،

علامہ ابن سُبکی طبقات میں فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا !

إنی امْرُؤٌ لَیْسَ فی دِینِی لِغَامِزِہِ

لِینٌ وَلَسْتُ عَلَی الإِسْلَامِ طَعَّانَا

فَلَا أَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَلَا عُمَرًا
وَلَنْ أَسُبَّ مَعَاذَ اللهِ عُثْمَانَا
وَلَا الزُّبَيْرَ حَوَارِيَّ الرَّسُولِ وَلَا
أُهْدِي لِطَلْحَةَ شَتْمًا عَزَّ أَوْ هَانَا
وَلَا أَقُولُ عَلِيٌّ فِي السَّحَابِ إِذًا
قَدْ قُلْتُ وَاللهِ ظُلْمًا ثُمَّ عُدْوَانَا
اللهُ يَدْفَعُ بِالسُّلْطَانِ مُعْضِلَةً
عَنْ دِينِنَا رَحْمَةً مِنْهُ وَرِضْوَانَا
لَوْلَا الْأَئِمَّةُ لَمْ تَأْمَنْ لَنَا سُبُلٌ
وَكَانَ أَضْعَفُنَا نَهْبًا لِأَقْوَانَا

میں نہ تو اسلام پر طعنہ زنی کرتا ہوں اور نہ ہی دین میں طعن کرنے والے کے لئے نرم گوشہ رکھتا ہوں،

میں حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہرگز گالی نہیں دوں گا،

میں حواری رسول حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی نہیں دے سکتا خواہ وہ صاحب عزت تھے یا نہیں،

میں یہ نہیں کہوں گا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادلوں میں ہیں خدا کی قسم ایسا کہوں تو یہ ظلم اور سرکشی ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ سلطان کے باعث ہمارے دین سے ہر مصیبت کو

دُور کرے اور رحمت و رضوان فرمائے،

اگر یہ ائمۂ دین نہ ہوتے تو راستوں کا خوف دُور نہ ہوتا اور کمزور طاقت ور کا شکار ہو جاتا،

بعض نے کہا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کو یہ قصیدہ پسند آیا اور جب حضرت عبداللہ بن مبارکؓ کا وصال ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ اُن کی تعزیت کو جائیں اور کہا کہ اُنہوں نے یہ دو شعر نہیں کہے تھے جن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعہ سے ہمارے دین کی مصیبتوں کو دُور فرمائے،

اہلبیت کیوں افضل ہیں

اگر آپ کہیں کہ آپ نے دونوں فروع یعنی اہلبیت عظام اور صحابہ کرام کی فضیلت کی ایک ہی اصل قرار دی ہے اور وہ اصل حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو اس سے جمیع صحابہ کرام پر رضوان اللہ علیہم پر حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذریتِ طاہرہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے؟

میں کہتا ہوں ہاں! یقیناً ایسا ہی ہے اور یہ شرف ہر حیثیت سے نہیں بلکہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اولاد ہونے کی حیثیت سے ہے اور اس میں کوئی عقلمند شک نہیں کر سکتا اس لئے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذُریتِ طاہرہ اس حیثیت سے علی الاطلاق تمام جہان والوں سے افضل ہے، کیونکہ اس تفضیل کا مرجع حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور اس امر میں کوئی مومن شک نہیں کر سکتا کہ آپ تمام تر مخلوق سے افضل ہیں اور یہ امر اس بات کی طرح ہے جیسے آپ کہیں کہ اُن کے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر جد سے افضل ہیں، تو کیا کسی مومن کو اس میں شک ہو سکتا ہے؟

امام سبکی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے کہا ہے کہ ہم بضعۃ الرسول جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا پر کسی کو فضیلت نہیں دے سکتے۔ آپ نے دیکھا کہ انہوں نے جناب سیدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا ہونے کا وصف بیان کر کے انہیں اپنی والدہ مکرمہ جناب خدیجہ اور جناب مریم و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے افضل کہا ہے۔ اور انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان اوصاف شریفہ کی وجہ سے سب پر فضیلت دیتے ہیں کہ وہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زوجہ محترمہ یا جناب حسنین کریمین علیہما السلام کی والدہ مکرمہ ہیں چنانچہ افضیلت کے یہ معنی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد و بنات کے لئے موجود ہیں، تاہم سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی اولاد کے لئے خصوصیت ہے اور یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی مخصوص خصوصیت کی بنا پر ہے، پس وہ اسی خصوصیت کی وجہ سے تمام لوگوں سے افضل ہیں"

شیخین رضی اللہ عنہما نے تمام صحابہ کرام پر جناب سیدہ فاطمہؓ کی افضیلت کی صراحت کی ہے علاوہ ازیں شمس علقمی نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور مناوی نے حیثیت بضعیت کی قید لگا کر کہا کہ شیخین بلکہ خلفاء اربعہ علم وعرفان اور اسلام کو سربلند کرنے کی وجہ سے ان سے افضل ہیں۔ لہٰذا علامہ لقانی نے شرح الجوہرہ میں خلفائے اربعہ کی سب پر فضیلت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان کی یہ تفضیل ذریت شریفہ کے اعتبار سے نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذریت طاہرہ آپ کا ٹکڑا ہونے کی حیثیت سے تمام لوگوں سے افضل ہے"

آپ ان امور کو اچھی طرح جان لیں تاکہ اہلبیت کرام کی قدر و منزلت کی پہچان ہو سکے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلبیت رسولؐ کو جس فضل وہبی اور شرف قربت

سے نوازکر انہیں مخصوص فرمایا ہے اُسے سامنے رکھیں،"

هُمُ القَوْمُ مَنْ أَصْفَاهُمُ الوُدَّ مُخْلِصًا
تَمَسَّكَ فِي أُخْرَاهُ بِالسَّبَبِ الأَقْوَى

هُمُ القَوْمُ فَاقُوا العَالَمِينَ مَنَاقِبًا
مَحَاسِنُهُمْ تُحْكَى وَآيَاتُهُمْ تُرْوَى

مُوَالَاتُهُمْ فَرْضٌ وَحُبُّهُمْ هُدًى
وَطَاعَتُهُمْ وُدٌّ وَوُدُّهُمْ تَقْوَى

"اہلبیت رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وُہ لوگ ہیں جن سے محبّت کرنے والا آخرت کے مضبُوط اسباب سے تمسّک کر لیتا ہے،

یہ وُہ لوگ ہیں جو اپنے فضائل و مناقب میں تمام عالم پر فائق ہیں اور ان کے محاسن بصُورتِ روایت بیان کئے جاتے ہیں،"

یہ وُہ ہیں جن کی محبت فرض اور ہدایت ہے اور جن کی اطاعت و مودّت تقویٰ اور پرہیزگاری ہے،"

معیارِ محبّت

اسعاف الراغبین میں ہے جاننا چاہیئے کہ معتبرہ ممدوحہ محبت وُہ ہے جو اُن کی سُنتِ محبُوبہ کی اِتباع کے ساتھ ہو، اِس لئے کہ بغیر اتباع کے اکیلی محبت مدعی کو فائدہ نہیں دے گی بلکہ دُنیا و آخرت میں معیبت ثابت ہو گی جیسا کہ شیعہ اور روافض بغیر اتباع کے محبّت کا دعویٰ کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ایسی محبت محبّت ہی نہیں

کیونکہ محبت محبوب کی طرف جھکاؤ محبوب کی محبوب چیزوں اور اُس کی رضا پر اپنی نفسانیت و خواہشات پر مُقدم رکھنے اور اُس کے آداب و اخلاق سے مُزیّن ہونا ہے جبھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہے کہ میری مُحبت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کا بغض جمع نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ دونوں ایک دُوسرے کی ضد ہیں اور اجتماعِ ضدّین نہیں ہو سکتا،

شیعانِ علی جنت میں

دار قطنی نے مرفوعاً بیان کیا ہے! اے ابوالحسن تُو اور تیرے شیعہ جنت میں ہونگے اور ایک قوم تیری مُحبّت کا دعویٰ کرے گی اور پھر اسلام کو رسوا کرے گی اور اسے پھینک کر دین سے اس طرح نکل جائے گی جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے، یہ بُرے اخلاق والے روافض ہونگے انہیں پاؤ تو اُن سے جنگ کرو کیونکہ یہ مشرک ہیں دار قطنی نے کہا یہ حدیث کثیر اسناد سے ثابت ہے،

شیعہ اور رافضہ سے مراد غالی شیعہ ہیں شیعہ و رافضہ کا واؤ معطوفہ ایسے ہے جیسے ایک مترادف کا دُوسرے کے لئے ہوتا ہے یا عطف تفسیری ہے، رہے وہ شیعہ حضرات جو آپ کی سُنت پر عمل پیرا رہے اور صحابہ سے محبت رکھتے ہوئے ان کی قدر و منزلت کو پہچانتے ہیں یہ اخیار و ابرار لوگ ہیں اور ہر عار اور تہمت سے بری ہیں یہی وُہ لوگ ہیں جو اس قول میں آپؐ کی مُراد ہیں کہ، اے ابوالحسن تو اور تیرے شیعہ جنت میں ہونگے،

« يَا أَبَا الْحَسَنِ أَمَّا أَنتَ وَشِيعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ »

جو ایسے شیعہ ہوں

موسیٰ بن علی بن حسین ایک فاضل شخص تھے وُہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جیسے شیعہ وُہ ہیں جو اطاعتِ الٰہیہ اور ہم جیسے اعمال کرتے ہیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دورانِ خلافت میں اُن کے اصحاب اور وُہ لوگ جنھوں نے اُن کی معاونت کی اور جنگوں میں اُن کے ساتھ شریک رہے جیسے جمل و صفین اور نہروان کی لڑائیاں ہیں اِن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرم اللہ وجہہ صحتِ وصواب پر تھے اور اُن کے مخالف غلطی پر تھے مگر سب ہدایت پر تھے کیونکہ اُنھوں نے طلبِ حق میں اجتہاد کیا تھا سوائے خارجیوں کے جن میں اہل نہروان بھی ہیں یہ لوگ کافر اور فاجر ہیں، اِن کا عقیدہ تھا کہ معاذ اللہ حضرت علی تحکیم کی بنا پر کافر ہو گئے ہیں اور وُہ اُن بہت سے صحابہ کو بھی کافر کہتے تھے جنھوں نے تحکیم پر رضامندی ظاہر کی تھی"

تفضیلی شیعہ کیسے ہیں

شیعوں کا ایک طبقہ جسے تفضیلی کہتے ہیں یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں بایں ہمہ وُہ دیگر صحابہ کے فضل و عدل، علو و منزلت اور اُن کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بزرگی کے معترف ہیں، اگرچہ یہ امر اجماع کے خلاف ہے تاہم بدعتِ خفیفہ ہے، اگرچہ تفضیل شیخین پر اجماع ہو چکا ہے تاہم اِس بدعت سے دین میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا کیونکہ امام سیوطی علیہ الرحمتہ اِن لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اُن کے عقیدے پر طعن نہیں کرتے،

حافظ ذہبی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ یہ لوگ عادل اور ثقہ ہیں اِنکی روایت

مقبول اور ان کی شہادت درست ہے، یہ ذہبی کا قول ہے جب کہ وہ رجال حدیث کے بارے میں اس قدر باریک بین ہیں کہ اُن ثقہ لوگوں پر بھی طعن کر دیا جنکو دوسرے محدثین ثقہ قرار دیتے ہیں"

بہر حال ذہبی نے لکھا ہے کہ بہت سے سلف و خلف اس کے قائل ہیں کہ جب کتابوں میں شیعہ کا لفظ آتا ہے تو وہ بھی ثقہ لوگ ہیں جب تک کہ اُن کے ساتھ غالی شیعہ یا شیعہ غالی نہ لکھا جائے،

رہے روافض تو اُن کے درمیان کافر بھی ہیں اور فاسق بھی فاسق وہ ہیں جنہوں نے بہت سے صحابہ کرام کی دوستی ترک کر دی ہے، اور کافر وہ ہیں جو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر طعن کرتے ہیں اور اُن کے باپ کے صحابی ہونے کا انکار کرتے ہیں"

سادات تفضیلی علی کے قائل ہیں

آپ کو عارف شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے اشتباہ پیدا نہ ہو کہ وہ روافض سے مراد شیعہ لیتے ہیں کیونکہ اُن کی تصریح ہے کہ رافضی سے مُراد تفضیلی شیعہ ہیں چنانچہ اُنہوں نے فرمایا ہے"

ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم ان روافض کو سب نہ کریں جو حضرت علیؓ کی محبت کو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر ترجیح دیتے ہیں اور ان دونوں کو گالی نہیں دیتے بالخصوص اگر وہ سادات اولادِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوں یا اہل قرآن ہوں"

اُسے بھائی! ایسا مت کہیں کہ فلاں رافضی کُتا ہے کیونکہ ایسا کہنا مناسب نہیں ہمارا عقیدہ یہ ہے حضرت علی اور حضرات حسنین کریمین اور اُن کی اولاد کی محبت

نصِ قرآنی سے طلب کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ) .

یعنی محبوب آپ فرما دیں کہ میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوائے اپنے اقربا کی محبّت کے،

چونکہ وُدّ دوام و ثبات کو کہتے ہیں اس لئے اُن لوگوں کی برائی سے باز رہنا چاہیئے جو اپنے جدِ امجد کی محبّت کی وجہ سے دُوسروں پر ترجیح دیتے ہیں یہاں تک کہ وُہ خلافِ نص نہ کریں، نیز یہ کہ انسان اپنے جن اجداد کی وجہ سے شرف و عزت حاصل کرتا ہے۔ وُہ اُن کے سلسلہ میں یقیناً متعصّب ہوتا ہے، اکثر عُلماء ایسے ہی کرتے ہیں چہ جائیکہ سادات کرام، اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ایسا سُنّی سید کم ہی ہوگا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے جدِ امجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر ترجیح دیتا ہو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

إِنْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ

فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ أَنِّي رَافِضِي

اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد کی محبّت رفض ہے تو جن و انسان گواہ رہیں میں رافضی ہُوں،

اِس لئے اے برادر، ہر اُس شخص کو معذور سمجھیں جس کے متعلق شک ہو یہاں تک کہ ایسی بات ہو جائے جس سے دین کے اصُول متصادم ہوں،

جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار یا جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اظہارِ برأت: آپ روافض کا معاملہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر چھوڑ دیں، قیامت کے دن وہی فیصلہ فرمائے گا، انتہی

رافضی نہیں بلکہ تفضیلی شیعہ

یہ عارفِ کبیر منصفِ خبیر حضرت امام شعرانی کا کلام تھا اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس سے نفع عطا فرمائے، انہوں نے جو لکھا ہے کہ بہت کم سنی ایسا ہو گا جو حضرت ابو بکر و عمرؓ کو حضرت علیؓ پر ترجیح دیتا ہو تو یہ حقیقی رافضی کے مقابل میں نہیں بلکہ تفضیلی شیعہ کیلئے فرمایا ہے جبھی تو آپ نے اس عبارت کے بعد لکھا ہے کہ اپنے جدامجد حضرت علیؓ سے ابو بکر و عمرؓ کو مقدم رکھتا ہو، اس لئے کہ رافضی تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرے سے کوئی فضیلت تسلیم ہی نہیں کرتا اور انہیں نہ اول مانتا ہے نہ آخر بلکہ ان کے متعلق نازیبا کلمات کہتا ہے، معاذ اللہ اس امر کا ایسا شخص قائل ہو کہ جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو۔"

حاصل کلام یہ ہے

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ ایسا سید سنی جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ترجیح دیتا ہو بہت کم ہے اور اکثر سنی سادات کرام جو شیخینؓ کرام کی تقدیم کے قائل نہ ہونے کے باوجود ان سے بلکہ تمام صحابہ سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی بزرگی کے معترف ہیں انہیں اس عقیدہ سے کوئی دینی نقصان نہیں پہنچتا بالخصوص جب وہ تفضیلی کی بجائے اعتبارِ محبت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت کو ترجیح دیں۔"

اچھی طرح جان لیں کہ ہمیں امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی عبارت کی یہی توجیہ کرنا چاہیئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے"

مؤلف عرض پرداز ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عبدِ ضعیف سے جو کچھ کہلوایا ۱۳۰۹ھ میں اس کی طباعت بیروت میں ہوئی جب کہ اس کا مسودہ گیارہ سال پہلے ترتیب دیا تھا۔ اللہ سبحانہ سے التجاء ہے کہ وہ اِسے قبول و منظور فرمائے اور مجھ سے راضی ہو جائے۔

وصلی اللہ علی سیّدنا محمد وعلی جمیع الأنبیاء والمرسلین وآلہم وصحبہم اجمعین عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرھم الغافلون وسلم تسلیما کثیرا والحمد للہ رب العالمین

اردو ترجمہ تمام ہوا

صائم چشتی

۲ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

الشرف المؤبد لآل محمد

(اللهم صل عليه وعلى آله وصحبه وسلم)

تاليف

يوسف بن إسماعيل النبهانى

الطبعة الأولى

شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر
محمود نصار الحلبي وشركاه خلفاء

الناشر

چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد

فون نمبر ۲۶۷۵۶

آلَ طٰهَ يا آلَ خيرِ نبيٍّ　　جدُّكم خيرةٌ وأنتمْ خيارُ

أذهبَ اللهُ عنكمُ الرجسَ أهلَ الـ

بيتِ قدمًا فأنتمُ الأطهارُ

لمْ يسَلْ جدُّكمْ على الدينِ أجرًا

غيرَ وُدِّ القربى ونعمَ الإجارُ

حُبُّكمْ جنّةٌ لكلِّ فؤادٍ

فيهِ حبُّ الأصحابِ والبغضُ نارُ

رَضِيَ اللهُ عنكُمْ وأتمَّ النـ　　ورَ فيكُمْ وإنْ أبى الكفّارُ

المؤلف

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى طهر أهل بيت نبينا من كل رجس وآتاهم من لدنه فضلا كبيرا ، فقال تعالى :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

والصلاة والسلام على سيدنا محمد المبعوث من أفضل قبيلة وأكرم فصيلة ، وعلى آله الأشراف السادة ، وأصحابه الأئمة القادة :

أما بعد : فيقول الفقير يوسف بن إسماعيل النبهانى عفا الله عنه : إن من أهم الأمور الدينية ، وآكد العقائد الإسلامية اعتقاد أن سيدنا محمدا صلى الله عليه وسلم أفضل من كل ملك ورسول ، وأصوله وفروعه أشرف فروع وأصول ، كيف لا وقد اتصلت بنسبه أنسابهم ، وارتبطت بحسبه أحسابهم ، فهم منه وإليه ، وأقرب الناس لديه ، ولا ريب فى أن محبته صلى الله عليه وسلم فرض على كل موحد ، مجتهد أو مقلد ، وبحسب زيادتها ونقصانها تكون زيادة الإيمان ونقصانه ، ومن ادعى الإيمان بدونها فقد عظم نفاقه وبهتانه . ومن محبته عليه الصلاة والسلام محبة من اتصلوا به ، ورجعت أنسابهم كآبائه وأبنائه إلى نسبه :

أما آباؤه فقد انقضت أعصارهم ، وبقيت أخبارهم ، فمن ادعى محبتهم لأجله فلا تثريب عليه ، وتسلم دعواه إليه ، إذ

لا دليل على بطلان دعواه ، ويوكل أمر باطنه إلى الله . وأما أبناؤه فهم بركة هذه الأمة ، الكاشفون عنها من غياهب الكون كل غمة ، فلا بد وأن يوجد فى كل عصر طائفة منهم يدفع الله بها عن الناس البلاء ، فإنهم أمان لأهل الأرض كما أن النجوم أمان لأهل السماء ، فمن عاصرهم وادعى محبتهم بزخارف أقواله ، ولم يقم على دعواه البراهين من محاسن أفعاله ، فدعواه فاسدة باطلة ، ومن حلى الصحة عاطلة ، هذا إذا لم يؤذهم بقلم ولا لسان ، ولم يشر إلى تنقيصهم بعين ولا بنان ، أما من فعل ذلك وادعى محبتهم فلا أحسبه إلا مجنونا ، وبدينه مفتونا .

ومن هذا القبيل ما وقع فى عصرنا فى القسطنطينية سنة سبع وتسعين ومائتين وألف هجرية من قوم جهال ، غرقوا من أحوال البغضاء لآل محمد فى أوحال ، فأخذوا يتأولون بجهلهم ماورد من الآيات والأخبار فى فضل أهل بيت النبوة ، ومعدن الرسالة ، ومهبط الوحى ، ومنبع الحكمة ، ويخرجونها عن ظواهرها بأفهامهم السقيمة ، وآرائهم الذميمة ، ومع ذلك فقد زعموا أنهم لأهل البيت من أهل المحبة والوداد ، ولم يعلموا أنهم هائمون من الخذلان فى كل واد . ولما أراد الله سبحانه تمام غوايتهم قدر له الاطلاع على كتاب نوادر الأصول للحكيم الترمذى وقد أتى فيه رضى الله عنه بتفسير قوله تعالى :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) وقوله عليه الصلاة والسلام:

« إِنِّى تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ : كِتَابَ اللَّهِ ، وَأَهْلَ بَيْتِى عِتْرَتِى » الحديث .

وقوله صلى الله عليه وسلم « النُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ السَّماء ، وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأَهْلِ الأَرْضِ » .

بأقاويل ظاهرها مخالف لما عليه جمهور العلماء ، فزعم أن الآية الكريمة خاصة بالزوجات الطاهرات أمهات المؤمنين ، وشنع على من ذهب إلى غير ذلك من المفسرين .

وأغرب من هذا دعواه فى الحديث الأول حديث الثقلين أن المراد من أهل البيت فيه الأئمة ، وفقهاء الأمة :

ومثله غرابة أو أغرب زعمه فى الحديث الثانى أن أهل بيته صلى الله عليه وسلم فيه هم الأبدال لا الذرية ، ومنع أن تكون فى العنصر الطاهر هذه المزية ، وإنى على يقين من أنه رحمه الله على تقدير ثبوت ذلك عنه ، وتحقق صدوره منه ، مع استبعاد صحة نسبته إليه ، وقرب احتمال دسه عليه ، لم يقصد به إلا إحقاق الحق على وجه السداد ، بحسب ما أداه إليه الاجتهاد وأرجو أن لا يلحقه بذلك عتاب ، وأن لا يفوته على نيته الثواب ، فإنه نفعنا الله به من مشاهير الأئمة ومصابيح هذه الأمة ، ولعله كان فيما أتى به معذورا ، وقد كان ذلك فى الكتاب مسطورا .

وعلى كل حال فقد تم العمل ، وسبق السيف العذل ، فأخذ أولئك المخذولون عباراته رحمه الله وصاروا يروجون بها بضاعتهم الكاسدة ، ويصلحون بها عقائدهم الفاسدة ، ويتشدقون بها فى مجالس إخوانهم العوام ، ويفهمونهم أن لا فرق بين العترة الطاهرة وبين أحد من أهل الإسلام ، فلما شاع أمرهم المذموم ، وفشا سر ضلالتهم المكتوم ، حملنى على تزييف مدعاهم الباطل الفاسد ، وهدم ما استندوا إليه من

واهيات القواعد ، أمر شريف صدر من أحد أجلاء العصابة المصطفوية ، وافق مني بواعث قلبية ، ومدعاهم وإن كان بديهي البطلان ، لا يرتاب فيه أحد ممن شم رائحة الإيمان ، وقد يقال : لا حاجة إلى إبطال الباطل وما هو إلا من قبيل تحصيل الحاصل ، فهو منكر وإنكار المنكر أمر واجب ، وإماطة البدعة عن المسلمين ضربة لازب ؛

فجمعت هذا الكتاب من كتب الأئمة الأعلام ، ونقلت فيه أنموذجا من الكتاب والسنة والآثار في فضل آله عليه الصلاة والسلام ، ولم أقصره على رد تلك الأقاويل الفاسدة ، لتتم به الفائدة ، وسميته : الشرف المؤبد لآل محمد .

وأسأل الله العظيم ، رب العرش الكريم ، أن ينفعني به والمسلمين ، ويحشرني تحت لواء سيد المرسلين ، في زمرة المحبين له ولآله الطاهرين . وأرجو من أهل العلم والفهم أن يعذروني في عدم استيفاء الكلام ، ويغتفروا لي زلة القلم إن عثروا عليها فقل ما سلم أحد من زلة الأقلام ، ورتبته على ثلاثة مقاصد وخاتمة .

المقصد الأول : في الكلام على آية :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ) وحديثي « إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي » .

المقصد الثاني : في الكلام على شرفهم ومزاياهم وما اختصهم الله به دون من عداهم :

المقصد الثالث : في الكلام على ما في حبهم وتوابعه من الفوز العظيم ، وما في بغضهم وتوابعه من المرتع الوخيم .

الخاتمة : في بيان فضل الصحابة وأن محبة آل البيت لا تجدي نفعا إذا خالطها بغض أحد من أصحاب رسول الله صلى الله

المقصد الأول

وهو الحامل على جمع الكتاب فى الكلام على آية :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ) وحديثى « إِنِّى تَارِكٌ فِيكُم الثَّقَلَيْنِ وأَهْلَ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي » .

قال الله تعالى (إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

قال الإمام أبو جعفر محمد بن جرير الطبرى فى تفسيره : يقول الله تعالى : إنما يريد الله ليذهب عنكم السوء والفحشاء يا أهل محمد ويطهركم من الدنس الذى يكون فى معاصى الله تطهيرا .

وروى عن أبى زيد أن الرجس ههنا الشيطان :

وذكر أى الطبرى بسنده إلى سعيد بن قتادة أنه قال قوله :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

فهم أهل بيت طهرهم الله من السوء وخصهم برحمة منه :

وقال ابن عطية : والرجس اسم يقع على الإثم والعذاب ، وعلى النجاسات والنقائص ، فأذهب الله جميع ذلك عن أهل البيت .

وقال الإمام النووى : قيل هو الشك ، وقيل العذاب وقيل الإثم :

قال الأزهرى : الرجس اسم لكل مستقذر من عمل وغيره :

طائفة منهم أبو سعيد الخدرى ، وجماعة من التابعين ، منهم مجاهد ، وقتادة ، وغيرهم كما نقله الإمام البغوى وابن الخازن وكثير من المفسرين ، إلى أنهم هنا أهل العباء وهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى وفاطمة والحسن والحسين رضى الله عنهم .

وذهب جماعة منهم ابن عباس وعكرمة إلى أنهم أزواجه الطاهرات صلى الله عليه وسلم ؛ قال هؤلاء الآيات كلها من قوله :

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ) إلى قوله (إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفاً خَبِيراً) .

منسوق بعضها على بعض فكيف صار فى الوسط كلام لغيرهن : وأجاب عن هذا القائلون بأن المراد أهل العباء بأن الكلام العربى يدخله الاستطراد والاعتراض ، وهو تخلل الجملة الأجنبية بين الكلام المتناسق كقوله تعالى :

(إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ، وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ) فقوله (وكذلك يفعلون) .

جملة معترضة من جهة الله تعالى بين كلام بلقيس : وقوله تعالى :

(فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ . وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ . إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ)

أى فلا أقسم بمواقع النجوم إنه لقرآن وما بينهما اعتراض على اعتراض ، وهو كثير فى القرآن وغيره من كلام العرب .

وقد ثبت من طرق عديدة صحيحة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء ومعه على وفاطمة وحسن وحسين قد أخذ كل واحد منهما بيد حتى دخل فأدنى عليا وفاطمة وأجلسهما بين يديه ، وأجلس حسنا وحسينا كل واحد على فخذه ، ثم لف عليهم كساء ثم تلا هذه الآية :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

وفى رواية (اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا) .

« قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَرَفَعْتُ الْكِسَاءَ لِأَدْخُلَ مَعَهُمْ فَجَذَبَهُ مِنْ يَدِي فَقُلْتُ وَأَنَا مَعَكُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ : إِنَّكِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْرٍ » .

وروى أحمد والطبرانى عن أبى سعيد الخدرى قال :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي خَمْسَةٍ : فِيَّ ، وَفِي عَلِيٍّ ، وَحَسَنٍ ، وَحُسَيْنٍ ، وَفَاطِمَةَ » .

وروى من طرق عديدة حسنة وصحيحة عن أنس رضى الله عنه :

« أَنَّ رَسُولَ ٱللَّهِ صلى اللهُ عليه وسلم كانَ بَعْدَ نُزُولِ هٰذِهِ ٱلآيَةِ يَمُرُّ بِبَيْتِ فاطِمَةَ إذَا خَرَجَ إلى صَلاةِ ٱلفَجْرِ يَقُولُ : ٱلصَّلاةَ أَهْلَ البَيْتِ ، إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا »

وعن أبي سعيد الخدرى أنه صلى الله عليه وسلم جاء أربعين صباحا يعني بعد نزول هذه الآية إلى باب فاطمة يقول :

« السَّلامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ ٱلبَيْتِ وَرَحْمَةُ ٱللهِ وَبَرَكَاتُهُ ، ٱلصَّلاةَ رَحِمَكُمُ ٱللهُ ، إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا » .

وعن ابن عباس سبعة أشهر ، وفى رواية ثمانية أشهر ، وهذا نص منه صلى الله عليه وسلم على أن المراد من أهل البيت فى هذه الآية هم الخمسة ، قالوا : ولو كان المراد الزوجات الطاهرات لما قال :

(لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ - وَيُطَهِّرَكُمْ) .

بضمير جمع الذكور ، بل كان اللازم أن يقال ليذهب عنكن ويطهركن . فأجابوا عن هذا بأن التذكير باعتبار لفظ الأهل ، فإن لفظه مذكر ، ولهذا قال :

(عَنْكُمْ - وَيُطَهِّرَكُمْ) .

والجمهور على أن المراد من أهل البيت فى الآية ما يشمل

الفريقين معاً عملا بجميع الأدلة، قال المقريزى : ومن حجة الجمهور قوله :

(عَنْكُمْ - وَيُطَهِّرَكُمْ) بالميم.

ولو كان المراد النساء خاصة لكان عنكن ويطهركن :

وقال ابن عطية : والذى يظهر لى أن زوجاته لا يخرجن عن ذلك ألبتة ، فأهل البيت زوجاته وبنته وبنوها وزوجها :

وقال النسفى : وفيه دليل على أن نساءه من أهل بيته، وقال (عنكم) لأنه أراد الرجال والنساء من آله بدلالة :

(وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)

وعليه الزمخشرى والبيضاوى وأبو السعود ، وهو كذلك فى معالم التنزيل للإمام البغوى ، وفى الرواية التى ذكرها عن أم سلمة :

« فَقُلْتُ أَلَسْتُ مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ بَلَى » .

وقال الفخر الرازى بعد كلام : ثم إن الله تعالى ترك خطاب المؤنثات وخاطب بخطاب المذكرين بقوله :

(لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ).

ليدخل فيه نساء أهل بيته ورجالهم :

واختلفت الأقوال فى أهل البيت، والأولى أن يقال هم أولاده وأزواجه والحسن والحسين منهم وعلىّ منهم لأنه كان من أهل بيته بسبب معاشرته بنت النبى صلى الله عليه وسلم وملازمته له اه :

وذكر ابن جرير فى تفسيره خمس عشرة رواية بأسانيد مختلفة ، فى أن أهل البيت فى الآية ، هم النبى صلى الله عليه وسلم

وعلى وفاطمة وحسن وحسين، ثم أعقبها برواية واحدة فى أن المراد زوجاته الطاهرات صلى الله عليه وسلم : ورأيت الإمام الجليل خاتمة الحفاظ جلال الدين السيوطى فى تفسيره الدر المنثور قد صدر الكلام عند تفسير هذه الآية بثلاث روايات ، فى أن أهل البيت فيها هم أزواجه صلى الله عليه وسلم؛ وأعقبها بعشرين رواية من طرق مختلفة فى أن المراد منهم النبى صلى الله عليه وسلم وعلى وفاطمة والحسن والحسين ، منها ماأخرجه ابن جرير وابن المنذر وابن أبى حاتم والطبرانى وابن مردويه ، عن أم سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم :

« أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم كَانَ فى بَيْتِهَا عَلَى مُقَامَةٍ لَهُ ، عَلَيْهِ كِسَاءٌ خَيْبَرِيٌّ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ بِبُرْمَةٍ فِيهَا خَزِيرَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم ادْعِي زَوْجَكِ وَابْنَيْكِ حَسَنًا وَحُسَيْنًا فَدَعَتْهُمْ ، فَبَيْنَمَا هُمْ يَأْكُلُونَ إِذْ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صلى اللهُ عليه وسلم (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) فَأَخَذَ النَّبِيُّ صلى اللهُ عليه وسلم بِفَضْلَةِ فَغَشَّاهُمْ إِيَّاهَا، ثُمَّ أَخْرَجَ يَدَهُ مِنَ الْكِسَاءِ وَأَلْوَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَحَامَّتِي ».

وفى رواية : « وَخَاصَّتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا ، قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ

فأدخلتُ رأسى فى السّتر فقلتُ يارسُولَ اللهِ وأنا معكُمْ ، فقالَ إنّكِ إلى خيرٍ ، مرّتينِ » .

ومنها ماأخرجه ابن أبى شيبة وأحمد ومسلم وابن جرير وابن أبى حاتم والحاكم عن عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها قالت :

« خرجَ النّبىُّ صلى اللهُ عليه وسلم غداةً وعليهِ مِرْطٌ مُرَحّلٌ مِنْ شعرٍ أسْودَ ، فجاءَ الْحسنُ والْحسينُ فأدخلهُما معهُ ، ثمّ جاءتْ فاطِمةُ فأدْخلها معهُ ، ثمّ جاءَ علىٌّ فأدْخلهُ معهُمْ ، ثمّ قالَ : (إنّما يُريدُ اللهُ لِيُذهِبَ عنكُمُ الرِّجْسَ أهْلَ الْبيْتِ ويُطهِّركُمْ تطهيرًا) .

ومنها ماأخرجه ابن أبى شيبة وأحمد وابن جرير وابن المنذر وابن أبى حاتم والطبرانى والحاكم وصححه والبيهقى فى سننه عن واثلة بن الأسقع قال :

« جاءَ رسُولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم إلى فاطِمةَ ومعهُ علىٌّ وحسنٌ وحُسيْنٌ ، حتّى دخلَ فأدْنى عليًّا وفاطمةَ وأجْلسهُما بيْنَ يديْهِ وأجْلسَ حسنًا وحُسيْنًا كلَّ واحِدٍ مِنْهُما على فخِذِهِ ثمّ لفّ عليْهِمْ ثوْبهُ ثمّ تلا هٰذِهِ الآيةَ (إنّما يُريدُ اللهُ لِيُذهِبَ عنكُمُ الرِّجْسَ أهْلَ الْبيْتِ ويُطهِّركُمْ تطهيرًا) وقالَ اللّهُمّ هٰؤلاءِ أهْلُ

بيتى ، اللهم أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا ، قلت يا رسول الله وأنا من أهلك ؟ قال وأنت من أهلى » .

قال واثلة : إنها لأرجى ما أرجو .

وذكر الإمام الواحدى فى كتابه أسباب النزول الخلاف ، وذكر فى كل روايتين غير أنه صدّر الكلام بقوله عن عطية عن أبى سعيد :

(إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا) .

أنزلت فى خمسة : فى النبى صلى الله عليه وسلم ، وعلى وفاطمة والحسن والحسين . وثنى بقوله عن عطاء بن أبى رباح قال :

حدثنى من سمع أم سلمة تذكر وسرد الرواية التى تقدمت عن الدر المنثور ثم ذكر الروايتين الأخريين فى أنها نزلت فى الزوجات الطاهرات ، وجعل فى تفسيره الآية شاملة للفريقين جمعا بين الروايات وكذا النيسابورى ذكر فى تفسيره شمولها للفريقين ، وذكر فى كل روايات غير أن فى روايته عن أم سلمة :

« فقلت وأنا منهم ؟ فقال نعم » .

ثم قال : قال مقاتل : أزواج النبى صلى الله عليه وسلم داخلات فى حكم هذه الآية ، وإذا اجتمع المذكر والمؤنث فى موضع غلب المذكر على المؤنث ولهذا قال :

(عنكم - ويطهركم) .

وقال المقريزى: والذى يظهر من الآية أنها عامة فى جميع أهل البيت من الأزواج وغيرهم ، وإنما قال (ويطهركم) لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليا وحسنا وحسينا كانوا داخلين فيهم ، وإذا اجتمع المذكر والمؤنث غلب المذكر ، فاقتضت الآية أن الزوجات من أهل البيت يدل عليه سياق الكلام .

ثم قال ويروى حديث أم سلمة :

« أَدْخَلْتُ رَأْسِى فى الْكِسَاءِ وَقُلْتُ وَأَنَا مِنْهُمْ ؟ فَقَالَ نَعَم »

وقال المحقق ابن حجر فى الصواعق: إن المراد بالبيت فى الآية مايشمل بيت النبى صلى الله عليه وسلم وبيت سكناه فتشمل الآية أزواجه عليه الصلاة والسلام .

وقال الثعلبى : قيل هم بنو هاشم ، فهذا يؤول على أن البيت يراد به بيت النسب ، فيكون العباس وأعمامه وبنو أعمامه منهم ، وهو قول زيد بن أرقم كما فى الخازن وغيره .

وأعم من هذا ماذكره العلامة الخطيب فى تفسيره فقال : واختلف فى أهل البيت ، والأولى فيهم ماقاله البقاعي أنهم كل من يكون من ألزام النبى صلى الله عليه وسلم من الرجال والنساء والأزواج والإماء والأقارب ، وكلما كان الإنسان منهم أقرب وبالنبى صلى الله عليه وسلم أخص وألزم كان بالإرادة أحق وأجدر اهـ .

إذا علمت هذا تعلم أن مذهب جمهور المفسرين شمول الآية للفريقين أهل العباء وأمهات المؤمنين رضوان الله عليهم أجمعين .

وقال شيخ الصوفية ، وإمام العارفين الشيخ الأكبر سيدى محي الدين بن العربى رضى الله عنه فى الباب التاسع والعشرين من الفتوحات المكية :

ولما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم عبدا محضا قد طهره الله وأهل بيته تطهيرا وأذهب عنهم الرجس ، وهو كل مايشينهم ، فإن الرجس هو القذر عند العرب ، هكذا حكى الفراء قال الله تعالى :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)

فلا يضاف إليهم إلا مطهر ولا بد ، فإن المضاف إليهم هو الذى يشبههم ، فما يضيفون لأنفسهم إلا من له حكم الطهارة والتقديس ، فهذه شهادة من النبى صلى الله عليه وسلم لسلمان الفارسى بالطهارة والحفظ الإلهى والعصمة حيث قال فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ » .

وشهد الله لهم بالتطهير وذهاب الرجس عنهم . وإذا كان لايضاف إليهم إلا مطهر مقدس وحصلت له العناية الربانية الإلهية بمجرد الاضافة ، فما ظنك بأهل البيت فى نفوسهم ، فهم المطهرون ، بل هم عين الطهارة ، فهذه الآية تدل على أن الله تعالى قد شرك أهل البيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قوله تعالى :

(لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ) .

وأى وسخ وقذر أقذر من الذنوب وأوسخ ، فطهر الله

سبحانه نبيه صلى الله عليه وسلم بالمغفرة مما هو ذنب بالنسبة إلينا ، ولو وقع منه صلى الله عليه وسلم لمكان ذنبا فى الصورة لافى المعنى ، لأن الذم لايلحق به على ذلك من الله ولا منا شرعا ، فلو كان حكمه حكم الذنب لصحبه مايصحب الذنب من المذمة ولم يكن يصدق قوله :

(لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

فدخل الشرفاء أولاد فاطمة كلهم رضى الله عنهم ومن هو من أهل البيت ، مثل سلمان الفارسى رضى الله عنه إلى يوم القيامة فى حكم هذه الآية من الغفران ، فهم المطهرون اختصاصا من الله وعناية بهم لشرف محمد صلى الله عليه وسلم وعناية الله به ، ولا يظهر حكم هذا الشرف لأهل البيت إلا فى الدار الآخرة ، فإنهم يحشرون مغفورا لهم ، وأما فى الدنيا فمن أتى منهم حدا أقيم عليه كالتائب إذا بلغ الحاكم أمره ، وقد زنى أو سرق أو شرب أقيم عليه الحد مع تحقق المغفرة كماعز وأمثاله ولا يجوز ذمه :

وينبغى لكل مسلم يؤمن بالله وما أنزله أن يصدق الله تعالى فى قوله :

(لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

فيعتقد فى جميع ما يصدر من أهل البيت أن الله تعالى قد عفا عنهم فيه ، فلا ينبغى لمسلم أن يلحق المذمة بهم ولا ما يشنأ

أعراض من قد شهد الله بتطهيرهم ، وذهاب الرجس عنهم لا بعمل عملوه ولا بخير قدموه ، بل بسابق عناية من الله بهم :

(ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ) .

وإذا صح الخبر الوارد فى سلمان الفارسى فله هذه الدرجة ، فإنه لو كان سلمان على أمر يشنؤه ظاهر الشرع وتلحق المذمة بعامله لكان مضافا إلى أهل البيت من لم يذهب عنه الرجس ، فيكون لأهل البيت من ذلك بقدر ما أضيف إليهم وهم المطهرون بالنص ، انتهى كلام الشيخ الأكبر ، فقد صرح كما ترى وهو إمام الصوفية ، وكفى به حجة بدخول الشرفاء أولاد فاطمة كلهم رضى الله عنهم ومواليهم كسلمان الفارسى رضى الله عنه إلى يوم القيامة فى حكم هذه الآية من الغفران ، فهم المطهرون اختصاصا من الله وعناية بهم لشرف محمد صلى الله عليه وسلم وعناية الله به :

ولا تلتفت بعد ماسردته عليك من كلام الأئمة الأعلام إلى ظاهر ما قاله الترمذى الحكيم رضى الله عنه فى نوادر الأصول وتمسك به بعض الجهلة المخذولين من عدم شمول الآية لأهل العباء ، وهذه عبارته بعد كلام شنع فيه على الطائفة الزائغة المفتونة ، وأحسبه عنى بها الغلاة من الشيعة قال ، وتأولوا قوله تعالى :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

أنما هم علىّ وفاطمة والحسن والحسين ، وهى لهم خاصة ، وكيف يجوز هذا ومبتدأ هذا الخطاب قوله عز وجل :

(يا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ) الى قوله (أَجْرًا عَظِيماً) ثم قال (يانِسَاءَ النَّبِيِّ) الى قوله (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) ثم قال : (وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فى بُيُوتِكُنَّ)

وهذا كلام منسوق أثره على أثر بعض ، فكيف صارت هذه المخاطبات كلها لنساء النبي عليه الصلاة والسلام قبلا وبعدا ، وينصرف فى الوسط لغيرهن وهو على نسق ونظام واحد ، لأنه قال :

(لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) ثم قال على أثره (بُيُوتِكُنَّ) .

فكيف صار الكاف الثانى خطابا للنساء والأول لعلى وفاطمة رضى الله عنهما ، وأين ذكرهما فى هذه الآيات ؟

فإن قال إن كان الخطاب لنسائه فكيف قال (ليذهب عنكم) ولم يقل عنكن ؟ .

قلنا إنما ذكره لأنه ينصرف إلى الأهل والأهل مذكر فسماهن باسم التذكير وإن كن إناثا :

وقد روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه لما نزلت هذه الآية دخل عليه علىّ وفاطمة والحسن والحسين رضوان

الله عليهم ، فعمد النبي صلى الله عليه وسلم إلى كساء فلفها عليهم ثم ألوى بيده إلى السماء فقال :

« هؤلاءِ أهلي أذهِبْ عنهمُ الرِّجسَ وطهِّرْهُمْ تَطهيرًا) .

فهذه دعوة منه لهم بعد نزول الآية أحب أن يدخلهم فى الآية التى خوطب بها الأزواج ، رضـــوان الله عليهم أجمعين انتهى :

أقول : إن كلامه رضى الله عنه غير مسلم ، ليس من حيث قصره أهل البيت فى الآية على الزوجات الطاهرات ، فإن له فى ذلك شركاء من الأئمة وإن قلوا كما علمت ، ولكن من حيث تشنيعه على القائلين باختصاص فاطمة وزوجها وابنيها بهذه الآية بعباراته الشديدة ، فإن كان مراده بهم غلاة الشيعة وهو الظاهر من الأوصاف الذميمة التى وصفهم بها ويقتضيه حسن الظن به فلا بأس ، غير أن نسبة هذا القول إليهم خاصة غير صواب ، فقد تقدم أنه قال به أبو سعيد الخدرى من الصحابة وجماعة من التابعين ، منهم قتادة ومجاهد الذى قال فيه الإمام الشافعى رضى الله عنه : إذا جاءك التفسير عن مجاهد فحسبك به ، وإذا تأملت فى عبارته رحمه الله ظهر لك منها أنه حنق أيضا على القائلين بشمول الآية لأهل العباء والزوجات الطاهرات معا ، وقد علمت مما تقدم أن هذا مذهب جمهور المفسرين من أهل السنة والجماعة . وقد ظهر لذهنى الفاتر تعليل وجيه لشمول الآية للفريقين ، وهو أنى نظرت إلى سابق هذه الآية ولاحقها من قوله تعالى :

(قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا)
الي قوله (وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ) .

فوجدت ضمير جمع النسوة مذكورا فى اثنين وعشرين موضعا عشرين قبلها واثنين بعدها ، ولم يأت ضمير جمع الذكور إلا فى عنكم ويطهركم ، فلو كان المراد أزواجه صلى الله عليه وسلم خاصة لكان إتباع هذين الضميرين للاثنين وعشرين ضميرا أولى وأحرى ليكون الكلام على نسق واحد فلم تحصل المخالفة فيهما إلا لمخالفة المراد منهما للمراد مما قبلهما وبعدهما ، ويكون ذلك بشمولهما مع الزوجات الطاهرات ماأفصح الحديث بدخولهم وهم أهل العباء .

وأما تذكير لفظ الأهل فغاية ما يقتضيه جواز تذكير الضمير باعتباره كما يجوز تأنيثه أيضا باعتبار المعنى ، ويرجح جانب المعنى هنا إحاطة ضمائر النسوة بهذين الضميرين من كلتا جهتيهما ، فإذن لم يعدل عن التأنيث للتذكير فيهما إلا لأمر آخر وهو دخول أهل العباء فى الخطاب ، وفى الأهل بالمعنى الذى نص عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم نصا لايقبل التأويل فى قوله :

« اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا » .

وقد قال الحكيم فى آخر عبارته السابقة بعد سرده الحديث الناص على دخولهم فهذه دعوة منه صلى الله عليه وسلم لهم بعد نزول الآية أحب أن يدخلهم فى الآية التي خوطب بها الأزواج انتهى :

وكيف يحب رسول الله صلى الله عليه وسلم دخول قوم فى آية من كتاب الله لم يدخلهم الله فيها؟ والذى يدل دلالة واضحة على أن المراد من الآية أهل العباء مع الزوجات إن لم نقل وحدهم الرواية التى أخرجها عن أم سلمة : ابن جرير وابن المنذر وابن أبى حاتم والطبرانى وابن مردويه ، وتقدمت عن الدر المنثور للحافظ السيوطى ، وهى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان فى بيتها على مقامة له عليه كساء خيبرى فجاءت فاطمة ببرمة فيها خزيرة ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« أُدْعِي زَوْجَكِ وَابْنَيْكِ حَسَنًا وَحُسَيْنًا فَدَعَتْهُمْ فَبَيْنَمَا هُمْ يَأْكُلُونَ إِذْ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا - فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَضْلَةٍ فَغَشَّاهُمْ إِيَّاهَا ، ثُمَّ أَخْرَجَ يَدَهُ مِنَ الْكِسَاءِ وَأَلْوَى بِهَا الَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَحَامَّتِي » .

وفى رواية : « وَخَاصَّتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا قالها ثَلَاثَ مَرَّاتٍ . قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي فِي السِّتْرِ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ وَأَنَا مَعَكُمْ ؟ فقَالَ : إِنَّكِ إِلَى خَيْرٍ مَرَّتَيْنِ » .

فأنت ترى هذه الرواية صريحة فى تخصيص الآية فى أهل العباء ، نعم ذكر الإمام البغوى فى معالم التنزيل فى الرواية عن أم سلمة :

« فَقُلْتُ أَلَسْتُ مِنْهُمْ يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ بَلَى » .

وذكر المقريزى رواية عنها :

« قُلْتُ وأَنَا مِنْهُمْ؟ قَالَ نَعَمْ » .

فهاتان الروايتان مع سابق الآية ولاحقها يدلان على دخول الزوجات الطاهرات فى المراد منها ، وحينئذ تكون شاملة للفريقين كما هو مذهب جمهور المفسرين ، فقد تلخص أن فى المراد من أهل البيت فى الآية خمسة أقوال :

أولها : قول الجمهور إنها شاملة للفريقين وهو الذى عليه الاعتماد .

الثانى : قول أبى سعيد الخدرى من الصحابة وجماعة من التابعين منهم مجاهد وقتادة أن أهل البيت فيها هم أهل العباء خاصة .

الثالث : قول ابن عباس من الصحابة وعكرمة من التابعين أن المراد الزوجات الطاهرات .

الرابع : مانقله ابن حجر فى الصواعق عن الثعلبى من أنهم بنو هاشم ، على أن البيت يراد به بيت النسب فيكون العباس وأعمامه وبنو أعمامه منهم . قال فى الخازن وهو قول زيد بن أرقم :

الخامس : مانقله الخطيب الشربينى عن البقاعى قال : وهو الأولى من أنهم كل من يكون من ألزام النبى صلى الله عليه وسلم من الرجال والنساء والأزواج والإماء والأقارب ، وكل ما كان الإنسان منهم أقرب وبالنبى صلى الله عليه وسلم أخص وألزم كان بالإرادة أحق وأجدر ، وحيث قد استوفينا الكلام وأشبعنا النقول على الآية بما لا مزيد عليه فلنشرع فى الكلام على الحديثين :

فصـــل

في الكلام على قوله صلى الله عليه وسلم

« إِنِّى تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِى ».

أخرج الإمام مسلم في صحيحه عن يزيد بن حيان قال: انطلقت أنا وحصين بن سبرة وعمر بن مسلم إلى زيد بن أرقم رضى الله عنه، فلما جلسنا إليه قال له حصين: لقد لقيت يازيد خيرا كثيرا، رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وسمعت حديثه وغزوت معه، وصليت خلفه، لقد أوتيت خيرا كثيرا، حدثنا يازيد ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال زيد:

« قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا خَطِيبًا فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِىَ رَسُولُ رَبِّى فَأُجِيبَهُ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ ».

فحث على كتاب الله ورغب فيه ثم قال:

« وَأَهْلُ بَيْتِى أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِى أَهْلِ بَيْتِى، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِى أَهْلِ بَيْتِى ».

فقال له حصين: ومن أهل بيته يازيد؟ أليس نساؤه من

أهل بيته ؟ قال : نساؤه من أهل بيته ، لكن أهل بيته من حرم عليهم الصدقة بعده ، قال ومن هم ؟ قال : آل على ، وآل عقيل ، وآل جعفر ، وآل العباس ، قال : كل هؤلاء حرم الصدقة ؟ قال نعم .

وفى رواية لمسلم أيضا : فقلنا من أهل بيته نساؤه ؟ قال لا : وايم الله إن المرأة تكون مع الرجل العصر من الدهر ثم يطلقها فترجع إلى أبيها وقومها ، أهل بيته أصله وعصبته الذين حرموا الصدقة بعده .

قال الإمام النووى فى شرحه : فهاتان الروايتان ظاهرهما التناقض ، والمعروف فى معظم الروايات فى غير مسلم أنه قال : نساؤه لسن من أهل بيته ، فتؤول الرواية الأولى على أن المراد أنهن من أهل بيته الذين يساكنونه ويعولهم ، وأمر باحترامهم وإكرامهم وسماهم ثقلا ووعظ فى حقوقهم وذكر ، فنساؤه داخلات فى هذا كله ولا يدخلن فيمن حرم الصدقة ، فاتفقت الروايتان اه :

وفيه قال العلماء : سميا ثقلين لعظمهما وكبر شأنهما . وفى النهاية لابن الأثير ، يقال لكل خطير نفيس ثقل ، فسماهما ثقلين إعظاما لقدرهما وتفخيما لشأنهما ، وفى القاموس : الثقل محركة كل شيء مصون نفيس ، ومنه الحديث :

« إنِّى تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِى » .

قال الصبان فى إسعاف الراغبين : ومعنى أذكركم الله فى أهل بيتى ، أحذركم الله فى شأن أهل بيتى .

وقال ابن علان فى شرح رياض الصالحين : وفى تكريره تأكيد الوصاية بهم وطلب العناية بشأنهم ، فيكون من قبيل

الواجب المؤكد المطلوب على طريق الحث. وفى الاسعاف: ولفظ رواية الإمام أحمد :

«إِنِّى أُوشِكُ أَنْ أُدْعَى فَأُجِيبَ، وَإِنِّى تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِتْرَتِى أَهْلَ بَيْتِى ، وَإِنَّ اللَّطِيفَ الْخَبِيرَ أَخْبَرَنِى أَنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَىَّ الْحَوْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَانْظُرُوا فِيمَا تَخْلُفُونِى فِيهِمَا » .

وقوله حبل ممدود: المراد منه عهد الله أو السبب الموصل إلى رحمته ورضاه قاله النووى .

ورواية جابر رضى الله عنه :

« أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِى أَهْلَ بَيْتِى » .

وقد قصر الترمذى الحكيم فى نوادر الأصول العترة أهل البيت فى الحديث على أئمتهم وأطال فى ذلك وهذه عبارته ،

قال : الأصل الخمسون فى الاعتصام بالكتاب والعترة ، وبيانها عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه قال :

« رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى اللهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ فى حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقولُ : أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِى أَهْلَ بَيْتِى » .

وعن حذيفة بن أسيد الغفارى رضى الله عنه قال : لما صدر رسول الله صلى الله عليه وسلم من حجة الوداع خطب فقال :

« أَيُّهَا النَّاسُ : إِنَّهُ قَدْ نَبَّأَنِى اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَنَّهُ لَنْ يُعَمَّرَ نَبِيٌّ إِلاَّ مِثْلَ نِصْفِ عُمُرِ الَّذِى يَلِيهِ مِنْ قَبْلُ وَإِنِّى أَظُنُّ أَنْ يُوشِكَ أَنْ أُدْعَى فَأُجِيبَ ، وَإِنِّى فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَإِنِّى سَائِلُكُمْ حِينَ تَرِدُونَ عَلَىَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِى فِيهِمَا . الثَّقَلُ الأَكْبَرُ ، كِتَابُ اللهِ تَعَالَى سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِ اللهِ ، وَطَرَفٌ بِأَيْدِيكُمْ، فَاسْتَمْسِكُوا فَلاَ تَضِلُّوا وَلاَ تُبَدِّلُوا . وَالثَّقَلُ الأَصْغَرُ عِتْرَتِى أَهْلُ بَيْتِى فَإِنِّى قَدْ نَبَّأَنِى اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَىَّ الْحَوْضَ » .

روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه دعاهم ثم تلا هذه الآية :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

فذريتهم منهم ، فهم صفوة وليسوا بأهل عصمة ، إنما العصمة للنبيين عليهم السلام والمحنة لمن دونهم ، وإنما يمتحن من كانت الأمور محجوبة عنه ، فأما من صارت الأمور له معاينة ومشاهدة فقد ارتفع عن المحنة ، وقوله صلى الله عليه وسلم :

« لَنْ يَتفرَّقا حتَّى يرِدَا عَلَيَّ الحَوْضَ » وقوله صلى الله عليه وسلم « ما إنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا » .

واقع على الأئمة منهم السادة لا على غيرهم ، وليس المسىء المخلط قدوة وكائن فيهم المخلطون والمسيئون لأنهم لم يعروا من شهوات الآدميين ولا عصموا عصمة النبيين ، وكذلك كتاب الله تعالى من قبل مأمنه ناسخ ومنسوخ ، فكما ارتفع الحكم بالمنسوخ منه كذلك ارتفعت القدوة بالمخذولين منهم ، وإنما يلزمنا الاقتداء بالفقهاء العلماء منهم بالفقه والعلم الذى ضمن الله تعالى بين أحشائهم لا بالأصل والعنصر ، فإذا كان هذا العلم والفقه موجودا فى غير عنصرهم لزمنا الاقتداء بهم كالاقتداء بهؤلاء ، وقد قال تعالى فى تنزيله الكريم :

(أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِى الْأَمْرِ مِنْكُمْ) .

فإنما يلى الأمر منا من فهم عن الله تعالى وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم مايهم الحاجة إليه من العلم فى أمر شريعته ، وإنما أشار رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما نرى إليهم لأن العنصر إذا طاب كان معينا لهم على فهم ما يحتاج إليه ، وطيب العنصر يؤدى إلى محاسن الأخلاق ، ومحاسن الأخلاق تؤدى إلى صفاء القلب ونزاهته ، وإذا نزه القلب وصفا كان النور أعظم وأشرق الصدر بنوره ، فكان ذلك عونا له على درك ما به الحاجة من شريعته انتهت عبارته بحروفها :

قلت قوله : واقع على الأئمة منهم السادة غير مسلم ، وإنما

هو واقع على عامة أهل البيت وخاصتهم مسيئهم ومحسنهم إمامهم ومأموهم ، إذ ليس معنى قوله صلى الله عليه وسلم :

« لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ » .

ملازمتهم لكتاب الله تعالى من حيث العمل بجميع أحكامه حتى يرد قوله « وكائن فيهم المخلطون والمسيئون » الخ بل هو تحريض على إكرامهم وتبشير لهم بأنهم لا يفارقون دين الإسلام حتى يدخلوا الجنة بسلام ، ويكفى هذا فى معنى عدم تفرقهم من كتاب الله إلى ورود الحوض ، ويدل لملازمتهم دين الإسلام من الكتاب قوله تعالى :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

وقد علمت مما تقدم أن الرجس شامل لجميع الذنوب والنقائص التى أقبحها الكفر ، فهم قوم مطهرون من قبل الله تعالى ، فلا يطرأ إليهم فى دينهم خلل ولا يقع فى عقائدهم زيغ ولا زلل :

فإن قلت : دليلك هـذا غير مقبول عند الحكيم فإن رأيه تخصيص الآية بأزواجه صلى الله عليه وسلم كما تقدم :

قلت : نعم وهو وإن رأى ذلك إلا أنه هنا وفيما تقدم أثبت أن النبى صلى الله عليه وسلم دعا عليا وفاطمة والحسن والحسين وتلا هذه الآية وزاد هنا قوله : فذريتهم منهم فهم صفوة ، وقال هناك هذه دعوة منه صلى الله عليه وسلم بعد نزول الآية أحب أن يدخلهم فيها ، فهو لابد وأن يعتقد أن

دعوة النبي صلى الله عليه وسلم استجيبت فيهم ، وإذا كان كذلك فهم على كل حال داخلون فى حكم الآية أولا وبالذات كما هو رأى الجمهور أو آخرا وبالعرض على رأيه ، فقد ثبت عدم تفرقهم من كتاب الله بعدم انحرافهم عن دين الإسلام إلى ورود الحوض ، ويدل لذلك قوله تعالى :

(وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى) .

نقل القرطبى عن ابن عباس فى تفسير هذه الآية أنه قال : رضا محمد صلى الله عليه وسلم أن لا يدخل أحد من أهل بيته النار . وأدلة ذلك من السنة كثيرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« إنَّ فَاطِمَةَ قَدْ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللهُ وَذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ » .

قال الحاكم : حديث صحيح . وعن عمران بن حصين رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« سَأَلْتُ رَبِّى أَنْ لَا يُدْخِلَ النَّارَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِى فَأَعْطَانِيهَا » .

وسيأتى فى المقصد الثانى زيادة تفصيل فى هذا المعنى .

وأذكر هنا دليلا ظهر لى من قوله صلى الله عليه وسلم :

« كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي » .

فإنه يتضمن عصمة أهل بيت النبوة من الكفر ، إذ لو جاز

عليهم لما ساغ له صلى الله عليه وسلم هذا الاستثناء ، فإن الكفر أكبر قاطع للسبب والنسب ؛ فاتصال نسبهم يوم القيامة به عليه الصلاة والسلام حجة على عدم مفارقتهم الدين بيقين .

وأما قوله صلى الله عليه وسلم :

« قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي » .

فالأخذ بكل منهما بما يناسبه ، فالأخذ بكتاب الله التمسك به بالعمل بأحكامه وتحليل حلاله وتحريم حرامه ، والأخذ بالعترة أهل البيت التمسك بما يقتضيه حقهم من المحبة والعناية والتبجيل والإعظام والإعزاز والإكرام ، فهو شامل لهم جميعا محسنهم ومسيئهم ، وحينئذ يسقط ما أورده الحكيم بناء على ما فهمه في الحديث ، وبنى على ذلك تخصيصه بالأئمة منهم ويشهد لذلك الروايات الأخر ، كرواية زيد بن أرقم السابقة :

« وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ »

فحث على كتاب الله ورغب فيه ثم قال :

« وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي » .

فأنت تراه صلى الله عليه وسلم خص الأخذ والاستمساك من حيث الهداية بكتاب الله ، وذكر حكمة ذلك بقوله :

« فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ » .

ثم بعد أن تم معنى الأخذ والاستمساك ذكر أهل بيته صلى الله عليه وسلم وقال :

« أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فى أَهْلِ بَيْتِى » .

وكرره تأكيدا للوصاية بهم والعناية بشأنهم ولم يخص منهم أحدا دون أحد، وانظر إلى قول زيد لما سأله الحصين عن أهل البيت من هم أهل بيته ؟ من حرم عليهم الصدقة بعده تجده نصا فى المقصود ، وكرواية زيد فيما قلناه رواية حذيفة بن أسيد التى ذكرها الحكيم فإنه صلى الله عليه وسلم قال فيها :

« وَإِنِّى سَائِلُكُمْ حِينَ تَرِدُونَ عَلَىَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِى فِيهِمَا ؟ الثقَلُ الأَكْبَرُ كِتَابُ اللهِ تعالى سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِ اللهِ وَطَرَفٌ بِأَيْدِيكُمْ فَاسْتَمْسِكُوا فَلاَ تَضِلُّوا وَلاَ تُبَدِّلُوا ، وَالثَّقَلُ الأَصْغَرُ عِتْرَتِى أَهْلُ بَيْتِى ، فَإِنِّى قَدْ نَبَّأَنِىَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَىَّ الْحَوْضَ » .

فقوله عليه الصلاة والسلام « فاستمسكوا فلا تضلوا ولا تبدلوا » بعد قوله : « الثقل الأكبر كتاب الله تعالى سبب طرفه بيدالله وطرف بأيديكم » يوضح لك أن الاستمساك للهداية وعدم الضلال إنما هو خاص بالثقل الأكبر كتاب الله ، وبين سبب ذلك بقوله « سبب طرفه بيد الله وطرف بأيديكم » وبعد تمام ما يتعلق بالثقل الأكبر قال صلى الله عليه وسلم :

« وَالثَّقَلُ الأَصْغَرُ عِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي » .

ولو كان المراد الاستمساك بهما معا للهداية كما فهمه الحكيم فأدخل قوما من العترة الطاهرة وأخرج آخرين لوجب تأخير :

« فَاسْتَمْسِكُوا فَلاَ تَضِلُّوا » عن قوله : « وَالثَّقَلُ الأَصْغَرُ عِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي » .

أو تكريره هناك أيضا . فظهر أن عترته أهل بيته صلى الله عليه وسلم فى هذه الأحاديث كل من حرم عليه الصدقة أى الزكاة كما قاله زيد بن أرقم رضى الله عنه ، وقرنهم صلى الله عليه وسلم بكتاب الله تعظيما لشأنهم وتأكيدا لطلب العناية بهم رضى الله عنهم أجمعين :

وأغرب ما فى عبارة الحكيم قوله : فإذا كان هذا العلم والفقه موجودا فى غير عنصرهم لزمنا الاقتداء بهم كالاقتداء بهؤلاء ، فقد جره الكلام إلى أن ساوى عترته صلى الله عليه وسلم بغيرهم ، إذ لم يجعل مزية لعنصرهم ، وإنما جعل المزية للعلم والفقه الذى يوجد فيهم وفى غيرهم ، فصار معنى العترة أهل البيت فى هذه الأحاديث علماء الأمة وفقهاؤها ، وهل كان هذا مراده صلى الله عليه وسلم؟ لا والله ، ما أراد إلا عترته الأقرباء جهالا وعلماء أتقياء وغير أتقياء .

أما فقهاء الاسلام والعلماء الأعلام ، فهم قدوة الأمة ، ومصابيح الظلمة ، ولكن هذا غير ذاك ، وهم نفسهم من الداخلين تحت الخطاب فى هذه الأحاديث لرعاية عترته صلى الله عليه وسلم وتعظيم شأنهم بوجه العموم ، بل هم أحق بذلك

من جميع الناس :

(تنبيه) خطب صلى الله عليه وسلم خطبته هذه التى أوصى فيها بالثقلين : كتاب الله ، وعترته أهل بيته فى الملأ العظيم على رؤوس الأشهاد ، عند ما صدر من حجة الوداع ، وكان قد خرج معه من المدينة لأدائها أكثر من مائة ألف غير من صحبوه من مكة ومن حضروا من اليمن ، وهؤلاء هم معظم الأمة المحمدية إذ ذاك ، وفيهم أجلاء الصحابة وعلماؤهم ، وفقهاؤهم أبو بكر الصديق فمن دونه ، ولا يشك أن كثيرا منهم أعلم وأفقه من كثير من العترة أهل البيت ، فهل أحد من ذلك الجمع فهم أن النبى صلى الله عليه وسلم أوصى أقرباءه وغيرهم فى هذه الخطبة بتعظيم شأن العلماء ، وأن عترته أهل بيته هم أبو بكر وعمر وزيد بن ثابت وأبى ومعاذ وعبد الله بن سلام وأمثالهم من علماء المهاجرين والأنصار وغيرهم ، أم فهموا أنه عليه الصلاة والسلام أوصى هؤلاء وغيرهم من العلماء وسائر الصحابة وجميع الأمة رعاية أقربائه والعناية بشأنهم ، وأن عترته أهل بيته هم هم لا غيرهم ، إذ لا معنى للعترة وأهل البيت غير ذلك ، وهل يقول بالأول أحد .

بقى شىء فى دعوى الحكيم أن المراد من العترة الأئمة منهم لأنهم هم الذين يلزمنا الاقتداء بعلمهم وفقههم كما لو وجد العلم والفقه عند غيرهم لزمنا الاقتداء به كالاقتداء بهم ، فالمعول عليه على رأيه هو العلم لا العنصر ، وقد انقطع الاجتهاد منذ قرون لفقد شروطه .

وأهل السنة جميعا فى مشارق الأرض ومغاربها ، مقتدون بهؤلاء الأئمة الأربعة رضى الله عنهم فى الأحكام الفقهية

وبالإمامين الأشعرى والماتريدى فى العقائد ، وأهل البيت وإن كان قد ظهر منهم فى الأعصر الأول كثير من الأئمة المجتهدين أصحاب المذاهب إلا أن مذاهبهم لم تدون ولم تشتهر ، فانقرضت بانقراض أهلها ، وما ينسبه إليهم بعض الفرق الضالة مما يخالف مذاهب أهل السنة باطل مكذوب عليهم ، وعلى هذا لم يبق لهم نصيب فى هذه الأحاديث التى هم أصل موردها فقد خرجوا منها جملة واحدة وهو أمر ظاهر البطلان :

فإن قلت : لم يرد الحكيم المجتهدين منهم وإنما أراد العلماء منهم وهم كثيرون فى كل عصر :

قلت: الأوصاف التى ذكرها من كونهم أئمة قدوة لغيرهم بالفقه والعلم لا تصدق إلا على المجتهدين إذ هم الذين يجوز الاقتداء بهم فى ذلك ، والعلماء الذين وجدوا منهم فى الأعصر الأخيرة هم مقلدون لأحد المذاهب الأربعة فلا يكونون قدوة لغيرهم ، وقوله : وإنما أشار إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما نرى أى فى الظاهر لأن العنصر إذا طاب كان معينا لهم على فهم ما يحتاج إليه الخ كلام نفيس ، غير أنه لا ينهض حجة لذكر رسول الله إياهم مريدا منهم علماء الأمة ، فقد كان يمكنه صلى الله عليه وسلم التصريح بأن يقول مثلا إنى تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعلماء أمتي ليفهمه السامع لاسيما فى ذلك المجمع العظيم المشتمل على الفهيم وغير الفهيم .

(استطراد) إذا تصفحنا أخبار علماء الأمة فى بعض القرون السالفة نجد من كان منهم من الموالى والأعاجم أكثر عددا ممن كانوا من قريش والعرب. والحكمة فى ذلك والله أعلم أن أولئك لما رأوا هؤلاء متقدمين عليهم فى شرف الحسب والنسب أرادوا أن يلحقوهم فلم يجدوا وسيلة للحاق بهم غير

العلم فجدوا فيه واجتهدوا حتى أدركوا منه بغيتهم ، ووصلوا إلى غايتهم ، ويزاد على ذلك أن العرب كانوا يشتغلون بالعلم حتى إذا بلغوا منه مبلغا ولوا الأعمال وتنافسوا فيها فلا يتمكنون من ملازمة القراءة والإقراء ، وهذا أمر أغلبي وقع فى بعض الأعصر ، وإلا فأنت على علم من أن الأربعة الأئمة الذين هم قدوة الأمة المحمدية عربيها وعجميها منذ زمنهم إلى الآن وإلى يوم القيامة ثلاثة منهم من العرب ، مالك والشافعى وأحمد رضى الله عنهم ، وواحد من غيرهم وهو أبو حنيفة رضى الله عنه ، وكيفما كان الأمر فهى أمة مرحومة ، معبودها واحد ونبيها واحد فمهما كان من خير فى عربها أو عجمها فهو واصل إلى الآخرين وأى بأس باختلاف الجنس إذا اتحد الدين .

(فائدة) قوله صلى الله عليه وسلم :

لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ قَوْمٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ .

حمله بعضهم على الإمام الأعظم أبى حنيفة رضى الله عنه

قال المناوى : فيه فضيلة لهم وتنبيه على علو هممهم . قال فى معجم البلدان العرب : إذا ذكرت المشرق كله قالوا فارس ، وإنما عنى فى الحديث أهل خراسان لأنك إذا طلبت مصداقه فى فارس لم تجده لا أولا ولا آخرا ، وتجد هذه الصفة نفسها فى أهل خراسان دخلوا فى الإسلام رغبة ومنهم العلماء والنبلاء والمحدثون والمتعبدون ، وإذا أحرزت المحدثين من كل بلد وجدت نصفهم من خراسان وجل رواة الرجال منها ، وأما أهل فارس فكفار خمدوا ولم يبق لهم بقية بذكر ولا شرف اهـ .

وأما قوله صلى الله عليه وسلم :

« لَوْ كَانَ الإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا » وفى روايه « معلقا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ » .

فهو محمول على سلمان الفارسى رضى الله عنه كما ذكره سيدى الشيخ الأكبر فى الفتوحات وكثير من العلماء .

فصل

فى قوله صلى الله عليه وسلم

« أَهْلُ بَيْتِى أَمَانٌ لِأُمَّتِى » .

قال الحكيم الترمذى رضى الله عنه فى شرح هذا الحديث: أهل بيته من خلفه من بعده على منهاجه، وهم الصديقون والأبدال الذين روى فيهم على كرم الله وجهه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :

« إِنَّ الأَبْدَالَ يَكُونُونَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلاً كُلَّمَا مَاتَ مِنْهُمْ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلاً، بِهِمْ يُسْقَى الغَيْثُ . وَيُنْصَرُ بِهِمْ عَلَى الأَعْدَاءِ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الأَرْضِ بِهِمُ البَلَاءُ » .

فهؤلاء أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأمان هذه الأمة، فإذا ماتوا فسدت الأرض وخربت الدنيا، ولا يجوز أن يحمل على أهل بيت النسب لمعان أحدها : أنه روى فى الحديث :

« فَإِذَا ذَهَبَ أَهْلُ بَيْتِى أَتَى أُمَّتِى مَا يُوعَدُونَ » .

فكيف يتصور أن يذهب أهل بيته حتى لا يبقى منهم أحد وهم أكثر من أن يحصى وبركة الله تعالى عليهم دائمة ورحمته مظلة من فوقهم ؟ وقد قال عليه الصلاة والسلام :

« كلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ إلاَّ سَبَبِي وَنَسَبِي » .

والثانى أن أهل بيته نسبة : بنو هاشم وبنو عبد المطلب ، ولم يكونوا أمانا لهذه الأمة حتى إذا ذهبوا ذهبت الدنيا : والثالث أنه قد يوجد منهم الفساد كما يوجد فى غيرهم ، ومنهم المحسن منهم والمسىء ، فبأى شىء صاروا أمانا لأهل الأرض فعلم أن المراد به من به تقوم الدنيا وهم أعلامه وأدلة الهدى فى كل وقت فإذا تفانوا لم يبق للأرض حرمة فعمهم البلاء :

فإن قال قائل بحرمة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقربهم منه صاروا أمانا لأهل الأرض .

قيل : حرمة رسول الله صلى الله عليه وسلم عظيمة جليلة وفى الأرض ماهو أعظم من حرمة ذريته وهو كتاب الله فلا نجد ذكره فى الحديث ثم الحرمة لأهل التقوى لأنه إنما عظمت حرمة رسول الله صلى الله عليه وسلم لفضل النبوة وما أكرمه الله تعالى به ، والدليل على ذلك ماروى أبو هريرة رضى الله عنه قال :

« دَخَلَ رسولُ اللهِ صَلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلم عَلَى فَاطِمَةَ وَعِنْدَهَا صَفِيَّةُ عَمةُ رَسولِ اللهِ صلَّى الله عليهِ وَسَلَّمَ ، فقَالَ : يَا بَنى عَبْدِ مَنَاف يَابَنى عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَافَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّد يَاصَفِيَّةُ عَمةُ رَسُولِ اللهِ اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللهِ لاَ أُغْنى عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا ، سَلُونى مِن مَالِى

مَاشِئْتُمْ ، وَاعْلَمُوا أَنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُتَّقُونَ وَأَنْ تَكُونُوا أَنْتُمْ مَعَ قَرَابَتِكُمْ فَذَلِكَ لَا يَأْتِينِي النَّاسُ بِالْأَعْمَالِ وَتَأْتُونِي بِالدُّنْيَا تَحْمِلُونَهَا عَلَى أَعْنَاقِكُمْ فَتَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ هَكَذَا ثُمَّ تَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ هَكَذَا أُعْرِضُ بِوَجْهِي عَنْكُمْ فَتَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ ، فَأَقُولُ أَمَّا النَّسَبُ فَأَعْرِفُ وَأَمَّا الْعَمَلُ فَلَا أَعْرِفُ ، نَبَذْتُمُ الْكِتَابَ فَارْجِعُوا إِلَى قَرَابَةٍ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ » .

وروى أنه قال جهارا غير سر :

« أَلَا إِنَّ أَوْلِيَائِي مِنْكُمْ لَيْسُوا بِأَبِي فُلَانٍ ، لَكِنْ أَوْلِيَائِي مِنْكُمُ الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا

أقول : روى جماعة من أصحاب السنن عن عدة من الصحابة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :

« مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَسَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ ، وفى رواية : غَرِقَ ، وفى رواية : زُجَّ فِي النَّارِ » .

وعن أبي ذر سمعته صلى الله عليه وسلم يقول :

« اجْعَلُوا أَهْلَ بَيْتِي مِنْكُمْ مَكَانَ الرَّأْسِ مِنَ

الجَسَدِ وَمَكانَ العَيْنَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ » .

ولا تهتدى الرأس إلا بالعينين وروى الحاكم وصححه على شرط الشيخين :

« النُّجُومُ أمانٌ لِأَهْلِ الأَرْضِ مِنَ الغَرَقِ ، وَأَهْلُ بَيْتِي أمانٌ لِأُمَّتِي مِنَ الاخْتِلافِ ، فإذا خالَفَتْها قَبِيلَةٌ مِنَ العَرَبِ اخْتَلَفُوا فَصارُوا حِزْبَ إبْلِيسَ » .

وأخرج جماعة من أصحاب السنن أنه صلى الله عليه وسلم قال :

« النُّجُومُ أمانٌ لِأَهْلِ السَّماءِ ، وَأَهْلُ بَيْتِي أمانٌ لِأُمَّتِي » وفى رواية « أَهْلُ بَيْتِي أمانٌ لِأَهْلِ الأَرْضِ ، فإذا هَلَكَ أَهْلُ بَيْتِي جاءَ أَهْلَ الأَرْضِ مِنَ الآياتِ ما كانُوا يُوعَدُونَ » .

ورواية أحمد : « إذا ذَهَبَ النُّجُومُ ذَهَبَ أَهْلُ السَّماءِ وَإذا ذَهَبَ أَهْلُ بَيْتِي ذَهَبَ أَهْلُ الأَرْضِ » .

ومعناه على كل حال أن وجودهم رضى الله عنهم فى الأرض أمان لأهلها عموما ، ولأمته صلى الله عليه وسلم خصوصا من العذاب ؛ وليس القصد منه صلحاءهم خاصة ، فإن هذه المزية الشريفة للعنصر النبوى بقطع النظر عما يعرض على أهله من الأوصاف محمودة أو غير محمودة . قال العلامة الصبان فى إسعاف الراغبين : وقد يشير إلى هذا المعنى قوله تعالى :

(وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ) .

أقيم أهل بيته مقامه فى الأمان لأنهم منه وهو منهم كما ورد فى بعض الطرق اﻫ :

فأنت تراه صريحا فى أن المراد العنصر الطاهر مجردا عن الأوصاف وأصرح منه فى ذلك قوله صلى الله عليه وسلم :

« أَوَّلُ النَّاسِ هَلَاكاً قُرَيْشٌ ، وَأَوَّلُ قُرَيْشٍ هَلَاكاً أَهْلُ بَيْتِي » .

وفى رواية بدل هلاكا : فَنَاءً ، وبدل أهل بيتى : بَنُو هَاشِمٍ .

قال شراح الحديث منهم المناوى وغيره : فهلاكهم من أشراط الساعة ، وأماراتها الدالة على قرب قيامها ، إذ لا تقوم الساعة إلا على شرار الناس يعنى وهم خيارهم ، فهذا الحديث كالتفسير لذلك ، وخير ما فسرته بالوارد . وبهذا يظهر بطلان ما ادعاه الحكيم الترمذى من أن أهل بيته صلى الله عليه وسلم فى هذا الحديث هم الأبدال والصديقون .

والجواب عن الشبهة الأولى وهى قوله فكيف يتصور أن يذهب أهل بيته حتى لا يبقى منهم أحد وهم أكثر من أن يحصى وبركة الله عليهم دائمة ورحمته مظلة من فوقهم ، أنه لا مانع من تصور ذلك وأى حرج فيه ؟ لاسيما وقد صرح به الحديث الآخر الذى تقدم وهو قوله صلى الله عليه وسلم « أول الناس هلاكا قريش وأول قريش هلاكا أهل بيتى » وذلك من جملة رحمة الله لهم ، لما تقرر من أن الساعة لا تقوم إلا على شرار الناس وهم خيارهم ولذلك كانوا أول الناس هلاكا ، ووليهم قريش لأنها

تليهم فى الفضل والمنزلة والقرب من رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فما ذاك إلا من رحمة الله لهم وإكرامه إياهم . وأما قوله وقد قال صلى الله عليه وسلم : «كل سبب ونسب ينقطع إلا سببى ونسبى» فليس معناه أن الانقطاع انقراض الذرية ولكنه مخصوص بيوم القيامة كما هو صريح الروايات الصحيحة . ومعنى الانقطاع عدم الانتفاع بالأنساب إذ ذاك كما قال تعالى :

(لَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ) .

واستثنى صلى الله عليه وسلم سببه ويكون بالتزويج ، ونسبه ويكون بالولادة لأن النفع بهما متصل لاينقطع فى الدنيا والآخرة ، ويؤيده ماصح عنه صلى الله عليه وسلم من قوله على المنبر :

« مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ : إِنَّ رَحِمَ رَسُولِ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم لَا تَنْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، بَلَى إِنَّ رَحِمِى مَوْصُولَةٌ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

والجواب عن الشبهة الثانية وهى قوله : إن أهل بيته نسبة بنو هاشم وبنو عبد المطلب ولم يكونوا أمانا لهذه الأمة حتى إذا اذهبوا ذهبت الدنيا ، أن معنى كونهم أمانا لهذه الأمة بل لأهل الأرض أن وجودهم فيها علامة على أن الدنيا لم يحن وقت ذهابها فاذا هلكوا جاء أهل الأرض الآيات الدالة على قيام الساعة وذهاب الدنيا ما يوعدون ، فهم ما داموا فيها فى أمان من ذلك .

والجواب عن الشبهة الثالثة وهى قوله : أنه قد يوجد منهم الفساد كما يوجد فى غيرهم ، ومنهم المحسن ، ومنهم المسىء ،

فبأى شىء صاروا أمانا لأهل الأرض ، أنهم صاروا أمانا لأهل الأرض لا بعمل عملوه ، ولا بصالح قدموه ، ولكن بعنصرهم النبوى الطاهر الذى خصهم الله به فى الأزل وميزهم لأجله بمزايا لم توجد وان توجد فى غيرهم عوضها هذه المزية الجليلة التى هى من رحمة الله الخاصة بأهل بيت النبوة ، ومعدن الرسالة ، ومهبط الوحى التى لا تدخل تحت قياس ولا يشاركهم فيها أحد من الناس وهذان الجوابان يعلمان من جواب الشبهة الأولى فافهمه تفهمهما . وقوله : وفى الأرض ماهو أعظم حرمة من ذريته صلى الله عليه وسلم وهو كتاب الله فلا نجد ذكره فى الحديث اعتراض غير وارد فانه لا يلزم من ذكره صلى الله عليه وسلم حرمة ذريته فى حديث أن يذكر معهم حرمة كتاب الله وإن كانت أعظم من حرمتهم ، وقد قرنهم به فى حديث الثقلين وهو غير لازم فى كل حديث ولم يدع أحد أعظم حرمة من كتاب الله أو مساوون له حتى يعترض بهذا وهم لم يفضلوه بهذه المزية فانه أيضا يرفع قبل قيام الساعة ، وكان ابن مسعود رضى الله عنه يقول : اقرءوا القرآن قبل أن يرفع ، فانه لاتقوم الساعة حتى يرفع ، قيل : ياأبا عبد الرحمن كيف يرفع وقد أثبتناه فى صدورنا ومصاحفنا؟ قال : يسرى عليه فلا يذكر ولا يقرأ ومعلوم أن ابن مسعود لا يقول هذا برأيه إذ لامدخل للرأى فيه ، فهذا كتاب الله أمان لأهل الأرض مادام فيهم من العذاب وذهاب الدنيا ، ولم توصف الذرية الطاهرة بأكثر من ذلك . بقى قوله : ثم الحرمة لأهل التقوى ، وقوله : والدليل على ذلك ماروى عن أبى هريرة رضى الله عنه قال : دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على فاطمة وعندها صفية عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يابنى عبد مناف يابنى عبد المطلب الخ .

وقد أجاب عن هذا المحب الطبرى بجواب شاف نقله عنه المناوى فى الكبير والصبان فى الإسعاف وهو أنه صلى الله عليه وسلم لا يملك لأحد شيئا لا نفعا ولا ضرا لكن الله عز وجل يملكه نفع أقاربه بل وجميع أمته بالشفاعة العامة والخاصة، فهو لا يملك إلا ما يملكه اه. ولاه كما أشار إليه فى رواية البخارى بقوله «لكن لكم رحم سأبلها ببلالها» أى سأصلها بصلتها وكذا معنى قوله «لا أغنى عنكم من الله شيئا» أى بمجرد نفسى من غير مايكرمنى به الله من نحو شفاعة أو مغفرة، وخاطبهم بذلك رعاية لمقام التخويف والحث على العمل والتحريض على أن يكونوا أولى الناس حظا فى تقوى الله وخشيته. قال الصبان: وقيل هذا قبل علمه بنفع الانتساب إليه على أن اللغة العربية لا تساعد الحكيم على ما فسر به الحديث وهل أحد يفهم معنى الأبدال من لفظ أهل بيتى؟ كلا والله لا يفهم أحد من المخاطبين بهذا سوى أهل بيت نسبه صلى الله عليه وسلم كما هو وضع اللغة العربية التى هى لغته عليه الصلاة والسلام. وفضل الأبدال رضى الله عنهم ونفعنا بهم وعلو منزلتهم وقربهم من الله ورسوله مما لا يشك فيه مؤمن ولكنهم أنفسهم لا يرضون بإلباسهم حلة كرامة خلعها الله على عترة حبيبه صلى الله عليه وسلم حاشاهم ثم حاشاهم. وإنى على يقين من أن الحكيم الترمذى رضى الله عنه كان من أكابر الأولياء وأكاد أجزم أن ما مر عنه محمول على أحد وجهين: أحدهما وهو الأقرب أن جميع ذلك مدسوس فى كتابه من أحد مبغضيه أو مبغضى أهل البيت كما وقع ذلك لكثير من العلماء والأولياء منهم الشيخ الأكبر سيدى محيى الدين بن العربى والعارف المحقق سيد الشيخ عبد الوهاب الشعرانى وغيرهما. والثانى: أنه كان مجاورا لقوم من غلاة الشيعة

اللذين أفرطوا بالتزامهم جانب أهـل البيت رضى الله عنهم وضلوا برفضهم موالاة كثير من أجلاء الصحابة ولاسيما أبو بكر وعمر رضى الله عنهما ، فرد عليهم وشنع كما يتضح من عباراته ، وحمله ذلك على ماذكره فى شأن أهل البيت ومع هذا فقد وصفهم فى غضون كلامه بأوصاف جميلة واعترف لهم بمزايا جليلة كما هو شأنه وشأن أمثاله رضى الله عنه وأرجو أن يثيبنى الله على ما أقدمت عليه وأن لا يلحقنى ندم فيما جرى به القلم ، فإن القصد جميل ، والله على ماأقول وكيل .

المقصد الثانى

فى الكلام على شرفهم ومزاياهم
وما اختصهم الله به دون من عداهم

اعلم أن جميع ما ذكر فى هذا الكتاب أولا وآخرا هو من خصوصياتهم التى لا ينازعهم فيهـا منازع ولا يدافعهم عنها مدافع ، ولكن ربما كان بعضها خصوصية نسبية أى بالنسبة لمن لم توجد فيهم ، كالقطع لهم بالجنة وتحريمهم على النار ، فان هذا المعنى موجود فى المبشرين بالجنة من الصحابة رضوان الله عليهم كالعشرة وغيرهم ، وكلمن يبغضهم ؛ ووصفه بالنفاق والكفر فى بعض الأحاديث ، وكذا الصحابة ورد فى حقهم مثل ذلك ؛ وإنى ذاكر فى هذا المقصد بعض الخصائص التى لاتوجد فى غيرهم ألبتة .

(فمن خصائصهم رضى الله عنهم) تحريم الزكاة عليهم قال الإمام النووى فى شرح مسلم : تحرم الزكاة على النبى صلى الله عليه وسلم وعلى آله ؛ وهم : بنو هاشم ، وبنو المطلب ، هذا

مذهب الشافعى وموافقيه وبه قال بعض المالكية . وقال أبو حنيفة ومالك : هم بنو هاشم خاصة. قال القاضى عياض : وقال بعض العلماء : هم قريش كلها ، وقال أصبغ المالكى : هم بنو قصى . دليل الشافعى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :

«إِنَّ بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ» .

وقسم بينهم سهم ذوى القربى. وأما صدقة التطوع فللشافعى فيها ثلاثة أقوال : أصحها أنها تحرم على رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وتحل لآله . والثانى : تحرم عليه وعليهم . والثالث : تحل له ولهم . وأما موالى بنى هاشم وبنى المطلب فهل تحرم عليهم الزكاة؟ فيه وجهان لأصحابنا أصحهما : تحرم ، والثانى : تحل ، وبالتحريم قال أبو حنيفة ، وسائر الكوفيين ، وبعض المالكية وبالإباحة قال مالك وادعى ابن بطال المالكى أن الخلاف إنما هو فى موالى بنى هاشم . وأما موالى غيرهم فتباح لهم بالإجماع ، وليس كما قال بل الأصح عند أصحابنا تحريمها على موالى بنى هاشم وبنى المطلب ولا فرق بينهما . والله أعلم اهـ .

وعبارة الصبان فى الإسعاف : قصر مالك وأبو حنيفة رضى الله عنهما تحريمها على بنى هاشم . وقال الشافعى وأحمد : بتحريمها على بنى هاشم وبنى المطلب ، وروى عن أبى حنيفة جوازها لبنى هاشم مطلقا ، وقال أبو يوسف : تحل من بعضهم لبعض . ومذهب أكثر الحنفية والشافعية وأحمد : جواز أخذهم صدقة النفل وهو رواية عن مالك . وروى عنه حل أخذ الفرض دون التطوع لأن الذل فيه أكثر اهـ .

وفى كشف الغمة قال ابن عباس رضى الله عنهما : كان صلى الله عليه وسلم كثيرا مايقول عن الصدقة .

« إنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ ، وَإِنَّهَا لا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلا لِآلِ مُحَمَّدٍ »

وكان أنس رضى الله عنه يقول : أخذ الحسن بن على رضى الله عنهما يوما تمرة من تمر الصدقة ، فجعلها فى فيه ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« كُخْ كُخْ ارْمِ بِهَا ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ » .

وكان صلى الله عليه وسلم يقول لبنى هاشم وبنى المطلب :

« إِنَّ لَكُمْ فِى خُمُسِ الْخُمُسِ مَا يَكْفِيكُمْ أَوْ يُغْنِيكُمْ » .

وعن أنس : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم سهم ذوى القربى على بنى هاشم وبنى المطلب دون بنى نوفل وعبد شمس ويقول :

« إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ » .

وقال ابن عباس رضى الله عنهما : جاء أبو رافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : يارسول الله إن فلانا هاملك على الصدقة دعانى لأكون مساعدا له ويعطينى منها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا ، وَإِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ » اه

وقال المناوى قوله : إنما هى أوساخ الناس: أى أدناسهم وأقذارهم لأنها تطهر أدرانهم ، وتزكى أموالهم ونفوسهم .

(خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا).

كغسالة الأوساخ فهى محرمة عليهم بعمل أو غيره ، حتى من بعضهم لبعض ، ومن زعم استثناءه فقد أبعد ، وقد سأل بعض الآل عمر أو غيره جملا من الصدقة فقال : أتحب أن رجلا بادنا فى يوم حر غسل ماتحت كذا فشربته ، فغضب وقال أتقول لى هذا ؟ قال إنما هى أوساخ الناس يغسلونها اه .

وفى البحر المورود لسيدى الولى الكبير الشيخ عبد الوهاب الشعرانى رضى الله عنه لما سأل الفضل بن عباس النبى صلى الله عليه وسلم أن يستعمله على الصدقات قال له صلى الله عليه وسلم «معاذ الله أن أستعملك على غسالة ذنوب الناس».

وقد قال بعض أئمة اللغة : إن الوسخ يشمل الغائط فما دونه ولكنه صلى الله عليه وسلم كان يكنى عن القبيح ما أمكن .

ثم اعلم ياأخى أن الوسخ يزيد فى القبح وينقص بحسب كسب المتصدق ، فإن كان يرابى ، ويغش فى المعاملة ، ويأخذ المكس من التجار ، ويأكل الرشوة ، فحكمه كالخرا والقيح ، وإن كان ينصح فى المعاملة ، ولكنه يبيع على من يفعل ذلك من الظلمة والقضاة ، فحكمه كالبول والدم وقس على ذلك .

وأقل المراتب أن يكون كالبصاق اه :

قال الطيبى : لا يقال كيف أباحها لبعض أمته ، ومن كمال إيمان المرء أن يحب لأخيه مايحب لنفسه. لأنا نقول ماأباحها لهم عزيمة بل اضطرارا ، وكم أحاديث نراها ناهية عن السؤال

فعلى الحازم أن يراها كالميتة .

(فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ) .

وقوله : وكم أحاديث نراها ناهية عن السؤال . منها أن حكيم ابن حزام رضى الله عنه سأل النبى صلى الله عليه وسلم من غنائم حنين فأعطاه مائة من الإبل ثم سأله فأعطاه مائة ثم سأله فأعطاه مائة ثم قال له :

« يا حَكِيمُ هٰذَا المَالُ خَضِرٌ حُلْوٌ ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْس بُورِكَ لَهُ فِيهِ ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِى يَأْكُلُ وَلا يَشْبَعُ ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى » .

فأخذ حكيم المائة الأولى ، وترك ما عداها وقال : يارسول الله والذى بعثك بالحق لا أرزأ أحدا بعدك شيئا حتى أفارق الدنيا وكان كذلك رضى الله عنه ، فكان أبو بكر وعمر رضى الله عنهما يعرضان عليه العطاء فيأبى ، قال العارف الشعرانى : وقد رأيت مرة شخصا جاء إلى سيدى على الخواص بمال والشيخ رمد ، وهو جالس يضفر الخوص ، فقال له : ياسيدى خذ هذه الدراهم فاستعن بها على نفقة البيت واترك الضفر حتى تبرأ فرده وقال : والله إنى كما ترانى أضفر فى هذا الرمد ولا يطيب لى أن آكل من كسبى هذا فكيف آكل من كسبك أنت ؟ فقال : ياسيدى إن مثلك لا يغش فى صنعته فكيف لا تطيب نفسك أن تأكل من صنعتك ؟ فقال : صحيح ما ثم إن شاء الله تعالى غش ولكن أبيع على من ؟ وجميع الفقهاء والتجار والزياتين

وغيرهم إذا أتاه مكاس أو قاض يشترى منه شيئا لا يرده قط بل يفرح بفلوسه غاية الفرح ، وإذا أخـذنا فلوس الظلمة والمكاسين ، فنحن سواء لاتحاد العين المتداولة بأيديهم فقال : ياسيدى هذا شيء ماكان لى على بال ، وتركه وانصرف ، وهو يقول : لله ياأولياء الله اه .

وهذا التدقيق من الشيخ رضى الله عنه لا يقتضى منع غيره من قبول الصدقة ، فإنها مباحة حتى لأهل البيت إن كانت نفلا كما تقدم مالم يتحقق أنها من مال حرام ، وهى مع إباحتها أمر مرغوب عنه إلا للضرورة. وانظر إلى قوله صلى الله عليه وسلم « واليد العليا خير من اليد السفلى » تعرف ذلك . فان قلت قد ثبت تحريم صدقة الفرض على آله صلى الله عليه وسلم ، وصدقة النفل وإن كانت مباحة لهم على الصحيح إلا أن نفوسهم الشريفة ربما تأباها إلا ممن يرى لقوة إيمانه ونفاذ بصيرته أن لهم الفضل والمنة عليه بقبول صدقته وقليل ماهم ، فمن أين يتعيش من لا مال له منهم ؟ قلت : أما سمعت قوله صلى الله عليه وسلم مخاطبا لهم « إن لكم فى خمس الخمس مايكفيكم » وفى بدل خمس الخمس الذى هو حقهم فى بيت مال المسلمين أدامه الله عامرا مافيه كفايتهم وليس القصد إلا ذلك لا أن يكثر مالهم فإن بينهم وبين ذلك سدا حاجزا من قوله صلى الله عليه وسلم :

« اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتاً » .

وما أشبهه من الأحاديث الواردة فى هذا المعنى .

قال الشعرانى رضى الله عنه : نعمة التقلل من الدنيا أكبر من نعمة الإكثار منها لأنها طريق الأنبياء والأصفياء ، ولولا أن التقلل أفضل ، وأكثر أجرا ما قال صلى الله عليه وسلم : « اللهم اجعل رزق آل محمد قوتا » والقوت هو الذى لا يفضل منه شىء

عن الغذاء والعشاء ، فشيء اختارة صلى الله عليه وسلم لنفسه وأهل بيته لا أكل منه اه .

وقد دعا صلى الله عليه وسلم لمبغضه وأهل بيته بعكس ذلك فعن على رضى الله عنه :

« اللَّهُمَّ أَرْزُقْ مَنْ أَبْغَضَنِي وَأَهْـلَ بَيْتِي كَثْرَةَ المَالِ وَالْعِيَالِ » رواه الديلمى .

قال ابن حجر : كفاهم أن يكثر مالهم فيطول حسابهم ، وأن تكثر عيالهم فتكثر شياطينهم : ولا يشكل هذا بالدعاء لأنس بمثل ذلك لأن ذلك نعمة فى حقه يتوصل بها إلى كثير من الأمور المطلوبة بخلافه فى حق مبغضهم :

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم) كونهم أشرف الناس نسبا وأفضل الخلق حسبا.عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« إِنَّ اللهَ قَسَّمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ ، فَجَعَلَنِي فى خَيْرِهِمَا قسماً ، فذلِكَ قَوْلُهُ تعالى : (فَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ما أَصْحَابُ الْيَمِين . وَأَصْحَابُ الشِّمالِ ما أَصْحابُ الشِّمال) فَأَنَا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَنَا خَيْرُ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ، ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ أَثلاَثاً فَجَعَلَنِي فى خَيْرِهِمْ ثُلُثاً ، فذلِكَ قَوْلُهُ تعَالَى : (فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ما أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ . وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ما أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ . وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ) فَأَنَا مِنَ السَّابِقِينَ وَأَنَا خَيْرُ السَّابِقِينَ ، ثُمَّ جَعَلَ الأَثلاَثَ قَبَائِلَ

فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِهَا قَبِيلَةً، وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ) فَأَنَا أَتْقَى وَلَدِ آدَمَ وَأَكْرَمُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى وَلَا فَخْرَ، ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِى خَيْرِهَا بَيْتًا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)».

وعن ابن عمر رضى الله عنهما قال صلى الله عليه وسلم:

«إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِى هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِى مِنْ بَنِى هَاشِمٍ».

وعن ابن عمر رضى الله عنهما:

«إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِى آدَمَ، ثُمَّ اخْتَارَ مِنْ بَنِى آدَمَ الْعَرَبَ، ثُمَّ اخْتَارَ مِنَ الْعَرَبِ مُضَرَ، ثُمَّ اخْتَارَ مِنْ مُضَرَ قُرَيْشًا، ثُمَّ اخْتَارَ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِى هَاشِمٍ، ثُمَّ اخْتَارَنِى مِنْ بَنِى هَاشِمٍ؛ فَلَمْ أَزَلْ خِيَارًا مِنْ خِيَارٍ».

وأخرج أحمد والمحاملى وغيرهما عن عائشة رضى الله عنها أنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

«قَالَ لِى جِبْرِيلُ: قَلَبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا

فَلَمْ أَجِدْ رَجُلاً أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ ، وَقَلَبْتُ مَشَارِقَ الأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ بَنِي أَبٍ أَفْضَلَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ » .

قال الحافظ ابن حجر : أنوار الصحة تلوح على صفحات متن هذا الحديث .

وعن جعفر الصادق رضى الله عنه عن أبيه محمد الباقر رضى الله عنه قال . قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلامُ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي فَطُفْتُ شَرْقَ الأَرْضِ وَغَرْبَهَا وَسَهْلَهَا وَجَبَلَهَا فَلَمْ أَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنَ الْعَرَبِ ، ثُمَّ أَمَرَنِي فَطُفْتُ فِي الْعَرَبِ فَلَمْ أَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنْ مُضَرَ ، ثُمَّ أَمَرَنِي فَطُفْتُ فِي مُضَرَ فَلَمْ أَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنْ كِنَانَةَ ، ثُمَّ أَمَرَنِي فَطُفْتُ فِي كِنَانَةَ فَلَمْ أَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنْ قُرَيْشٍ ثُمَّ أَمَرَنِي فَطُفْتُ فِي قُرَيْشٍ فَلَمْ أَجِدْ حَيًّا خَيْرًا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ ، ثُمَّ أَمَرَنِي أَنْ أَخْتَارَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَلَمْ أَجِدْ فِيهِمْ نَفْسًا خَيْرًا مِنْ نَفْسِكَ » .

وأخرج الإمام أحمد بسند جيد عن العباس رضى الله عنه أنه صلى الله عليه وسلم صعد المنبر فقال .

« مَنْ أَنَا ؟ قالوا أنتَ رسولُ الله فقال صلى الله

عليه وسلم أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِ خَلْقِهِ وَجَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِ فِرْقَةٍ، وَخَلَقَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِ قَبِيلَةٍ، وَجَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِى فِى خَيْرِهِمْ بَيْتًا».

وقال صلى اللهُ عليه وسلم: «أَوَّلُ مَنْ أَشْفَعُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أُمَّتِى أَهْلُ بَيْتِى، ثُمَّ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ مِنْ قُرَيْشٍ، ثُمَّ الْأَنْصَارُ، ثُمَّ مَنْ آمَنَ بِى وَاتَّبَعَنِى مِنَ الْيَمَنِ، ثُمَّ سَائِرُ الْعَرَبِ، ثُمَّ الْأَعَاجِمُ، وَمَنْ أَشْفَعُ لَهُ أَوَّلًا أَفْضَلُ».

أخرجه الطبرانى والدارقطنى مرفوعا فهذه أحاديث صحيحة ونصوص صريحة تدل على أن أهل البيت أفضل الناس حسبا ونسبا، ويتفرع على هذا أنهم لا يكافئهم فى النكاح أحد من الناس، وبه صرح غير واحد من الأئمة.

قال الجلال السيوطى فى الخصائص: ومن خصائصه صلى الله عليه وسلم أن آله لا يكافئهم فى النكاح أحد من الخلق.

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم): أن كل نسب وسبب ينقطع يوم القيامة إلا سببه ونسبه صلى الله عليه وسلم كما ورد ذلك فى الحديث الصحيح وتقدم فى المقصد الأول. وصح أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه خطب لنفسه أم كلثوم بنت فاطمة رضى الله عنهما من أبيها على بن أبى طالب كرم الله وجهه فاعتل بصغرها وبأنه حابسها لولد أخيه جعفر، فألح

عليه عمر ثم صعد المنبر فقال : أيها الناس والله ما حملنى على الإلحاح على على فى ابنته إلا أنى سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول :

« كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إلاَّ سَبَبِي وَنَسَبِي وَصِهْرِي » .

فأمر بها على فزينت وبعث بها إليه فلما رآها قام وأجلسها فى حجره فقبلها ودعا لها ، فلما قامت أخذ بساقها وقال لها قولى لأبيك قد رضيت ، فلما جاءت قال لها ما قال لك ؟ فذكرت له جميع مافعله وما قاله ، فأنكحها إياه فولدت له زيدا مات رجلا . قال الطيبى والنسب ما يرجع إلى ولادة قريبة من جهة الآباء ، والصهر ما كان من خلطة تشبه القرابة يحدثها التزوج والسبب كذلك يكون بالتزويج . وعلم بهذا الحديث ونحوه عظيم نفع الأنساب إليه صلى الله عليه وسلم ولا يعارضه مافى أخبار أخر من حثه صلى الله عليه وسلم لأهل بيته على خشية الله واتقائه وطاعته وأنه لايغنى عنهم من الله شيئا لأنه لا يملك لأحد نفعا ولا ضرا لكن الله يملكه نفع أقاربه ؛ فقوله « لا أغنى عنكم شيئا » أى بمجرد نفسى من غير ما يكرمنى الله به من نحو شفاعة أو مغفرة فخاطبهم بذلك رعاية لمقام التخويف .

واعلم أنه لا ينبغى لمنسوب إليه صلى الله عليه وسلم أن يعتمد على ماذكر لأنه إنما ثبت لمن هو فى الواقع متصل به عليه الصلاة والسلام ومن آل بيته ، ومن أين تحقق ذلك لقيام احتمال زلل بعض النساء وكذب بعض الأصول فى الانتساب وإن كان خلاف الظاهر ، على أن المأثور عن أكابر آل البيت

شدة خشيتهم من الله تعالى وعظم خوفهم من عذابه وكثرة تأسفهم على أدنى تقصير وقع منهم رضى الله عنهم ونفعنا بهم .

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم) الاصطلاح فى الصدر الأول على إطلاق اسم الأشراف عليهم دون غيرهم ثم خص منهم بالحسنيين والحسينيين فقط . قال السيوطى فى رسالته الزينبية : اسم الشريف يطلق فى الصدر الأول على كل من كان من أهل البيت سواء كان حسنيا أم حسينيا أم علويا من ذرية محمد بن الحنفية أو غيره من أولاد على بن أبى طالب أم جعفريا أم عقيليا أم عباسيا ، فلما ولى الخلافة الفاطميون بمصر قصروا اسم الشريف على ذرية الحسن والحسين فقط واستمر ذلك بمصر إلى الآن اه .

قلت : وهذا الاصطلاح عم الآن البلاد الاسلامية شرقا وغربا فمتى أطلق لفظ الشريف فى اللغة العربية لا ينصرف إلا لمن كان حسنيا أو حسينيا ، وحادث فى كثير من البلاد الاصطلاح أيضا على لفظ السيد على كل منهما خاصة ، فمتى أطلق لا ينصرف لسواهم وهذا فى غير الحجاز فانهم اصطلحوا فيه على إطلاق الشريف على من كان حسنيا والسيد على من كان حسينيا للفرق بينهما . قال ابن حجر المكى : ولا يدخل غير ذرية الحسن والحسين فى الوقف على الأشراف والوصية لهم ، لأن الوقف والوصية منوطان بعرف البلد وعرف مصر ونحوها اختصاصهم بذرية الحسن والحسين اه .

وقد علمت العرف الطارئ فى الحجاز .

وأما تخصيص العمامة الخضراء بهم فأصله أن ملك مصر الأشرف شعبان بن حسين أمر فى سنة ثلاث وسبعين وسبعمائة بتقديم الموحدة فيهما بتخصيصهم بعلامة خضراء توضع على

عمامة أحدهم للفرق بين الشريف وغير الشريف ، ثم توسع فيها حتى جعلت العمامة كلها خضراء ونظم الأدباء فى ذلك أشعارا منها قول جابر بن عبد الله الأندلسى :

جَعَلوا لِأَبْنَاءِ النَّبِىِّ عَلاَمَــــةً
إِنَّ الْعَلاَمَةَ شَأْنُ مَنْ لَمْ يُشْهَرِ
نُورُ النُّبُوَّةِ فى وَسِيمِ وُجُوهِهِمْ
يُغْنِى الشَّرِيفَ عَنِ الطِّرَازِ الأَخْضَرِ

وقول شمس الدين محمد بن إبراهيم الدمشقى :

أَطْرَافُ تِيجَانٍ أَتَتْ مِنْ سُنْدُسٍ
خُضْرٍ بِأَعْلاَمٍ عَلَى الأَشْرَافِ
وَالأَشْرَفُ السُّلْطَانُ خَصَّصَهُمْ بِهَا
شَرَفًا لِيُفْرِقَهُمْ مِنَ الأَطْرَافِ

ولعل اختيار هذا اللون لكونه أفضل الألوان ، أو كونه لون الحلة التى يكساها فى الموقف نبينا صلى الله عليه وسلم أو كونه لون ثياب أهل الجنة اه إسعاف .

قال الإمام السيوطى : لبس هذه العلامة بدعة مباحة لا يمنع منها من أرادها من شريف وغيره ، ولا يؤمر بها من تركها من شريف وغيره ، والمنع منها لأحد من الناس كائنا من كان ليس أمرا شرعيا ، لأن الناس مضبوطون بأنسابهم الثابتة ، وليس لبس العلامة مما ورد به الشرع فيتبع إباحة ومنعا . أقصى ما فى الباب أنه أحدث التمييز بها لهؤلاء عن غيرهم ، وقد يستأنس

فيها بقوله تعالى :

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ) .

فقد استدل بها بعض العلماء على تخصيص أهل العلم بلباس ليعرفوا فيجلوا تكريما للعلم وهذا وجه حسن والله أعلم .

قال العلامة الصبان : يؤخذ من الآية التى استأنس بها فى لبس العلامة الخضراء استحباب لبسها للأشراف ، وهو الذى ينبغى اعتياده . وتكره لغيرهم ، لأن فيها انتسابا بلسان الحال إلى غير من ينسب إليه الشخص فى نفس الأمر ، وانتساب الشخص إلى غير من ينسب إليه فى نفس الأمر منهى عنه محذور منه : قال : ولم يكتف فى هذه الأعصار بتلك العلامة بل جعلت العمامة كلها خضراء وحكمها حكم تلك العلامة انتهى . وهذا إنما يظهر فى البلاد التى بقى أهلها على اصطلاح تخصيص العمائم الخضر بالأشراف كمصر . أما فى غيرها كالقسطنطينية فلا ؛ فإن العلامة الخضراء فيها لا دلالة لها على الشرف أصلا لما أن العلماء فيها والطلبة وغيرهم من أرباب العمائم لا يخلو أحدهم فى الغالب من عمامة خضراء يستعملها فى بعض الأحيان، وقد يكثر استعمالها فى فصل الشتاء لعدم ظهور الوسخ فيها بل تجاوزهم الأمر إلى كثير من أهل الحرف وباعة الشوارع ، فإنهم كثيرا ما يتعممون بالعمائم الخضر لهذه العلة وكذا لفظ

السيد عندهم ليس خاصا بالشريف ، فإنك إذا ذهبت إلى سوق الحكاكين ، واجتهدت فى أن ترى ختما لم يكتب فيه السيد فلان لا تكاد تراه إلا أن يكون لسيد شريف صحيح النسب أو لرجل من أهل الدين والحياء وإنما لا يكتب الأشراف لفظ السيد فى أختامهم لخوف الاشتباه فى أنسابهم حينئذ بسبب كثرة استعمال الأغيار إياه ، ومن هنا ترى أكثرهم لاسيما أشراف الحجاز لا يلبسون العمائم الخضر لهذه الحكمة فقد زال التمييز ، واختلط الصفر بالإبريز ، والأشراف مضبوطون بأنسابهم ، لا بألقابهم ، ومعروفون بأحسابهم لا بأثوابهم ، ولقد أفحش فى الخطأ من ظن الشرف بالألوان أو بقول الناس ياسيد فلان ، فرحم الله امرأ عرف حده ، فثبت عنده وعلم مقامه ، فلم يتقدم أمامه ، فإن الكذب مداه قصير ، والزيف لا يخفى على الناقد البصير :

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم) استعمال النقباء منهم عليهم ، وهذه النقابة وضعت فى الأصل لصيانتهم عن أن يتولى عليهم من لا يكافئهم فى النسب ولا يساويهم فى الشرف ، ويختار لها أجلهم بيتا وأكثرهم فضلا وأجزلهم رأيا لتجتمع فيه شروط الرياسة والسياسة فيسرعوا إلى طاعته برياسته ، وتستقيم أمورهم بسياسته . ويلزمه لهم بتقلدها اثنا عشر حقا :

أحدها : حفظ أنسابهم من داخل فيها وليس منها أو خارج عنها وهو منها .

والثانى : معرفة أنسابهم وتمييز بطونهم ويثبتهم فى ديوانه على التمييز .

والثالث : معرفة من ولد منهم من ذكر أو أنثى فيثبته ومعرفة من مات فيذكره :

والرابع : أن يحملهم على الآداب التى تضاهى شرف أنسابهم وكرم محتدهم لتكون حشمتهم فى النفوس موفورة وحرمة رسول الله صلى الله عليه وسلم فيهم محفوظة .

والخامس : أن ينزههم عن المكاسب الدنيئة ، ويمنعهم من المطالب الخبيثة حتى لا يستقل ولا يستضام منهم أحد .

والسادس : أن يكفهم عن ارتكاب المآثم ويمنعهم من انتهاك المحارم ، ليكونوا على الدين الذى نصروه أغير ، وللمنكر الذى أزالوه أنكر ، فلا ينطلق بذمهم لسان ولا يشنؤهم إنسان .

والسابع : أن يمنعهم من التسلط على العامة لشرفهم والتشطط عليهم لنسبهم فيدعوهم ذلك المقت والبغض ، ويبعثهم على المناكرة والبعد ، وأن يندبهم إلى استعطاف القلوب ، وتألف النفوس ليكون الميل إليهم أوفى ، والقلوب لهم أصفى .

والثامن : أن يكون عونا لهم فى استيفاء حقوقهم ، حتى لا يضعفوا عنها وعونا عليهم فى أخذ الحقوق منهم حتى لا يمنعوا أهلها منها ، ليصيروا بالمعونة لهم منتصفين ، وبالمعونة عليهم منصفين ، فإن من عدل السيرة فيهم إنصافهم وانتصافهم .

والتاسع : أن ينوب عنهم فى حقوقهم فى بيت مال المسلمين .

والعاشر : أن يمنع نساءهم أن يتزوجن إلا من الأكفاء لشرفهن على سائر النساء صيانة لأنسابهن وتعظيما لحرمتهن .

والحادى عشر : أن يقوّم ذوى الهفوات منهم ، ويقيل ذا الهيئة منهم عثرته ويغفر بعد الوعظ زلته .

والثانى عشر : أن يراعى وقوفهم بحفظ أصولهم وتنمية فروعها ويراعى قسمتها عليهم بحسب الشروط والأوصاف .

ويزاد على ذلك فى النقابة العامة خمسة أشياء أخرى :

أحدها : الحكم بينهم فيما تنازعوا فيه .

والثانى : الولاية على أيتامهم فيما ملكوه .

والثالث : إقامة الحدود عليهم فيما ارتكبوه .

والرابع : تزويج الأيامى اللاتى لا يتعين أولياؤهن أو قد تعينوا فعضلوهن .

والخامس : إيقاع الحجر على من عته منهم أو سفه وفكه إذا أفاق ورشد انتهى ملخصا من الأحكام السلطانية للإمام الماوردى، هكذا كانت نقباء الأشراف فى الأزمنة السالفة ؛ أما الآن فهم كما ترى لا يجدون طاعة ولا سمعا ولا يملكون ضرا ولا نفعا .

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم) طلب إكرام فاسقهم وتوقيره واعتقاد أن ذنبه مغفور، وأن الله متجاوز عن سيئاته ولابد ولو بتوفيق الله إياه للتوبة النصوح قبل الموت قال تعالى :

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) .

وقال صلى اللهُ عليه وسلم : « يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِب إِنِّي سَأَلْتُ اللهَ لَكُمْ ثَلاثًا : أَنْ يُثَبِّتَ قَائِمَكُمْ، وَأَنْ يَهْدِيَ ضَالَّكُمْ . وَأَنْ يُعَلِّمَ جَاهِلَكُمْ » .

وقد تقدم قوله صلى الله عليه وسلم :

« إِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللهُ وَذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ » .

وغيره من الأحاديث الدالة على القطع لهم بالجنة من غير سابقة عذاب، فلا حاجة لإعادتها هنا .

وإنما طلب إكرام فاسقهم، لأن إكرامه ليس لفسقه وإنما هو لعنصره الطاهر ونسبه الزاهر ، وهذا موجود فى طالحهم كوجوده فى صالحهم ، وفسق أحدهم لا يخرجه عن بيت النبوة ، وهم بشر غير معصومين فلا يطرأ بذلك خلل فى نسبهم وإن كان يشين قدرهم الرفيع ، ويحيط بين الصالحين من رتبهم . قال المقريزى: حدثنى الشيخ الفاضل يعقوب بن يوسف القرشى المكناسى قال : أخبرنى أبو عبد الله محمد الفاسى قال: كنت أبغض بنى حسين أشراف المدينة النبوية لما كان يظهر لى من تعصبهم على أهل السنة فنمت مرة بالنهار بالمسجد النبوى تجاه القبر المقدس ، فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول لى يافلان باسمى مالى أراك تبغض أولادى ؟ فقلت حاشا لله يارسول الله ، ما أكرههم وإنما كرهت منهم ما رأيت من تعصبهم على أهل السنة، فقال لى : مسألة فقهية أليس الولد العاق يلحق بالنسب ؟ فقلت : بلى يارسول الله ، فقال : هذا ولد عاق ، فانتبهت وقد زال بغضى لهم ثم صرت لا ألقى منهم أحدا إلا بالغت فى إكرامه اهـ .

فانظر أيها الشريف إلى تسمية النبى صلى الله عليه وسلم المتعصب على أهل السنة ولدا عاقا ، وتذكر أن عقوق مطلق الوالدين من الكبائر ، فمابالك بعقوق جدك المصطفى صلى الله

عليه وسلم: قال العلامة ابن حجر فى خاتمة الفتاوى: من علت نسبته إلى آل البيت النبوى والسر العلوى لا يخرجه عن ذلك عظيم جنايته ولا عدم ديانته وصيانته ، ومن ثم قال بعض المحققين: ما مثال الشريف الزانى أو الشارب ، أو السارق مثلا إذا أقمنا عليه الحد إلا كأمير أو سلطان تلطخت رجلاه بقذر فغسله عنها بعض خدمته ، ولقد بر فى هذا المثال وحقق ، وليتأمل قول الناس فى أمثالهم: الولد العاق لا يحرم الميراث، نعم الكفر إن فرض وقوعه لأحد من أهل البيت والعياذ بالله هو الذى يقطع النسبة بين من وقع منه وبين مشرفه صلى الله عليه وسلم، وإنما قلت إن فرض لأننى أكاد أجزم أن حقيقة الكفر لا تقع ممن علم اتصال نسبه الصحيح بتلك البضعة الكريمة حاشاهم الله من ذلك ، وقد أحال بعضهم وقوع نحو الزنا واللواط ، ممن علم شرفه فما ظنك بالكفر؟ هذا كله فيمن علم شرفه كما تقرر ، وأما من يشك فى شرفه ، فإن ثبت نسبه بوجه شرعى وجب على كل أحد تعظيمه لما فيه من الشرف والانكار على ما فيه من الخلال التى تنكر شرعا ، لما تقرر أنه لا يلزم من الشرف عدم الفسق ، وإن لم يثبت نسبه شرعا وادعاه ولم يعلم كذبه تعين التوقف عن تكذيبه ، لأن الناس مأمونون على أنسابهم فليسلم له حاله ، ولا ينبغى للانسان أن يتحسى سما ، وهو قادر على السلامة ، وإذا كان المنسوبون لرجل صالح يتوقاهم الناس ويعظمونهم لأجل ذلك فما بالك بالمنسوبين إلى سيد الخلق كلهم صلى الله عليه وسلم وشرف وكرم ، وحشرنا فى زمرة محبيه ومحبى آله وأصحابه آمين انتهى وهو كلام فى غاية التحقيق، سوى أن قوله : أكاد أجزم أن حقيقة الكفر

لا تقع إلى آخره الأولى فيه حذف أكاد لما تقدم فى المقصد الأول من آية التطهير والأحاديث الواردة بالقطع لهم فى الجنة وعدم انقطاع نسبهم يوم القيامة فإنه يدل على عدم وقوع حقيقة الكفر منهم بيقين، وقوله وإن لم يثبت نسبه شرعا وادعاه الخ كلام حسن، وأحسن منه قول سيدى عبد الوهاب الشعرانى فى البحر المورود : واعلم يا أخي أن تعظيمنا للشريف الذى طعن فى صحة شرفه أوجه عند رسول الله صلى الله عليه وسلم من تعظيم من صح نسبه، لأن المحقق شرفه لاحيلة لأحد فى تعظيمه بخلاف غير المحقق الشرف إذا عظمناه على الرائحة فتأمل انتهى .

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم) اتصال نسبهم به صلى الله عليه وسلم يوم القيامة وانتفاعهم به، بخلاف سائر الأنساب فإنها تنقطع ولا ينتفع بها كما صرح به حديث « كل سبب ونسب ينقطع يوم القيامة إلا سببى ونسبى » وحديث :

« مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ : إِنَّ رَحِمَ رَسُولِ ٱللهِ صلى اللهُ عليه وسلم لا تَنْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، بَلَى إِنَّ رَحِمِى مَوْصُولَةٌ فى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، وَإِنِّى أَيُّهَا النَّاسُ فَرَطٌ لَكُمْ عَلَى الْحَوْضِ » وقوله تعالى : (لاَ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ) ونحوه مخصوص بغيرهم .

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم) أن وجودهم فى الأرض أمان لأهلها كما وردت به الأحاديث كقوله صلى الله عليه وسلم :

١٠١م

« النُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ السَّماء ، وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأَهْلِ الأَرْضِ وَفِي الأَرْضِ » وفى رواية : « أَمَانٌ لِأُمَّتِى » .

وقد تقدم شرح ذلك فى المقصد الأول . واتفق شرح الحديث على تفسير أهل البيت فى الحديث بالذرية ، وانفرد الترمذى فذهب إلى أن المراد منهم الأبدال وقد سبق الرد عليه فارجع إليه إن شئت .

قال العلامة ابن حجر : والحكمة فى اختصاص أولاد فاطمة بهذا الشرف دون أولاد سائر بناته صلى الله عليه وسلم مااختصت به رضى الله عنها من المزايا الكثيرة على أخواتها : منها ما ورد أن الله زوجها لعلى كرم الله وجهه فى السماء قبل أن يتزوجها فى الأرض . ومنها تميزها عليهن بأنها سيدة نساء أهل الجنة . ومنها تميزها عليهن بتسميتها بالزهراء إما لكونها لا تحيض من غير علة فكانت كنساء الجنة ، وإما لكونها على ألوان نساء الجنة أو لغير ذلك ، فهذه المذكورات ونحوها مما امتازت به من الفضائل لا يبعد أن يكون هو الحكمة فى بقاء نسلها فى العالم أمنا له من عموم الفتن : أخبر الصادق المصدوق صلى الله عليه وسلم بذلك بأنهم فى ذلك كالقرآن بقوله :

« إِنِّى تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ : كِتَابَ اللهِ ، وَعِتْرَتِى ، لَنْ تَضِلُّوا مَا اسْتَمْسَكْتُمْ بِهِمَا أَبَدًا » .

قال : وأما الشرف الناشىء عما فيهم من البضعة الكريمة فلا يختص بأولاد فاطمة فقد صرح المحققون بأنه لو عاش نسل

زينب من أبي العاص أو نسل رقية وأم كلثوم من عثمان رضى الله عنهم لكان لهم من الشرف والسيادة ما لنسل فاطمة رضى الله عنها .

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم) أنهم أول من يدخل الجنة . روى الثعلبي عن علي رضى الله عنه وكرم الله وجهه قال : شكوت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حسد الناس فقال لي :

« أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ رَابِعَ أَرْبَعَةٍ ، أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَنَا وَأَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَأَزْوَاجُنَا عَنْ أَيْمَانِنَا وَشَمَائِلِنَا وَذُرِّيَّتُنَا خَلْفَ أَزْوَاجِنَا » .

(ومن خصائصهم رضى الله عنهم) أنهم مع كونهم أولاد بنته فاطمة ، يسمون أبناءه وينسبون إليه صلى الله عليه وسلم نسبة صحيحة .

أخرج الطبراني قوله صلى الله عليه وسلم :

« إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِي صُلْبِهِ ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلْبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ » .

وقوله عليه الصلاة والسلام : « كُلُّ بَنِي أُمٍّ يَنْتَمُونَ إِلَى عَصَبَةٍ إِلَّا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَأَنَا وَلِيُّهُمْ وَأَنَا عَصَبَتُهُمْ » . قال في الإسعاف : هذه الخصوصية لأولاد فاطمة فقط

دون أولاد بقية بناته صلى الله عليه وسلم ، فلا يطلق عليه صلى الله عليه وسلم أنه أب لهم وأنهم بنوه كما يطلق ذلك فى أولاد فاطمة ، نعم يطلق عليهم أنهم من ذريته ونسله وعقبه انتهى .

وتقدم لك عن ابن حجر أنهم لو عاشوا لكان لهم من الشرف والسيادة ما لأولاد فاطمة من حيث البضعة الشريفة :

وعد الصبان من خصائصهم رضى الله عنهم : أن من صنع مع أحد منهم معروفا كافأه النبي صلى الله عليه وسلم يوم القيامة لقوله صلى الله عليه وسلم :

« مَنْ أَرَادَ التَّوَسُّلَ وَأَنْ يَكُونَ لَهُ عِنْدِي يَدٌ أَشْفَعُ لَهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلْيَصِلْ أَهْلَ بَيْتِي وَيُدْخِلِ السُّرُورَ عَلَيْهِمْ » .

قال : ومنها أن محبتهم تطول العمر وتبيض الوجه يوم القيامة ، وبضد ذلك بغضهم كما فى خبر أورده فى الصواعق أنه صلى الله عليه وسلم قال :

« مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُنْسَأَ » أى يؤخر « أَجَلُهُ وَأَنْ يُمَتَّعَ بِمَا خَوَّلَهُ فَلْيَخْلُفْنِي فِى أَهْلِي خِلَافَةً حَسَنَةً ، فَمَنْ لَمْ يَخْلُفْنِي فِيهِمْ بُتِرَ عُمْرُهُ ، وَوَرَدَ عَلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُسْوَدًّا وَجْهُهُ » اه .

وهذا المعنى يوجد فى أصحابه صلى الله عليه وسلم ، فإنا نرى مبغضيهم سود الوجوه فى الدنيا قبل الآخرة كما هو مشاهد لكل

٤٠٤

من فى قلبه إيمان والمراد من طول العمر حصول البركة فيه حتى تكثر حسنات صاحبه وتقل سيئاته فافهم .

فصـــــل

فى بعض فضائل الخمسة أهل العباء

أما سيدهم رسول الله صلى الله عليه وسلم :

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ
وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمِ

لم يصل إلى ماوصل إليه صلى الله عليه وسلم من الكمال والقرب من ذى الجلال نبى مرسل ، ولا ملك مقرب ، وقد صرح الأئمة الأعلام كالفخر الرازى وابن حجر وغيرهما بأن فضائل سائر الرسل والأنبياء لو اجتمعت فى واحد وقوبلت بفضائله صلى الله عليه وسلم لرجحت فضائله صلى الله عليه وسلم عليها ، فهو أفضلهم خصوصا وعموما ، وكما أنه صلى الله عليه وسلم أفضل الخلق على الإطلاق ، فشريعته أفضل الشرائع ، وأمته خير الأمم ، وآله خير الآل ، وأصحابه خير الأصحاب ، ويجب على كل مسلم مطالعة الكتب التى ألفت فى فضائله وأوصافه الشريفة صلى الله عليه وسلم ، كالشفاء والمواهب وكتب السير حتى يعرف منزلة نبيه صلى الله عليه وسلم ، وما خوله الله تعالى مما تعجز عن بيان حقيقته الألسنة والأقلام ، ولا يزيد إلا جدة على تقادم الليالى والأيام ، ومجمل القول فيه أنه خير خلق الله وليس فوقه إلا الله أماتنا الله على ملته وحشرنا فى زمرته بجاهه صلى الله عليه وسلم .

وقد حبب لى أن ذكر هنا كيفية الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم لسيدى العارف بالله محمد بن أبى الحسن البكرى الكبير رضى الله عنه لأنها من أبلغ الكيفيات وأجمع الصلوات : وقد اشتملت من صفاته الشريفة صلى الله عليه وسلم على أكمل الصفات وهى : اللهم صل وسلم على نورك الأسنى ، وسرك الأبهى ، وحبيبك الأعلى ، وصفيك الأزكى ، واسطة أهل الحب ، وقبلة أهل القرب ، روح المشاهد الملكوتية ، ولوح الأسرار القيومية ، ترجمان الأزل والأبد ، لسان الغيب الذى لايحيط به أحد ، صورة الحقيقة الفردانية ، وحقيقة الصورة المزينة بالأنوار الرحمانية ، إنسان الله المخصص بالعبارة عنه ، سر قابلية التهيؤ الإمكانى المتلقية منه ، أحمد من حمد وحمد عند ربه ، محمد الباطن والظاهر بتفعيل التكميل الذاتى فى مراتب قربه ، غاية طرفى الدورة النبوية المتصلة بالأول نظرا وإمدادا ، بداية نقطة الانفعال الوجودى إرشادا وإسعادا . أمين الله على سر الألوهية المطلسم ، وحفيظه على غيب اللاهوتية المكتم . من لاتدرك العقول الكاملة منه إلا مقدار ماتقوم عليها به حجته الباهرة ، ولا تعرف النفوس العرشية من حقيقته إلا مايتعرف لها به من لوامع أنواره الزاهرة ، منتهى همم القدسيين وقد بدوا مما فوق عالم الطبائع ، مرمى أبصار الموحدين وقد طمحت لمشاهدة السر الجامع ، من لاتجلى أشعة الله لقلب إلا من مرآة سره ، وهى النور المطلق ، ولاتتلى مزاميره على لسان إلا برنات ذكره وهو الوتر الشفعى المحقق ، المحكوم بالجهل على كل من ادعى معرفة الله مجردة فى نفس الأمر عن نفسه المحمدى ، الفرع الحدثانى المترعرع فى نمائه بما يمد به كل أصل أبدى ، جنى شجرة

القدم ، خلاصة نسختى الوجود والعدم ، عبد الله ونعم العبد الذى به كمال الكمال ، وعابد الله بالله بلا حلول ولا اتحاد ولا اتصال ولا انفصال ، الداعى إلى الله على صراط مستقيم ، نبى الأنبياء وممد الرسل ، عليه بالذات وعليهم منه أفضل الصلاة وأشرف التسليم ، ياألله يارحمن يارحيم ، اللهم صل وسلم على جمال التجليات الاختصاصية ، وجلال التدليات الاصطفائية ، الباطن بك فى غيابات العز الأكبر ، الظاهر بنورك فى مشارق المجد الأفخر ، عزيز الحضرة الصمدية ، وسلطان المملكة الأحدية ، عبدك من حيث أنت كما هو عبدك من حيث كافة أسمائك وصفاتك ، مستوى تجلى عظمتك وعلمك ورحمتك وحكمك فى جميع مخلوقاتك من كملت بنور قدسك مقلته فرأى ذاتك العلية جهارا ، وسترت عن كل أحد من خلقك فى باطنه لك أسرارا ، وفلقت بكلمة خصوصيته المحمدية بحار الجمع ، ومتعت منه بمعرفتك وجمالك وخطابك القلب والبصر والسمع وأخرت عن مقامه تأخيرا ذاتيا كل أحد ، وجعلته بحكم أحديتك وتر العدد ، لواء عزتك الخافق ، لسان حكمتك الناطق ، سيدنا محمد وعلى آله وصحبه ، وشيعته ووارثيه وحزبه ، ياألله يارحمن يارحيم . اللهم صل وسلم على دائرة الإحاطة العظمى ، ومركز محيط الفلك الأسمى ، عبدك المختص من علومك بما لم تهيئ له أحدا من عبادك ، سلطان ممالك العزة بك فى كافة بلادك ، بحر أنوارك الذى تلاطمت برياح التعين الصمدانى أمواجه ، قائد جيش النبوة الذى تسارعت بك إليك أفواجه ، خليفتك على كافة خليقتك ، أمينك على جميع بريتك ، من غاية المجد المجيد

فى الثناء عليه الاعتراف بالعجــز عن اكتناه صفاته ، ونهاية البليغ المبالغ أن لا يصل إلى مبالغ الحمد على مكارمه وهباته ، سيدنا وسيد كل من لك عليه سيادة ، محمدك الذى استوجب من الحمد بك لك إصداره وإيراده ، وعــلى آله الكرام ، وأصحابه العظام . وورائه الفخام . الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى سبعا : أى يكرر هذه الآية تالى الصلوات سبع مرات ثم يقول : سبحان ربك رب العزة عما يصفون ، وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين ، ويقرأ الفاتحة ، ويهديها لمنشىء هذه الصلوات ويقول : ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم . وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم ، وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى إخوانه من الأنبياء والمرسلين والحمد لله رب العالمين .

هذه الصلوات الشريفة تلقاها صاحبها القطب الكبير سيدى محمد البكرى رضى الله عنه من إملاء رسول الله صلى الله عليه وسلم كما صرح بذلك سيدى العارف بالله السيد مصطفى البكرى رضى الله عنه فى شرحه عليها والشيخ محمد البديرى القدسى فى ثبتة . وذكر له فضلا عظيما ، ومزايا جليلة ، ذكرتها فى كتابى « أفضل الصلوات على سيد السادات » فمن شاءها فليرجع إليه وهو كتاب نفيس فى بابه جامع لغرر صيغ الصلوات على النبى صلى الله عليه وسلم ، لا يستغنى عنه كل مسلم .

السيدة فاطمة الزهراء رضى الله عنها

روى الترمذى وغيره عن أسامة بن زيد رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :

« أَحَبُّ أَهْلِى إِلَىَّ فَاطِمَةُ » .

وروى الطبرانى عن أبى هريرة أن على بن أبى طالب رضى الله عنه قال : يارسول الله أينا أحب إليك أنا أم فاطمة ؟ قال « فَاطِمَةُ أَحَبُّ إِلَىَّ مِنْكَ ، وَأَنْتَ أَعَزُّ عَلَىَّ مِنْهَا » .

قال سيدى عبد الوهاب الشعرانى : فصرح صلى الله عليه وسلم بأن فاطمة أحب إليه من علىّ ، وأما كونه أعز فنحتاج إلى دليل هل هو أعلى من أحب أو دونه ؟ فتأمل اه .

وروى عن كثير من الصحابة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :

« إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ مِنْ بُطْنَانِ الْعَرْشِ : يَا أَهْلَ الْجَمْعِ ، نَكِّسُوا رُءُوسَكُمْ وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ حَتَّى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ عَلَى الصِّرَاطِ إِلَى الْجَنَّةِ » .

وعن أبى أيوب « فَتَمُرُّ مَعَ سَبْعِينَ أَلْفَ جَارِيَةٍ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ كَمَرِّ الْبَرْقِ » .

وروى ابن حبان عن عائشة رضى الله عنها قالت : مارأيت أحدا أشبه كلاما وحديثا برسول الله صلى الله عليه وسلم من فاطمة ، وكانت إذا دخلت قام إليها ورحب بها وأخذ بيدها وأجلسها فى مجلسه .

وروى الطبرانى بإسناد صحيح على شرط الشيخين . قالت

عائشة رضى الله عنها : ما رأيت أحدا قط أفضل من فاطمة غير أبيها .

وروى الطبرانى وغيره بإسناد حسن عن على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لفاطمة :

« إِنَّ اللهَ يَغْضَبُ لِغَضَبِكِ وَيَرْضَى لِرِضَاكِ » .

وفى الجامع الصغير « فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّى يَقْبِضُنِى مَا يَقْبِضُهَا وَيَبْسُطُنِى مَا يَبْسُطُهَا » .

وروى البخارى أنه صلى الله عليه وسلم قال :

« فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّى يُغْضِبُنِى مَا يُغْضِبُهَا » .

وفى رواية « فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِى » .

وروى ابن حبان وغيره عن أبى هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« إِنَّ مَلَكاً مِنَ السَّمَاءِ لَمْ يَكُنْ زَارَنِى فَاسْتَأْذَنَ رَبِّى فى زِيَارَتِى فَبَشَّرَنِى وَأَخْبَرَنِى أَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أُمَّتِى » .

وروى ابن عبد البر أنه صلى الله عليه وسلم قال لها :

« يَا بُنَيَّةُ أَلاَ تَرْضَيْنَ أَنَّكِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ؟ قَالَتْ يَا أَبَتِ فَأَيْنَ مَرْيَمُ ؟ قَالَ : تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا » .

وصرح بأفضليتها على سائر النساء حتى السيدة مريم كثير من العلماء المحققين منهم التقى السبكي والجلال السيوطي والبدر الزركشي والتقي المقريزي. وعبارة السبكي حين سئل عن ذلك: الذي نختاره وندين الله به أن فاطمة بنت محمد أفضل ، وسئل عن مثل ذلك ابن أبي داود فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

« فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي » .

ولا أعدل ببضعة رسول الله أحدا : وعبارة المناوي في شرح قوله صلى الله عليه وسلم:

« فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ » .

قال جمع من السلف والخلف : لانعدل ببضعة المصطفى صلى الله عليه وسلم أحدا ، قال البعض: وبه يعلم أن بقية أولاده صلى الله عليه وسلم كفاطمة رضى الله عنها انتهى: وقال الحافظ ابن حجر : يدل لتفضيل بناته على زوجاته خبر أبي يعلى عن عمر مرفوعا « تزوج حفصة خير من عثمان ، وتزوج عثمان خيرا من حفصة » .

وروى النسائي أنه صلى الله عليه وسلم قال :

« إِنَّ ابْنَتِي فَاطِمَةَ حُورَاءُ آدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمُثْ » .

قال الحافظ السيوطي في الخصائص : ومن خصائص ابنته فاطمة أنها كانت لاتحيض ، وكانت إذا ولدت طهرت من

نفاسها بعد ساعة حتى لانفوتها صلاة ولذلك سميت الزهراء ، ولما جاعت وضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده على صدرها فما جاعت بعد ، ولما احتضرت غسلت نفسها ، وأوصت أن لايكشفها أحد فدفنها على رضى الله عنه بغسلها ذلك انتهى .

وأما تسميتها بالبتول فقال الصبان : سميت بذلك لانقطاعها عن نساء زمانها فضلا ودينا ونسبا . والبتل فى اللغة : القطع ، قال : ومع كونها فى تلك المنزلة الرفيعة كانت رضى الله عنها فى غاية من ضيق العيش ، تنبيها للغافلين على أن الدنيا ليست مطمح نظر الكاملين .

روى أحمد « أن بلالا أبطأ عن صلاة الصبح فقال له النبى صلى الله عليه وسلم ماحبسك قال : مررت بفاطمة ، وهى تطحن والصبى يبكى فقلت : إن شئت كفيتك الرحا ، وإن شئت كفيتك الصبى ، فقالت أنا أرفق بابنى منك . فذاك الذى حبسنى عنك » .

وروى أحمد بسند جيد عن على أنه قال لفاطمة قد جاء أباك خدم كثير فاذهبى فاستخدميه ثم أتيا إليه جميعا ، فقالت فاطمة : يارسول الله لقد طحنت حتى كلت يدى ، وقد جاءك الله بسعة فأخدمنا : يعنى أعطنا خادما فقال :

« وَاللهِ لَا أُعْطِيكِ وَأَدَعُ أَهْلَ الصُّفَّةِ تُطْوَى بُطُونُهُمْ مِنَ الْجُوعِ ، ثُمَّ قال : أَلَا أُخْبِرُكُمَا بِخَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَانِى ؟ فقالا بلى ، قال : كَلِمَاتٌ عَلَّمَنِيهِنَّ جِبْرِيلُ : إِذَا

أَتَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا فَاقْرَآ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ» اهـ.

وقد زوجها صلى الله عليه وسلم لعلى رضى الله عنه بأمر الله تعالى فى السنة الثانية من الهجرة . عقد عليها فى المحرم على بعض الروايات ، ودخل بها فى ذى الحجة ، وهى ابنة خمس عشرة سنة ؛ وهو ابن إحدى وعشرين سنة ، ولم يتزوج عليها حتى ماتت ودعا لها صلى الله عليه وسلم ليلة الدخول بقوله :

« اللَّهُمَّ إِنِّى أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ » .

ودعا بمثله لعلى رضى الله عنه ، ولهما بقوله أيضا :

« جَمَعَ اللهُ شَمْلَكُمَا » .

فجعل الله نسلهما مفاتيح الرحمة ، ومعادن الحكمة . وأمن الأمة ، وبقوله صلى الله عليه وسلم مخاطبا لها :

« بَارَكَ اللهُ لَكُمَا ، وَبَارَكَ فِيكُمَا ، وَأَعَزَّ جَدَّكُمَا ، وَأَخْرَجَ مِنْكُمَا الْكَثِيرَ الطَّيِّبَ » .

قال أنس رضى الله عنه : فوالله لقد أخرج منهما الكثير الطيب ، وهذه خطبته عليه الصلاة والسلام حين عقد النكاح بعد أن دعا أجلاء الصحابة من المهاجرين والأنصار ، فلما اجتمعوا لديه وأخذوا مجالسهم وكان على رضى الله عنه غائبا قال صلى الله عليه وسلم :

١٣

« الحَمْدُ للهِ المَحْمُودِ بِنِعْمَتِهِ، المَعْبُودِ بِقُدْرَتِه، المُطَاعِ بِسُلْطَانِه، المَرْهُوبِ مِنْ عَذَابِهِ وَسَطْوَتِهِ، النَّافِذ أَمْرُهُ فِى سَمَائِهِ وَأَرْضِهِ، الَّذِى خَلَقَ الخَلْقَ بِقُدْرَتِهِ، وَمَيَّزَهُمْ بِأَحْكَامِهِ، وَأَعَزَّهُمْ بِدِينِهِ، وَأَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صلى اللهُ عليه وسلمَ. إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَتْ عَظَمَتُهُ جَعَلَ المُصَاهَرَةَ سَبَبًا لَاحِقًا وَأَمْرًا مُفْتَرَضًا، أَوْشَجَ بِهِ الأَرْحَامَ، وَأَلْزَمَ بِهِ الأَنَامَ، فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ: وَهُوَ الَّذِى خَلَقَ مِنَ المَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا فَأَمْرُ اللهِ يَجْرِى إِلَى قَضَائِهِ وَقَضَاؤُهُ يَجْرِى إِلَى قَدَرِهِ وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِكُلِّ قَدَرٍ أَجَلٌ وَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الكِتَابِ

ثُمَّ إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَنِى أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِىِّ ابْنِ أَبِى طَالِبٍ فَاشْهَدُوا أَنِّى قَدْ زَوَّجْتُهُ إِيَّاهَا عَلَى أَرْبَعِمَائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ إِنْ رَضِىَ بِذَلِكَ ».

ثم دخل على رضى الله عنه فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم فى وجهه وقال :

« إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنِى أَنْ أُزَوِّجَكَ فَاطِمَةَ عَلَى أَرْبَعِمَائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ أَرَضِيتَ بِذَلِكَ ؟ ».

فخطب خطبة وقال : رضيت بذلك يارسول الله . ولم يتزوج عليها رضي الله عنها حتى ماتت ، ولما خطب جويرية بنت أبي جهل

قام صلى الله عليه وسلم على المنبر وقال :

« إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلاَ آذَنُ لَهُمْ ، ثُمَّ لاَ آذَنُ لَهُمْ إِلاَّ أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ ، إِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا ، وَاللهِ لاَ تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَبَدًا » .

فترك علي الخطبة . قال أبو داود : حرم الله على علي رضي الله عنه أن ينكح على فاطمة رضي الله عنها مدة حياتها ، توفيت رضي الله عنها بعد أبيها صلى الله عليه وسلم بستة أشهر ليلة الثلاثاء لثلاث خلون من رمضان سنة إحدى عشرة .

١٥م

أبو الحسنين أمير المؤمنين على بن أبى طالب

رضى الله عنه

قال الحافظ ابن حجر: هو أول الناس إسلاما فى قول الكثير من أهل العلم: ولد قبل البعثة بعشر سنين على الصحيح فربى فى حجر النبى صلى الله عليه وسلم ولم يفارقه، وشهد معه المشاهد كلها إلا غزوة تبوك فقال له بسبب تأخيره له بالمدينة:

« أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّى بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى » .

وزوّجه ابنته فاطمة، وكان اللواء بيده فى أكثر المشاهد، ولما آخى النبى صلى الله عليه وسلم بين أصحابه قال له:

« أَنْتَ أَخِى » .

ومناقبه كثيرة حتى قال الإمام أحمد: لم ينقل لأحد من الصحابة ما نقل لعلى: وقال غيره: وكان سبب ذلك تنقيص بنى أمية له، فكان كل من كان عنده علم من شىء من مناقبه من الصحابة يثبته، وكلما أرادوا إخماده وهددوا من حدث بمناقبه لا تزداد إلا انتشارا، وقد ولد له الرافضة مناقب موضوعة هو غنى عنها. وتتبع النسائى ما خص به من دون الصحابة فجمع من ذلك شيئا كثيرا أسانيد أكثرها جياد.

وأخرج الشيخان فى صحيحهما أنه صلى الله عليه وسلم قال يوم خيبر:

« لَأَدْفَعَنَّ الرَّايَةَ غَدًا إلى رَجُلٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُه ، يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ » .

فلما أصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم غدوا وكل واحد منهم يرجو أن يعطاها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ؟ » .

فقالوا : هو يشتكي عينيه ، فأتى به فبصق فى عينيه فدعا له خيرا فأعطاه الراية . وعن عمر رضى الله عنه : ماأحببت الإمارة إلا ذلك اليوم ، وروى عبد الله بن أحمد بن حنبل من حديث جابر أن النبى صلى الله عليه وسلم لما دفع الراية لعلى يوم خيبر أسرع فجعلوا يقولون له ارفق حتى انتهى إلى الحصن فاجتذب بابه فألقاه على الأرض ، ثم اجتمع عليه سبعون رجلا ، حتى أعادوه . وبعثه صلى الله عليه وسلم ليقرأ سورة براءة على قريش وقال «لايَذْهَبُ إلاّ رَجُلٌ مِنِّى وَأَنَا مِنْهُ» وقال لبنى عمه

« أَيُّكُمْ يُوَالِينِي فى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ؟ »

فأبوا فقال على : أنا ، فقال صلى الله عليه وسلم :

« إنَّهُ وَلِيِّ فى الدُّنيا وَالآخِرَةِ » .

وعن عمران بن حصين رضى الله عنه أنه صلى الله عليه وسلم قال «مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ إنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي » .

ونقل الحافظ ابن حجر فى الإصابة عن مسند أحمد بن حنبل

بسند جيد عن على رضى الله عنه قيل :

« يَا رَسُولَ الله : مَنْ نُؤَمِّرُ بعدك ؟ قال إنْ تُؤَمِّرُوا أَبَا بَكْرٍ تَجِدُوهُ أَمِينًا زَاهِدًا فى الدُّنْيَا رَاغِبًا فى الآخِرَةِ ، وَإِنْ تُؤَمِّرُوا عُمَرَ تَجِدُوهُ قَوِيًّا أَمِينًا لَا يَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ ، وَإِنْ تُؤَمِّرُوا عَلِيًّا وَمَا أَرَاكُمْ فَاعِلِينَ تَجِدُوهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا يَأْخُذُ بِكُمُ الطَّرِيقَ الْمُسْتَقِيمَ » .

وعن ابن عباس قال قال لى على : يا ابن عباس إذا صليت العشاء الآخرة فالحق إلى الجبانة قال : فصليت ولحقته وكانت ليلة مقمرة قال فقال لى : ماتفسير الألف من الحمد ؟ قلت : لاأعلم ، فتكلم فى تفسيرها ساعة تامة ، ثم قال : ماتفسير اللام من الحمد؟ قلت : لاأعلم فتكلم فيها ساعة تامة ثم قال : ماتفسير الحاء من الحمد ؟ قال : قلت لاأعلم ، فتكلم فيها ساعة تامة ، ثم قال ماتفسير الميم من الحمد ؟ قال قلت لاأعلم قال فتكلم فى تفسيرها ساعة تامة ، قال : فما تفسير الدال من الحمد ؟ قال قلت لاأدرى ، فتكلم فيها إلى أن بزغ عمود الفجر قال : وقال لى قم ياابن عباس إلى منزلك فتأهب لفرضك فقمت ، وقد وعيت ماقال ثم تفكرت فإذا علمى بالقرآن فى علم على ، كالقرارة فى المثعنجر قال : القرارة : الغدير الصغير والمثعنجر : البحر ، وقال ابن عباس : علم رسول الله من علم الله ، وعلم على من علم رسول الله وعلمى من علم على ، وما علمى وعلم أصحاب محمد فى علم على إلا كقطرة فى سبعة أبحر .

فانظر كيف تفاوت الخلق فى العلوم والفهوم : ويقال إن عبد الله بن عباس أكثر البكاء على على حتى ذهب بصره قال أبو الطفيل: شهدت عليا يخطب وهو يقول : سلونى فوالله لاتسألونى عن شىء إلا أخبرتكم به سلونى عن كتاب الله فوالله مامن آية إلاوأنا أعلم أبليل نزلت أم بنهار أم فى سهل أم فى جبل، ولو شئت أوقرت سبعين بعيرا من تفسير فاتحة الكتاب . وقال ابن عباس : لقد أعطى على تسعة أعشار العلم ، وايم الله لقد شاركهم فى العشر العاشر ، وكان معاوية يكتب فيما ينزل به فيسأل على بن أبى طالب ، فلما بلغه قتله قال : لقد ذهب الفقه والعلم بموت ابن أبى طالب ، وكان عمر يتعوذ من معضلة ليس لها أبو الحسن ، وسئل عطاء أكان فى أصحاب محمد أحد أعلم من على ؟ قال : لا والله ماأعلمه . وقال معاوية يوما لضرار الصدائى أحد أصحاب على صف لى عليا قال : اعفنى ياأمير المؤمنين قال : لتصفنه، قال أما إذلابد من وصفه : فكان، والله، بعيد المدى شديد القوى ، يقول فصلا ويحكم عدلا ، يتفجر العلم من جوانبه ، وتنطق الحكمة من نواحيه ، يستوحش من الدنيا وزهرتها ، ويأنس بالليل ووحشته ، وكان غزير العبرة طويل الفكرة ، يعجبه من اللباس ماقصر ، ومن الطعام ماخشن ، كان فينا كأحدنا ، يجيبنا إذا سألناه ، وينبئنا إذا استنبأناه ونحن والله مع تقريبه إيانا وقربه منا لانكاد نكلمه هيبة له يعظم أهل الدين ويقرب المساكين ، لايطمع القوى فى باطله ، ولاييأس الضعيف من عدله ، وأشهد بالله لقد رأيته فى بعض مواقفه وقد أرخى الليل سدوله قابضا على لحيته يتململ تململ السليم ، ويبكى بكاء

الحزين ويقول : يادنيا غرى غيرى إلىّ تعرضت أم إلىّ تشوفت هيهات قد أبنتك ثلاثا لارجعة فيها ، فعمرك قصير ، وخطرك قليل . آه من قلة الزاد ، وبعد السفر ، ووحشة الطريق . فبكى معاوية وقال : رحم الله أبا الحسن كان والله كذلك ، فكيف حزنك عليه ياضرار ؟ قال : حزنى حزن من ذبح ولدها على حجرها . وسيأتى تخصيصه أيضا بذكر نبذة أخرى من فضائله مع الخلفاء الراشدين فى خاتمة هذا الكتاب إظهارا للمزيتين وإيفاء بحق الفضيلتين .

أبو محمد الحسن أمير المؤمنين سبط رسول الله صلى الله عليه وسلم وريحانته رضى الله عنه

هو آخر الخلفاء الراشدين بنص الحديث . ولد رضى الله عنه فى نصف شهر رمضان سنة ثلاث من الهجرة ، سماه النبى صلى الله عليه وسلم الحسن ، وعق عنه يوم سابعه ، وحلق شعره ، وأمر أن يتصدق بزنة شعره فضة قال أبو أحمد العسكرى : سماه النبى صلى الله عليه وسلم الحسن وكناه أبا محمد ولم يكن يعرف هذا الاسم فى الجاهلية .

روى عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم حامل الحسن على عاتقه فقال رجل نعم المركب ركبت ياغلام فقال النبى صلى الله عليه وسلم :

« وَنِعْمَ الرَّاكِبُ » .

وعن البراء بن عازب قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعا الحسن بن على على عاتقه وهو يقول :

« اللّهُمّ إنّى أحِبُّهُ فأحِبّهُ ».

وفى البخارى عن أبى بكرة : رأيت النبى صلى الله عليه وسلم على المنبر والحسن بن على معه وهو يقبل على الناس مرة وعليه مرة ويقول :

« إنَّ ابْنِى هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ »

وعن أبى بكرة أيضا : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بالناس . وكان الحسن بن على يثب على ظهره إذا سجد يفعل ذلك غير مرة قالوا إنك لتفعل بهذا شيئا مارأيناك تفعله بأحد ؟ قال :

« إنَّ ابْنِى هٰذَا سَيِّدٌ وَسَيُصْلِحُ اللهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ » .

وعن عبدالله بن الزبير قال : أشبه أهل النبى صلى الله عليه وسلم به وأحبهم إليه الحسن ، رأيته يجىء ، وهو ساجد ، فيركب رقبته أو قال ظهره ، فما ينزله حتى يكون هو الذى ينزل ، وقد رأيته وهو راكع يفرج له بين رجليه ، حتى يخرج من الجانب الآخر . وفى البخارى عن أبى مليكة عن عقبة ابن الحارث قال : صلى بنا أبو بكر العصر ثم خرج ، فرأى الحسن بن علىّ يلعب ، فأخذه فحمله على عنقه وهو يقول : بأبى شبيه بالنبى ، ليس شبيها بعلى ، وعلى يضحك : وكانت فاطمة رضى الله عنها تهز الحسن وتقول : بمثل ذلك : وعن زهير بن الأرقم قال : قام الحسن بن على يخطب فقام رجل من

أزد شنوءة فقال : أشهد لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعه على حبوته وهو يقول :

« مَنْ أَحَبَّنِى فَلْيُحِبَّهُ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ » .

ولولا كرامة النبي صلى الله عليه وسلم ماحدثت به أحدا .

وعن أبى هريرة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

« اللَّهُمَّ إِنِّى أُحِبُّهُ وَأُحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُ » .

فما كان أحد أحب إلىّ من الحسن بعد أن قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماقال . وعنه رضى الله عنه قال : مارأيت الحسن بن على قط إلافاضت عيناى دموعا ، وذلك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج يوما وأنا فى المسجد وأخذ بيدى واتكأ على ، حتى جئنا سوق قينقاع فنظر فيه ، ثم رجع حتى جلس فى المسجد ، ثم قال ادع ابنى فأتى الحسن بن على يشتد حتى وقع فى حجره فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يفتح فمه أى الحسن ثم يدخل فمه فى فمه ويقول :

« اللَّهُمَّ إِنِّى أُحِبُّهُ وَأُحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ » .

قيل إنه رضى الله عنه حج عشر حجات ماشيا وكان يقول : إنى لأستحى من ربى أن ألقاه ولم أمش إلى بيته . وقاسم الله تعالى ماله ثلاث مرات ، فكان يترك نعلا ويأخذ نعلا ، وخرج من ماله كله مرتين ، وتحقق فيه قوله صلى الله عليه وسلم « إن ابنى هذا سيد » الحديث ، فانه لما ولى الخلافة بعد قتل أبيه بايعه أكثر من أربعين ألفا كانوا بايعوا أباه على الموت ،

وكانوا أطوع للحسن وأحب له ، وبقى خليفة نحو سبعة أشهر في العراق وخراسان واليمن والحجاز وغير ذلك . ثم سلم الأمر إلى معاوية بدون حرب وهو العزيز خوفا من إراقة دماء المسلمين ، فلما بايعه خطب الناس قبل دخول معاوية الكوفة فقال : أيها الناس إنما نحن أمراؤكم وضيفانكم ونحن أهل بيت نبيكم الذين أذهب الله عنهم الرجس ، وطهرهم تطهيرا وكرر ذلك حتى مابقى إلا من بكى حتى سمع نشيجه ، ولما دخل معاوية الكوفة قال له : قم ياحسن فكلم الناس فيما جرى بيننا فقام الحسن في أمرلم يترو فيه فحمد الله وأثنى عليه ثم قال في بديهته : أما بعد : أيها الناس فإن الله هداكم بأولنا وحقن دماءكم بآخرنا ، ألا إن أكيس الكيس التقى وإن أعجز العجز الفجور . وإن هذا الأمر الذى اختلفت أنا ومعاوية فيه إما أن يكون أحق به منى وإما أن يكون حق تركته لله عز وجل ولإصلاح أمة محمد صلى الله عليه وسلم وحقن دمائكم . ثم التفت إلى معاوية وقال : (وإن أدرى لعله فتنة لكم ومتاع إلى حين) قال العلامة الصبان : ولما نزل عنها أى الخلافة ابتغاء وجه الله تعالى عوضه الله وأهل بيته عنها بالخلافة الباطنية ، حتى ذهب قوم أن قطب الأولياء في كل زمان لايكون إلا من أهل البيت ، وممن قال يكون من غيرهم الأستاذ أبو العباس المرسى كما نقله عنه تلميذه التاج ابن عطاء الله : وهل أول الأقطاب الحسن أو أول من تلقى القطبانية من المصطفى صلى الله عليه وسلم فاطمة الزهراء مدة حياتها ، ثم انتقلت منها إلى أبى بكر ، ثم عمر ، ثم عثمان ، ثم على ، ثم الحسن ؟ ذهب إلى الأول أبو العباس المرسى ، وإلى الثانى أبو المواهب التونسى كما فى طبقات المناوى :

ورأيت فى شرح المناوى الكبير على الجامع الصغير مانصه : قال الحرالى: سلسة أهل الطريق تنتهى من كل وجه من جهة المشايخ والمريدين إلى أهل البيت ، فجهات طرق المشايخ ترجع عامتها إلى تاج العارفين أبى القاسم الجنيد ، وبداية أبى القاسم أخذهامن خاله السرى، والسرى ائتم بمعروف. وكان معروف مولى على بن موسى الرضى : وهو عن آبائه رضى الله تعالى عنهم ، فرجع الكل إلى على كرم الله وجهه : (أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ) اه .

ثم ذكر من كلامه رضى الله عنه : المروءة العفاف ، وإصلاح الحال ، الإخاء المواساة فى الشدة والرخاء ، الغنيمة الباردة الرغبة فى التقوى . وكان يقول لبنيه وبنى أخيه: تعلموا العلم فان لم تستطيعوا حفظه فاكتبوه وضعوه فى بيوتكم . ولما احتضر قال لأخيه الحسين رضى الله عنه : ياأخى أوصيك أن لاتطلب الخلافة فإنى والله ماأرى أن يجمع الله فينا النبوة والخلافة ، فإياك أن يستخفك سفهاء الكوفة ويخرجوك فتندم حيث لا ينفعك الندم . وأخرج ابن سعد عن سعيد بن عبدالرحمن عن أبيه قال: تفاخر قوم من قريش فذكر كل رجل ماعنده، فقال معاوية للحسن بن على رضى الله عنهما: مايمنعك من القول ؟ فما أنت بكليل اللسان ، فقال : ماذكروا مكرمة ولافضيلة إلا ولى محضها ولبابها، فنيم الكلام وقد سبقت مبرزا.

وفى المسامرات للشيخ الأكبر قال معاوية يوما وعنده أشراف الناس من قريش وغيرهم : أخبرونى بأكرم الناس أبا وأما وعما وعمة وخالا وخالة وجدا وجدة ، فقام مالك بن

عجلان وأومأ إلى الحسن عليه السلام فقال: هاهو ذا أبوه على بن أبى طالب وأمه فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وجدته خديجة بنت خويلد ، وجده رسول الله صلى الله عليه وسلم وعمه جعفر الطيار فى الجنة ، وعمته أم هانئ بنت أبى طالب ، وأخواله وخالاته أولاد النبى صلى الله عليه وسلم، فسكت القوم ونهض الحسن ، فقام رجل من بنى سهم وقال أنت أمرت ابن عجلان على مقالته ؟ فقال ابن عجلان : ماقلت إلا حقا ، وما أحد من الناس يطلب مرضاة مخلوق بمعصية الخالق إلا لم يعط أمنيته فى دنياه ، وختم له بالشقاء فى آخرته بنوهاشم أنضركم عودا وأوراكم زندا كذلك يامعاوية ؟ فقال معاوية : اللهم نعم . توفى الحسن رضى الله عنه مسموما سنة خمسين على أحد الأقوال، ودفن فى البقيع رضى الله عنه .

(فائدة) : قال الحافظ السيوطى فى تاريخ الخلفاء : أخرج البيهقى ، وابن عساكر من طريق أبى المنذر هشام بن محمد عن أبيه قال : أضاق الحسن بن على وكان عطاؤه فى كل سنة مائة ألف ، فحبسها عنـــه معاوية فى إحدى السنين فأضاق إضاقة شديدة، قال: فدعوت بدواة لأكتب إلى معاوية لأذكره نفسى ثم أمسكت ، فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى المنام ، فقال : كيف أنت ياحسن ؟ فقلت : بخير ياأبت . وشكوت إليه تأخر المال عنى ، فقال أدعوت بدواة لتكتب إلى مخلوق مثلك تذكره ذلك ؟ فقلت : نعم يارسول الله، فكيف أصنع ؟ فقال : قل اللهم اقذف فى قلبى رجاءك ، واقطع رجائى عمن

سواك حتى لاأرجو أحدا غيرك ، اللهم وما ضعفت عنه قوتى وقصر عنه عملى ، ولم تنته إليه رغبتى ، ولم تبلغه مسألتى ، ولم يجر على لسانى مما أعطيت أحدا من الأولين والآخرين من اليقين فخصنى به يارب العالمين قال فوالله ما ألححت به أسبوعا ، حتى بعث إلى معاوية بألف ألف وخمسمائة ألف فقلت : الحمد لله الذى لاينسى من ذكره ، ولا يخيب من دعاه . فرأيت النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام فقال : ياحسن كيف أنت؟ فقلت : بخير يارسول الله ، وحدثته بحديثى فقال : يابنى هكذا من رجا الخالق ولم يرج المخلوق .

أبو عبد الله الحسين سبط رسول الله صلى الله عليه وسلم وريحانته رضى الله عنه

ولد فى شعبان سنة أربع من الهجرة . قال جعفر بن محمد : لم يكن بين الحمل بالحسين بعد ولادة الحسن إلا طهر واحد ، وقيل خمسون ليلة ، وحنكه صلى الله عليه وسلم بريقه ، وأذن فى أذنه وتفل فى فمه ودعا له ، وسماه حسينا يوم السابع ، وعق عنه . كان شجاعا مقداما من حين كان طفلا قاله فى الإسعاف .

وذكر فى فضله جملة أحاديث منها قوله صلى الله عليه وسلم :

« حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ ، اللَّهُمَّ أَحِبَّ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا ، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الأَسْبَاطِ » .

وقوله عليه الصلاة والسلام « مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ » وفى لفظ « إِلَى سَيِّدِ شَبَابِ

أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ».

وعن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم جلس في المسجد فقال :

« أَيْنَ لُكَعُ ، فَجَاءَ الْحُسَيْنُ يَمْشِي حَتَّى سَقَطَ فِي حِجْرِهِ فَجَعَلَ أَصَابِعَهُ فِي لِحْيَةِ رَسُولِ اللهِ صلى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ، فَفَتَحَ صلى اللهُ عليه وسلَّم فَمَهُ أَي الْحُسَيْنَ فَأَدْخَلَ فَاهُ فِي فِيهِ ثُمَّ قَالَ : اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ ».

وعنه أيضا قال : « رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمتص لعاب الحسين كما يمتص الرجل التمرة » وعنه أيضا : كان الحسين أشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم . وكان ابن عمر جالسا في ظل الكعبة إذ رأى الحسين مقبلا فقال : هذا أحب أهل الأرض إلى أهل السماء اليوم .

وحج رضي الله عنه خمسا وعشرين حجة ماشيا، وكان فاضلا كثير الصوم ، والصلاة والحج والصدقة ، وأفعال الخير جميعها قاله ابن الأثير وغيره . قالوا : وكان رضي الله عنه كارها لما فعله أخوه من تسليم الأمر إلى معاوية فقال له : أنشدك الله أن تصدق أحدوثة معاوية وتكذب أحدوثة أبيك ، فقال له الحسن : اسكت أنا أعلم بهذا الأمر منك. قال الحافظ ابن حجر العسقلاني في الإصابة : كانت إقامة الحسين بالمدينة إلى أن خرج مع أبيه إلى الكوفة ، فشهد معه الجمل ، ثم صفين ، ثم قتال

الخوارج ، وبقي معه إلى أن قتل ، ثم مع أخيه إلى أن سلم الأمر لمعاوية ، فتحول مع أخيه إلى المدينة واستمر بها إلى أن مات معاوية فخرج إلى مكة ثم أتته كتب أهل العراق بأنهم بايعوه بعد موت معاوية فأرسل إليهم ابن عمه مسلم بن عقيل بن أبي طالب ، فأخذ بيعتهم ، وأرسل إليه فتوجه فكان من قضية قتله ما كان . قال عمار بن معاوية الذهبي : قلت لأبي جعفر محمد ابن علي بن الحسين : حدثني عن مقتل الحسين ، حتى كأني أحضره ؟ قال : مات معاوية والوليد بن عقبة بن أبي سفيان على المدينة ، فأرسل إلى الحسين بن علي ليأخذ بيعته لياته ، فقال أخرني وارفق بي فخرج إلى مكة ، فأتاه رسل أهل الكوفة : إنا قد حبسنا أنفسنا عليك ، ولسنا نحضر الجمعة مع الوالى فاقدم علينا : قال : وكان النعمان بن بشير الأنصارى على الكوفة ، فبعث الحسين بن على إليهم مسلم بن عقيل فقال : سر إلى الكوفة فانظر ما كتبوا به إلي ، فان كان حقا قدمت إليهم ، فخرج مسلم حتى أتى المدينة ، فأخذ منها دليلين ، فمرا به فى البرية فأصابهم عطش ، فمات أحد الدليلين فقدم مسلم الكوفة فنزل على رجل يقال له عوسجة ، فلما علم أهل الكوفة بقدومه دبوا إليه فبايعه منهم اثنا عشر ألفا فقام رجل ممن يهوى يزيد بن معاوية إلى النعمان بن بشير فقال : إنك ضعيف ، أومستضعف قد فسد البلد فقال له النعمان : لئن أكن ضعيفا فى طاعة الله أحب إليّ من أن أكون قويا فى معصيته ، ما كنت لأهتك سترا فكتب الرجل بذلك إلى يزيد فدعا يزيد مولى له يقال له سرحون فاستشاره فقال له : ليس للكوفة إلا عبيد الله بن زياد وكان يزيد ساخطا على عبيد الله وكان همّ بعزله عن البصرة فكتب إليه برضاه عنه ، وأنه قد أضاف إليه الكوفة ،

وأمره أن يطلب مسلم بن عقيل فإن ظفر به قتله ، فأقبل عبيد الله ابن زياد فى وجوه أهل البصرة حتى قدم الكوفة متلثما ، فلا يمر على أحد فيسلم عليه إلا قال له أهل المجلس : عليك السلام يابن رسول الله ، يظنونه الحسين بن علىّ قدم عليهم ، فلما نزل عبيد الله القصر دعا مولى له ، فدفع إليه ثلاثة آلاف درهم فقال اذهب ، حتى تسأل عن الرجل الذى يبايعه أهل الكوفة فادخل عليه وأعلمه أنك من حمص وادفع إليه المال وبايعه فلم يزل المولى يتلطف حتى دلوه على شيخ يلى البيعة ، فذكر له أمره فقال : لقد سرنى أن هداك الله وساءنى أن أمرنا لم يستحكم ثم أدخله على مسلم بن عقيل ، فبايعه ودفع له المال ، وخرج حتى أتى عبيد الله ، فأخبره وتحول مسلم حين قدم عبيد الله من تلك الدار إلى دار أخرى ، فأقام عند هانئ بن عروة المرادى وكان عبيد الله قال لأهل الكوفة ما بال هانئ بن عروة لم يأتنى فخرج إليه محمد بن الأشعث فى أناس من وجوه أهل الكوفة ، وهو على باب داره فقالوا له إن الأمير ذكرك واستبطأك فانطلق إليه فركب معهم ، حتى دخل على عبيد الله بن زياد وعنده شريح القاضى ، فلما سلم عليه قال له ياهانئ : أين مسلم بن عقيل؟ فقال لاأدرى فأخرج إليه المولى الذى دفع الدراهم إلى مسلم ، فلما رآه سقط فى يده وقال : أيها الأمير والله مادعوته إلى منزلى ولكنه جاء فطرح نفسه علىّ فقال : ائتنى به وتلكأ فاستدناه ، فأدنوه منه فضربه بالقضيب ، وأمر بحبسه فبلغ الخبر قومه ، فاجتمعوا على باب القصر ، فسمع عبيد الله الجلبة فقال لشريح القاضى اخرج إليهم فأعلمهم أنى إنما حبسته لأستخبره عن خبر مسلم ولا

بأس عليه ، فبلغهم ذلك فتفرقوا ونادى مسلم بن عقيل لما بلغه الخبر بشعاره ، فاجتمع إليه أربعون ألفا من أهل الكوفة فركب وبعث عبيد الله إلى وجوه أهل الكوفة ، فجمعهم عنده فى القصر ، فأمر كل واحد منهم أن يشرف على عشيرته ، فيردهم فكلموهم ، فجعلوا يتسللون فأمسى مسلم وليس عنده إلا عدد قليل منهم ، فلما اختلط الظلام ذهب أولئك أيضا فلما بقى وحده تردد فى الطرق بالليل فأتى باب امرأة فقال لها اسقينى ماء فسقته فاستمر قائما فقالت : ياعبد الله إنك مرتاب فما شأنك ؟ قال : أنا مسلم بن عقيل فهل عندك مأوى ؟ قالت : نعم ادخل فدخل وكان لها ولد من موالى محمد بن الأشعث فانطلق إلى محمد ابن الأشعث فأخبره ، فلم يفجأ مسلما إلا الدار قد أحيط بها ، فلما رأى ذلك خرج بسيفه يدفع عن نفسه ، فأعطاه محمد ابن الأشعث الأمان فأمكن من يده فأتى به عبيد الله ، فأمر به فأصعد إلى القصر ثم قتله ، وقتل هانئ بن عروة وصلبهما ، فقال شاعرهم فى ذلك أبياتا منها :

وَإِنْ كُنْتِ لَاتَدْرِينَ مَا الْمَوْتُ فَانْظُرِى
إِلَى هَانِئٍ فِي السُّوقِ وَابْنِ عَقِيلِ

ولم يبلغ الحسين ذلك حتى كان بينه وبين القادسية ثلاثة أميال فلقيه الحر بن يزيد التميمى ، فقال له : ارجع فإنى لم أدع لك خلفى خيرا ، وأخبره الخبر فهم أن يرجع ، وكان معه إخوة مسلم فقالوا : والله لانرجع ، حتى نصيب بثأرنا أو نقتل ، فساروا وكان عبيدالله قد جهز الجيش لملاقاته ، فوافوه بكربلاء فنزلها ومعه خمسة وأربعون نفسا من الفرسان ونحو مائة راجل ، فلقيه الجيش وأميرهم عمرو بن سعد بن أبى وقاص ، وكان

عبيد الله ولاه الرى وكتب له بعهده عليها إذا رجع من حرب الحسين ، فلما التقيا قال له الحسين : اخترمنى إحدى ثلاث : إما أن ألحق بثغر من الثغور ، وإما أن أرجع إلى المدينة ، وإما أن أضع يدى فى يد يزيد بن معاوية فقبل ذلك عمرو وكتب به إلى عبيد الله فكتب إليه لا أقبل منه حتى يضع يده فى يدى فامتنع الحسين ، فقاتلوه فقتل أصحابه وفيهم سبعة عشر شابا من أهل بيته ، ثم كان آخر ذلك أن قتل وأتى برأسه إلى عبيد الله فأرسله ومن بقى من أهل بيته إلى يزيد ، ومنهم على بن الحسين كان مريضا ومنهم عمته زينب ، فلما قدموا على يزيد أدخلهم إلى عياله ، ثم جهزهم إلى المدينة . قال الحافظ ابن حجر بعد أن ساق هذه القصة قلت : وقد صنف جماعة من القدماء فى مقتل الحسين تصانيف فيها الغث والسمين والصحيح والسقيم وفى هذه القصة التى سقتها غنى قال : وقد صح عن إبراهيم النخعى أنه كان يقول لو كنت فيمن قاتل الحسين ثم أدخلت الجنة لاستحيت أن أنظر إلى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم . وقال حماد ابن سلمة عن عمار بن أبى عمار عن ابن عباس : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يرى النائم نصف النهار أشعث أغبر بيده قارورة فيها دم فقلت بأبى وأمى أنت يارسول الله ، اهذا ؟ قال : هذا دم الحسين وأصحابه ، لم أزل ألتقطه منذ اليوم ، فكان ذلك اليوم الذى قتل فيه . وعن أم سلمة رضى الله عنها أنها سمعت الجن تنوح على الحسين بن على . قال الزبير بن بكار قتل الحسين يوم عاشوراء سنة إحدى وستين . قال ابن الأثير وكان ذلك اليوم يوم الجمعة وقيل يوم السبت . قال فى الإسعاف : وكان أكثر مقاتليه الكاتبين إليه والمبايعين له ، وقيل إن قاتله سنان بن أنس النخعى أو غيره لما أتى ابن زياد أنشده :

أَوْقِرْ رِكَابِى فِضَّةً وَذَهَبَا   إِنِّى قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَجَّبَا

قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمًّا وَأَبَا

وَخَيْرَهُمْ إِذْ يُذْكَرُونَ نَسَبَا

فغضب عليه وضرب عنقه ، قال وفى قصة قتله تصديق لقوله صلى الله عليه وسلم :

إِنَّ أَهْلَ بَيْتِى سَيَلْقَوْنَ بَعْدِى مِنْ أُمَّتِى قَتْلاً وَتَشْرِيدًا ، وَإِنَّ أَشَدَّ قَوْمِنَا لَنَا بُغْضًا بَنُو أُمَيَّةَ ، وَبَنُو مَخْزُومٍ » رواه الحاكم .

وقضى الله تعالى أن قتل عبيد الله بن زياد وأصحابه يوم عاشوراء سنة سبع وستين جهز إليه المختار بن عبيد جيشا تحت رئاسة إبراهيم بن الأشتر النخعى ، فقتله إبراهيم بنفسه فى الحرب وبعث برأسه الخبيث إلى المختار ، فبعث به المختار إلى ابن الزبير ، فبعثه ابن الزبير إلى على بن الحسين : وروى الترمذى أنه لما جىء برأسه ونصب فى المسجد مع رءوس أصحابه ، جاءت حية فتخللت الرءوس حتى دخلت فى منخره فمكثت هنيهة ، ثم خرجت ففعلت ذلك مرتين أو ثلاثا .

أخرج الحاكم وصححه على شرط مسلم عن ابن عباس قال : «أوحى الله إلى محمد صلى الله عليه وسلم إنى قتلت بيحيى بن زكريا سبعين ألفا وإنى قاتل بابن بنتك سبعين ألفا وسبعين ألفا » .

وعنه صلى اللهُ عليه وسلمَ : « قَاتِلُ الْحُسَيْنِ فِى تَابُوتٍ مِنْ نَارٍ عَلَيْهِ نِصْفُ عَذَابِ أَهْلِ الدُّنْيَا » .

٢٣٢م

قال العلامة الصبان إن الإمام أحمد يقول بكفر يزيد وناهيك به ورعا وعلما يقتضيان أنه لم يقل ذلك إلا لما ثبت عنده من أمور صريحة وقعت منه توجب ذلك ، ووافقه على ذلك جماعة كابن الجوزى وغيره . وأما فسقه فقد أجمعوا عليه ، وأجاز قوم من العلماء لعنه بخصوص اسمه اه : وسئل ابن الجوزى كيف يطلق على يزيد أنه قاتل الحسين مع أنه كان فى الشام حين وقوع القتل بكربلاء فأنشد :

سَهْمٌ أَصَابَ وَرَامِيهِ بِذِى سَلَمٍ

مَنْ بِالْعِرَاقِ لَقَدْ أَبْعَدْتَ مَرْمَاكَ

قال ابن الأثير : وأكثر الناس مراثيه . فمما قيل فيه ماقاله سليمان بن قبة الخزاعى :

مَرَرْتُ عَلَى أَبْيَاتِ آلِ مُحَمَّدٍ

فَلَمْ أَرَ أَمْثَالَهَا حِينَ حَلَّتِ

فَلاَ يُبْعِدُ اللهُ الْبُيُوتَ وَأَهْلَهَا

وَإِنْ أَصْبَحَتْ مِنْهُمْ بِرَغْمِي تَخَلَّتِ

وَكَانُوا رَجَاءً ثُمَّ عَادُوا رَزِيَّةً

لَقَدْ عَظُمَتْ تِلْكَ الرَّزَايَا وَجَلَّتِ

أُولَئِكَ قَوْمٌ لَمْ يَشِيمُوا سُيُوفَهُمْ

وَلَمْ تَنْكُ فِى أَعْدَائِهِمْ حِينَ سُلَّتِ

وَإِنَّ قَتِيلَ الطَّفِّ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
أَذَلَّ رِقَابَ الْمُسْلِمِينَ فَذَلَّتِ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْأَرْضَ أَضْحَتْ مَرِيضَةً
لِفَقْدِ حُسَيْنٍ وَالْبِلَادَ اقْشَعَرَّتِ

وَقَدْ أَعْوَلَتْ تَبْكِي السَّمَاءُ لِفَقْدِهِ
وَأَنْجُمُهَا نَاحَتْ عَلَيْهِ وَصَلَّتِ

ماورد فى فضل الحسنين معا رضى الله عنهما

عن على رضى الله عنه وكرم وجهه قال : لما ولد الحسن سميته حربا فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :

« أَرُونِى ابْنِى مَا سَمَّيْتُمُوهُ ؟ قُلْنَا حَرْبًا قَالَ : بَلْ هُوَ حَسَنٌ » .

فلما ولد الحسين سميته حربا فجاء النبى صلى الله عليه وسلم فقال : « أَرُونِى ابْنِى مَا سَمَّيْتُمُوهُ ؟ قُلْنَا حَرْبًا قال : بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ » .

فلما ولد الثالث سميته حربا فجاء النبى صلى الله عليه وسلم فقال :

« أَرُونِى ابْنِى مَا سَمَّيْتُمُوهُ ؟ قُلْنَا حَرْبًا قَالَ : بَلْ هُوَ مُحْسِنٌ ثُمَّ قَالَ : سَمَّيْتُهُمْ بِأَسْمَاءِ وَلَدِ هَارُونَ شَبَرٍ وَشَبِيرٍ وَمُشَبِّرٍ » .

وعن عمران بن سليمان قال: الحسن والحسين من أسماء أهل الجنة لم يكونا فى الجاهلية.

وعن ابن الأعرابى عن المفضل قال: إن الله حجب اسم الحسن والحسين حتى سمى بهما النبى صلى الله عليه وسلم ابنيه الحسن والحسين.

وعن ابن عمر رضى الله عنهما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

«الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَيْحَانَتَاىَ مِنَ الدُّنْيَا».

وعن على رضى الله عنه قال: الحسن أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم، مابين الصدر إلى الرأس، والحسين أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان أسفل من ذلك.

وعن أبى هريرة: كان الحسن والحسين يصطرعان بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم ورسول الله يقول:

«هِى حَسَنُ».

قالت فاطمة: لم تقول هى حسن؟ قال:

«إنَّ جِبْرِيلَ يَقُولُ هِى حُسَيْنُ»

وعن أبى سعيد الخدرى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

«الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا ابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى وَيَحْيَ بْنِ زَكَرِيَّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ»

وَفى رواية: «وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا».

وعن أسامة بن زيد رضى الله عنهما قال : طرقت النبى صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فى بعض الحاجة ، فخرج إلى وهو مشتمل على شىء لا أدرى ماهو ؟ فلما فرغت من حاجتى قلت : ماهذا الذى أنت مشتمل عليه؟ فكشفه، فإذا حسن وحسين على وركيه فقال :

« هٰذَانِ أَبْنَاىَ وَابْنَا بِنْتِى ، اللَّهُمَّ إِنِّى احِبُّهُمَا وَأُحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا » .

وعن أبى بريدة قال : كان النبى صلى الله عليه وسلم يخطبنا إذ جاء الحسن والحسين عليهما قميصان أحمران يمشيان ، ويعثران فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم من المنبر ، فحملهما ووضعهما بين يديه ثم قال :

« صَدَقَ اللّٰهُ - إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ - نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِى وَرَفَعْتُهُمَا » .

وعن أبى هريرة قال : خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه حسن وحسين هذا على عاتقه وهذا على عاتقه ، وهو يلثم هذا مرة ، وهذا مرة حتى انتهى إلينا فقال :

« مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِى وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِى » .

وعن عبد الله بن مسعود : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فإذا سجد وثب الحسن والحسين على ظهره ، فإذا أرادوا أن يمنعوهما أشار إليهم أن دعوهما فإذا قضى الصلاة

وضعهما فى حجره فقال :

« مَنْ أَحَبَّنِى فَلْيُحِبَّ هٰذَيْنِ » .

وعن أنس أنه صلى الله عليه وسلم : سئل أى أهل بيتك أحب إليك ؟ فقال :

« الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ » .

وعن فاطمة رضى الله عنها أنها أتت بهما إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقالت : يارسول الله هذان ابناك ، فورثهما شيئا فقال : « أَمَّا حَسَنٌ فَلَهُ هَيْبَتِى وَسُؤْدُدِى ، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِى وَجُودِى » .

المقصد الثالث

فى الكلام على مافى حبهم وتوابعه من الفوز العظيم وما فى بغضهم وتوابعه من المرتع الوخيم

قال الله تعالى : (قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبَى) .

القربى : مصدر بمعنى القرابة ، وهو على تقدير مضاف أى ذوى القربى يعنى الأقرباء . وعبر بفى ولم يعبر باللام ، لأن الظرفية أبلغ وآكد للمودة . نقل الإمام السيوطى فى الدر المنثور وكثير من المفسرين عند تفسير هذه الآية عن ابن عباس رضى الله عنهما قالوا : يارسول الله من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم ؟ قال :

« عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَوَلَدُهُمَا » .

وفيه عن ابن عباس قال : قالت الأنصار : فقلنا وفعلنا وكأنهم فخروا فقال العباس لنا الفضل عليكم فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتاهم فى مجالسهم ، فقال :

« يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ تَكُونُوا أَذِلَّةً فَأَعَزَّكُمُ اللهُ بِي ؟ قالوا بلى يا رسول الله ، قال : أَفَلَا تُجِيبُونِي؟ قالوا : ما نقول يا رسول الله ؟ قال أَلَا تَقُولُونَ أَلَمْ يُخْرِجْكَ قَوْمُكَ فَآوَيْنَاكَ ؟ أَوَلَمْ يُكَذِّبُوكَ فَصَدَّقْنَاكَ ؟ أَوَلَمْ يَخْذُلُوكَ فَنَصَرْنَاكَ ؟ » .

فما زال يقول حتى جثوا على الركب وقالوا أموالنا وما فى أيدينا لله ورسوله فنزلت :

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى) .

وعن طاوس قال : سئل عنها ابن عباس فقال : هى قربى آل محمد . وقال المقريزى : قال جماعة من المفسرين فى تفسير الآية قل لمن اتبعك من المؤمنين ، لاأسألكم على ماجئتكم به أجرا إلا أن تودوا قرابتى .

وعن أبى العالية عن سعيد بن جبير :

(إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى) .

قال : هى قربى رسول الله صلى الله عليه وسلم .

وعن أبي إسحاق قال: سألت عمرو بن شعيب عن قول الله تعالى:

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى).

قال: قربى النبي صلى الله عليه وسلم.

[تنبيه] فإن قيل: طلب الأجر على الوحى لايجوز لقوله تعالى فى قصة كثير من الرسل عليهم الصلاة والسلام:

(وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ).

ورسولنا أفضل منهم فهو أولى بعدم طلب الأجر على الرسالة، وقد صرح صلى الله عليه وسلم بنفى الطلب فقال:

(قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ).

وقد كان التبليغ واجبا عليه قال تعالى:

(بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ).

وطلب الأجر على أداء الواجب لايليق كما لايليق مقابلة الرسالة وهى أشرف الأشياء بمتاع الدنيا: وأيضا طلب الأجر يوجب التهمة فثبت أنه لايجوزله صلى الله عليه وسلم طلب الأجر وهاهنا قد ذكر مايجرى مجراه وهو المودة فى القربى:

أجيب بأن هذا من باب قوله:

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوفَهُمْ
بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

يعنى أنى لا أطلب منكم إلا هذا وهو ليس أجرا لأن توادّ المسلمين واجب قال الله تعالى :

(وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ) .

وقال صلى الله عليه وسلم « الْمُؤْمِنُونَ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا » .

وإذا كانت المودة واجبة لبعض المسلمين على بعض ، فهى فى حق أشرف المرسلين وأهل بيته أولى ، أو أن هذا الاستثناء منقطع وتم الكلام عند قوله أجرا ثم قال :

(إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى) .

أى لكن أسألكم المودة فى القربى ، انتهى باختصار من الخطيب والخازن .

وعن السدى عن أبى الديلم قال لما جىء بعلى بن الحسين أسيرا وأقيم على درج دمشق قام رجل من أهلها فقال : الحمد لله الذى قتلكم واستأصلكم وقطع قرن الفتنة ، فقال له : علىّ أقرأت القرآن ؟ قال : نعم قال : قرأت آل حمٓ ؟ قال : قرأت ولم أقرأ آل حمٓ قال ماقرأت (قل لاأسألكم عليه أجرا إلا المودة فى القربى) قال فإنكم لإياهم ؟ قال : نعم . قلت : ماأحسب أن هذا الرجل كان مؤمنا ، بلى كان مؤمنا ولكن بالجبت والطاغوت فإن هذا الهذيان لايصدر عن لسان مؤمن بالله ورسوله وكيف يستقر الإيمان فى قلب رجل يحمد الله على قتل آل المصطفى صلى الله عليه وسلم واستئصالهم ، وما أظن أن أبا جهل كان لله ورسوله أعدى من هذا الملحد ، ولعلنا لانعدم فى زماننا هذا من هو على

شاكلته فى الضلال بكراهة أهل بيت النبوة ، ومعدن الرسالة فقد رأينا من إذا سمع بذكر مزية امتازوا بها أو منقبة أسندت إليهم ، ووصفوا بها من الله تعالى أو رسوله صلى الله عليه وسلم أو السلف الصالح ، أو علماء الأمة وأوليائها يقطب وجهه ويتغير خلقه ، ويود بلســان حاله أن تلك المزية لم تكن لهم ، وقد يتكلف الأقاويل الواهية والأخبار الموضوعة والآثار المصنوعة ليطفئ بها نور الله :

(وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ) .

ورأيت الزمخشرى فى الكشاف عند هذه الآية روى حديثا مطولا ، ونقله عنه الفخر الرازى فى الكبير وهو قوله صلى الله عليه وسلم :

« مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُورًا لَهُ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلَ الْإِيمَانِ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يُزَفُّ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعَرُوسُ إِلَى بَيْتِ زَوْجِهَا ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهُ فِي قَبْرِهِ بَابَانِ إِلَى الْجَنَّةِ ، أَلَا وَمَنْ

مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ . أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ » .

قال الفخر : وأنا أقول آل محمد صلى الله عليه وسلم هم الذين يئول أمرهم إليه فكل من كان أمرهم إليه أشد وأكمل كانوا هم الآل ، ولا شك أن فاطمة وعليا والحسن والحسين كان التعلق بينهم وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم أشد التعلقات ، وهذا كالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب أن يكونوا هم الآل : وأيضا اختلف الناس فى الآل فقيل هم الأقارب وقيل هم أمته فإن حملناه على القرابة فهم الآل وإن حملناه على الأمة الذين قبلوا دعوته فهم أيضا الآل فثبت أنهم على جميع التقديرات الآل ، وأما غيرهم فهل يدخلون تحت لفظ الآل فمختلف فيه . وروى صاحب الكشاف أنه لما نزلت هذه الآية قيل : يارسول الله من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم ؟ فقال :

« عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا » .

فثبت أن هؤلاء الأربعة أقارب النبي صلى الله عليه وسلم وإذا ثبت هذا وجب أن يكونوا مخصوصين بمزيد التعظيم . ويدل عليه وجوه :

الأول : قوله تعالى (إلا المودة فى القربى) .

الثانى : لاشك أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يحب فاطمة

عليها السلام ، قال صلى الله عليه وسلم :

« فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا يُؤْذِيهَا » .

وثبت بالنقل المتواتر عن محمد صلى الله عليه وسلم أنه كان يحب عليا والحسن والحسين ، وإذا ثبت ذلك وجب على كل الأمة مثله لقوله تعالى :

(وَاتَّبِعُونِي لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) ولقوله تعالى : (فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ) ولقوله (قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ) ولقوله سبحانه : (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) .

الثالث : أن الدعاء للآل منصب عظيم ، ولذلك جعل هذا الدعاء خاتمة التشهد فى الصلاة وهو قوله : اللهم صل على محمد وعلى آل محمد ، وهذا التعظيم لم يوجد فى حق غير الآل فكل ذلك يدل على أن حب آل محمد واجب انتهى ، وقال سلطان العارفين وإمام الصوفية الشيخ الأكبر سيدى محيي الدين بن العربى رضى الله عنه فى الباب التاسع والعشرين من الفتوحات المكية بعد كلام تقدم نقله فى المقصد الأول : وبعد أن تبين لك منزلة أهل البيت عند الله وأنه لا ينبغى لمسلم أن يذمهم بما يقع منهم أصلا فإن الله تعالى طهرهم ، فليعلم الذام لهم أن ذلك راجع إليه ، ولو ظلموه فذلك الظلم هو فى زعمه ظلم لا فى نفس الأمر ، وإن حكم عليه ظاهر الشرع بأدائه بل حكم ظلمهم إيانا فى نفس الأمر يشبه جرى المقادير علينا ، وعلى من جرت عليه فى ماله

ونفسه بغرق أو بحرق أو غير ذلك من الأمور المهلكة فيحترق أو يموت له أحد أحبائه أو يصاب فى نفسه وهذا كله مما لا يوافق غرضه ، ولا يجوز له أن يذم قدر الله ولا قضاءه بل ينبغى له أن يقابل ذلك كله بالتسليم والرضا ، وإن نزل عن هذه المرتبة فبالصبر ، وإن ارتفع عن تلك المرتبة فبا لشكر فإن فى طى ذلك نعما من الله لهذا المصاب وليس وراء ماذكرناه خير فإن ماوراءه ليس إلا الضجر والسخط وعدم الرضا وسوء الأدب مع الله ، فكذا ينبغى أن يقابل المسلم جميع مايطرأ عليه من أهل البيت فى ماله ونفسه وعرضه وأهله وذويه ، فيقابل ذلك كله بالرضا والتسليم والصبر ولا يلحق المذمة بهم أصلا ، وإن توجهت عليهم الأحكام المقررة شرعا فذلك لايقدح فى هذا ، بل يجريه مجرى المقادير ، وإنما منعنا تعليق الذم بهم إذ ميزهم الله عنا بما ليس لنا معهم فيه قدم .

وأما أداء الحقوق المشروعة فهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقترض من اليهود ، وإذا طالبوه بحقوقهم أداها على أحسن مايمكن ، وإذا تطاول اليهودي عليه بالقول يقول :

« دَعُوهُ إنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً » .

وقال صَلى اللهُ عَليه وَسَلم فى قصة « لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صلَّى اللهُ عَليهِ وَسلَّمَ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يدَهَا »

وقد أعاذها الله من ذلك رضى الله عنها فوضع الأحكام لله يضعها كيف يشاء وعلى أى حال يشاء ، فهذه حقوق الله تعالى ومع هذا لم يذمهم الله :

وإنما كلامنا فى حقوقنا ومالنا أن نطالبهم به ، فنحن مخيرون إن شئنا أخذنا وإن شئنا تركنا والترك أفضل عموما ، فكيف بأهل البيت وليس لنا ذم أحد؟ فكيف بأهل البيت؟ فإنا إذا نزلنا عن طلب حقوقنا وعفونا عنهم فى ذلك أى فيما أصابوه منا ، كانت لنا بذلك عند الله اليد العظمى ، والمكانة الزلفى فإن النبى صلى الله عليه وسلم ما طلب منا عن أمر الله إلا المودة فى القربى وفيه سر صلة الأرحام ، ومن لم يقبل سؤال نبيه فيما سأله فيه مما هو قادر عليه ، فبأى وجه يلقاه غدا ، أو يرجو شفاعته وهو ما أسعف نبيه صلى الله عليه وسلم فيما طلب منه من المودة فى قرابته فكيف بأهل بيته ، وهم أخص القرابة ، ثم إنه جاء بلفظ المودة وهى الثبوت على المحبة فإنه من ثبت وده فى أمر استصحبه فى كل حال وإذا استصحبته المودة فى كل حال لم يؤاخذ أهل البيت بما يطرأ منهم فى حقه مما له أن يطالبهم به فيتركه ترك محبة

وإيثار على نفسه لا لها . قال المحب الصادق :

☆ وَكُلُّ ما يَفْعَلُ المَحْبُوبُ مَحْبُوبُ ☆

وقال الآخر :

أُحِبُّ لِأَجْلِهَا السُّودَانَ حَتَّى
أُحِبُّ لِأَجْلِهَا سُودَ الْكِلَابِ

ولنا فى هذا المعنى :

أُحِبُّ لِحُبِّكِ الْحُبْشَانَ طُرًّا
وَأَعْشَقُ لِاسْمِكِ الْبَدْرَ المُنِيرَا

قيل كانت الكلاب السود تناوشه وهو يتحبب إليها أعنى

المجنون ، فهذا فعل المحب فى حب من لاتسعده محبته ، وعند الله لاتورثه القرب من الله فهل هذا إلا من صدق المحبة ، وثبوت الود فى النفس ، فلو صحت محبتك لله ولرسوله أحببت أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ورأيت كل مايصدر منهم فى حقك مما لايوافق طبعك ولا غرضك أنه جمال تتنعم بوقوعه منهم فتعلم عند ذلك أن لك عناية عند الله الذى أحببتهم من أجله حيث ذكرك من يحبه وخطرت على باله ، وهم أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فتشكر الله تعالى على هذه النعمة فإنهم ذكروك بألسنة طاهرة طهرها الله بتطهيره طهارة لايبلغها علمك ، وإذا رأيناك على ضد هذه الحالة مع أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى أنت محتاج إليه وله عليك المنة حيث هداك الله به فكيف أثق أنا بودك الذى تزعم به أنك شديد الحب فى والرعاية لحقوقى وجانبى وأنت فى حق أهل بيت نبيك بهذه المثابة من الوقوع فيهم ؟ والله ماذاك إلا من نقص إيمانك ومن مكر الله بك ، واستدراجه إياك من حيث لاتعلم . وصورة المكر أن تقول وتعتقد أنك فى ذلك تذب عن دين الله وشرعه وتقول فى طلب حقك إنك ماطلبت إلا ماأباح الله لك طلبه ، ويندرج الذم فى ذلك الطلب المشروع والبغض والمقت وإيثارك نفسك على أهل البيت وأنت لاتشعر بذلك . والدواء الشافى من هذا الداء العضال أن لاترى لنفسك معهم حقا ، وتنزل عن حقك ، لئلا يندرج فى طلبه ماذكرته لك ، وما أنت من حكام المسلمين ، حتى يتعين عليك إقامة حد أو إنصاف مظلوم ، أو رد حق إلى أهله ، وإن كنت حاكما ولابد فاسع فى استنزال صاحب الحق عن حقه إذا كان المحكوم عليه من أهل البيت فإن أبى فحينئذ يتعين عليك إمضاء حكم الشرع فيه فلو كشف الله لك ياولى عن منازلهم عند الله فى الدار الآخرة لوددت أن تكون

مولى من مواليهم فالله يلهمنا رشد أنفسنا انتهى كلام الشيخ الأكبر رضى الله عنه ونفعنا به .

ثم قال بعد أسطر : ومن أسرارهم يعنى الأقطاب ماقد ذكرناه من العلم بمنزلة أهل البيت ، وما قد نبه الله على علو رتبتهم فى ذلك ومن أسرارهم علم المكر الذى مكر الله بعباده فى بغضهم مع دعواهم حب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وسؤاله المودة فى القربى وهو صلى الله عليه وسلم من جملة أهل البيت ، فما فعل أكثر الناس ماسألهم فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أمر الله فعصوا الله ورسوله وما أحبوا من قرابته إلا من رأوا منه الإحسان فبأغراضهم أحبوا وبأنفسهم تعشقوا انتهت عبارة الشيخ الأكبر رضى الله عنه ونفعنا بعلومه وبركاته .

واعلم أن حكم مودة أهل البيت بعضهم لبعض كحكم مودة الأجانب لهم فى الوجوب بل هى أولى لما فيها من زيادة صلة الرحم ، نرجع للآية .

قيل : إن القربى هم ولد عبد المطلب وعليه مشى القسطلاني فى المواهب فقال : المراد بالقربى من ينسب إلى جده الأقرب عبد المطلب . وقال ابن حجر فى الصواعق : المراد بأهل البيت والآل وذوى القربى فى كل ماجاء فى فضلهم مؤمنو بنى هاشم والمطلب ، ورجحه الصبان فى إسعاف الراغبين وزاد العترة . قال فالألفاظ الأربعة بمعنى واحد كما فى المواهب . وقال ابن عطية : قريش كلها عندى قربى وإن كانت تتفاضل . وقال الإمام المقريزى : ويظهر لى أن الخطاب فى الآية عام لجميع من آمن ، وذلك أن العرب بأسرها قوم رسول الله صلى الله عليه وسلم الذين هو منهم ، فيتعين على من سواهم من العجم أن يودوهم

ويحبوهم . وقد جاءت فى الأمر بحب العرب أحاديث ، وأن قريشا أقرب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم من سائر العرب فعلى كل عربى أن يوقر قريشا ويحبهم من أجل أنهم قوم رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وقد وردت أحاديث فى تفضيل قريش وفى تقديمها على غيرها وأن بنى هاشم رهط رسول الله صلى الله عليه وسلم وأسرته ، فيجب على من عداهم من قريش محبتهم ومودتهم ، وأن عليا وفاطمة وحسنا وحسينا وذريتهما أقرب من رسول الله صلى الله عليه وسلم فيجب على بنى هاشم مودتهم وإكرامهم (وفوق كل ذى علم عليم) انتهى .

قوله : فيجب على بنى هاشم مودتهم يعنى وتجب على قريش والعرب والعجم ، وهكذا التقدير فيما قبله . وقوله : وقد جاءت فى حب العرب أحاديث ثم قوله : وقد وردت أحاديث فى تفضيل قريش وتقديمها على غيرها .

فمما ورد فى فضل قريش قوله صلى الله عليه وسلم :

« النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فى الْخَيْرِ والشَّرِّ » .

وقوله عليه الصلاة والسلام « مَنْ يُرِدْ هَوانَ قُرَيْشٍ أَهَانَهُ اللَّهُ » .

وقوله صلى اللهُ عليه وسلم « فَضَّلَ اللَّهُ قُرَيْشًا بِسَبْعِ خِصالٍ لَمْ يُعْطِهَا أَحَدًا قَبْلَهُمْ وَلا يُعْطِيهَا أَحَدًا بَعْدَهُمْ : فَضَّلَ اللَّهُ قُرَيْشًا بِأَنِّى مِنْهُمْ وَأَنَّ النُّبُوَّةَ فِيهِمْ وَأَنَّ الحِجَابَةَ فِيهِمْ وَالسِّقَايَةَ فِيهِمْ وَنَصَرَهُمُ اللَّهُ عَلَى

الفيلِ وعبدُوا اللهَ عشرَ سنينَ لا يعبُدُهُ غيرُهُمْ وأنزلَ فيهِمْ سُورةً مِنَ القُرْآنِ لَمْ يَذْكُرْ فِيهَا أَحَدًا غيرَهُمْ (لِإيلافِ قُرَيْشٍ) » .

وقال صلى الله عليه وسلم « النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكافِرِهِمْ ، وأَنَّ النَّاسَ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِى الجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الإِسْلامِ إِذَا فَقِهُوا » .

وقال عليه الصلاة والسلام « يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَذُمُّوا قُرَيْشًا فَتَهْلِكُوا وَلَا تَخَلَّفُوا عَنْهَا فَتَضِلُّوا وَلَا تُعَلِّمُوهَا وَتَعَلَّمُوا مِنْهَا فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ ، لَوْلَا أَنْ تَبْطَرَ قُرَيْشٌ لَأَعْلَمْتُهَا بِالَّذِى لَهَا عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ » .

وقال صلى الله عليه وسلم « أَحِبُّوا قُرَيْشًا فَإِنَّهُ مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ » .

وقال صلى الله عليه وسلم « حُبُّ قُرَيْشٍ إِيمَانٌ ، وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ »

وقال عليه الصلاة والسلام « قَدِّمُوا قُرَيْشًا وَلَا

تَقَدَّمُوهَا ، وَلَوْلَا أَنْ تبطر قُرَيْشٌ لأَخْبَرْتُهَا بِمَا لَهَا عِنْدَ اللهِ » .

وَقَالَ عليه الصلاة والسلام « قُرَيْشٌ صَلَاحُ النَّاسِ وَلَا يَصْلُحُ النَّاسُ إِلَّا بِهِمْ ، كَمَا أَنَّ الطَّعَامَ لَا يَصْلُحُ إِلَّا بِالْمِلْحِ . قُرَيْشٌ خَالِصَةُ اللهِ تَعَالَى فَمَنْ نَصَبَ لَهَا حَرْبًا سُلِبَ وَمَنْ أَرَادَهَا بِسُوءٍ خُزِيَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ » .

وَقَالَ صلى الله عليه وسلم « لَا تَسُبُّوا قُرَيْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا يَمْلَأُ طِبَاقَ الْأَرْضِ عِلْمًا » .

قال الإمام أحمد وغيره : هذا العالم هو الشافعى ، لأنه لم يحفظ لقرشى من انتشار علمه فى الآفاق ما حفظ للشافعى .

ومن مناقبه رضى الله عنه ما حدث به صالح ابن الإمام أحمد ابن حنبل قال : جاء الشافعى يوما إلى أبي يعوده ، وكان عايلا فوثب إليه أبي وقبله بين عينيه ، ثم أجلسه فى مكانه وجلس بين يديه ، ثم أخذ يسأله ساعة فساعة ، فلما قام الشافعى وركب أخذ أبي بركابه ومشى معه فبلغ يحيى بن معين ذلك فقال : ياسبحان الله لم فعلت ذلك ؟ فقال : إنى لو مشيت من جانب وأنت ياأبا زكريا لو مشيت من جانب آخر لانتفعت به . من أراد الفقه فليشم ذنب هذه البغلة وأشار إلى بغلة الشافعى رضى الله عنه وعن سائر الأئمة .

أما الأحاديث الواردة فى حب العرب وفضلهم ، فمنها قوله

صلى الله عليه وسلم :

« حُبُّ الْعَرَبِ إِيمَانٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ ، فَمَنْ أَحَبَّ الْعَرَبَ فَقَدْ أَحَبَّنِي ، وَمَنْ أَبْغَضَ الْعَرَبَ فَقَدْ أَبْغَضَنِي » .

وقوله صلى اللهُ عليه وَسلم « أَحِبوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لأَنِّي عَرَبِيٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ » .

قال المناوى فى شرح هذا الحديث : وهذه الجمل واردة مورد الحث على حب العرب ، وهو منزل على قيد الحيثية أى من حيث كونهم عربا ، وقد يعرض لهم مايقتضى الزيادة على هذا الحب باعتبار مايقوم بهم منْ وصف الإيمان ، والتفاضل فيه بحسب المراتب ، وقد يعرض مايوجب البغض .والازدياد منه بحسب مايعرض لهم من كفر ونفاق ، قال سبحانه فى شأن قوم منهم :

(الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا) .

فإذا وفق العبد لمحبتهم من حيث كون المصطفى منهم ، وأن القرآن أنزل بلغتهم ، وأن كلام الرفيق الأعلى بلسانهم ؛ لعذوبته وفصاحته ، واستقامته ، كان ذلك واسطة فى حبه صلى الله عليه وسلم ، وإذا خذل فأبغضهم من الجهات المذكورة كان لازمه بغضه عليه الصلاة والسلام وهو كفر ، وإذا أبغضهم من حيث كفرهم أو نفاقهم كان ذلك واجبا .

فاستبان أنه قد يجب الحب وقد يجب البغض ويبقى مطلق

الحب من الحيثية التي سبق الكلام عليها .

واعلم أن ستة من الأنبياء من العرب : نوح ، وهود ، وإسماعيل ، وصالح ، وشعيب ، ومحمد صلى الله عليه وعليهم وسلم ، وباقيهم من غيرهم انتهى .

وقوله صلى الله عليه وسلم « مَنْ أَحَبَّ الْعَرَبَ فَهُوَ حَبِيبِي حَقًّا » .

قال العزيزي : لأنهم هم الذين باعوا أنفسهم لله تعالى ، حتى أظهروا الإسلام وأزاحوا ظلمة الكفر . .

وفي المناوي : علامة صدق الحب حب كل ماينسب إلى المحبوب ، فإن من يحب إنسانا يحب كلب محلته ، فالمحبة إذا قويت تعدت من المحبوب إلى كل مايكتنف بالمحبوب ، ويحيط به ويتعلق بأسبابه ، وذلك ليس شركة في حب الله تعالى ، فإن من أحب رسول المحبوب لكونه رسوله وكلامه لكونه كلامه ومن ينتمي إليه لكونه من حزبه لم يجاوز حبه إلي غيره بل هو دليل كمال حبه اه وقوله عليه الصلاة والسلام :

« مَنْ سَبَّ الْعَرَبَ فَأُولئِكَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ » .

وقوله عليه الصلاة والسلام « مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي » .

وروى الترمذي عن سلمان رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« يَا سَلْمَانُ لَا تُبْغِضْنِي فَتُفَارِقَ دِينَكَ ، قُلْتُ :

يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَبْغُضُكَ وَبِكَ هَدَانِي اللهُ ؟ قَالَ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِي » .

وعن على رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« لَا يُبْغِضُ الْعَرَبَ إِلَّا مُنَافِقٌ » .

وقال صلى اللهُ عليه وسلم « إِنَّ لِوَاءَ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ أَقْرَبَ الْخَلَائِقِ مِنْ لِوَائِي يَوْمَئِذٍ الْعَرَبُ » .

وقال صلى اللهُ عليه وسلم « إِذَا ذَلَّتِ الْعَرَبُ ذَلَّ الْإِسْلَامُ » .

قال المناوى : أى أهله أو نفسه ، لأن شؤم ذلك يعود على الدين بالوهن والضعف ، وذلك لأن أصل الإسلام نشأ منهم وبهم ظهر وانتشر فإذا ذلوا ذل أى نقص ، ولأن الإسلام لا يصلح وينتظم حاله إلا بالجود والسماحة واللين والمودة والرفق وتجنب البخل والضيق والعجلة والحقد والحرص ؛ والعرب سهلة نفوسها كريمة طباعها زكية أخلاقها لا ينكر ذلك إلا معاند ولا يجحده إلا مارد . فإذا كانوا فى عز فالإسلام فى عز ، وإن ذلوا ذل فبتلك الخلال فضلوا لا باللسان العربى فحسب : ومعنى إذا ذلت : أى ضعف أمرها وهان قدرها وظلموا وازدروا واحتقروا وفضل عليهم غيرهم انتهى .

وقال فى قوله صلى الله عليه وسلم :

٥٣

« حُبُّ العَرَبِ إِيمَانٌ وَبُغْضُهُمْ نِفَاقٌ » .

أى إذا أحبهم إنسان كان حبهم آية إيمانه ، وإذا بغضهم كان بغضهم علامة نفاقه ، لأن هـذا الدين نشأ منهم ، وكان قيامه بسيوفهم وهممهم ، والظاهر من حال من أبغضهم أنه إنما بغضهم لذلك وهو كفـر ، وقد اطلعت على كتاب سر الأدب فى مجارى كلام العرب لأبى منصور الثعالبى ، فوجدته ذكر فى خطبته كلاما يناسب ما نحن فيه .

قال رحمه الله بعد البسملة والحمدلة أما بعد ، فإن من أحب الله تعالى أحب رسوله محمدا المصطفى صلى الله عليه وسلم ، ومن أحب الرسول أحب العرب ، ومن أحب العرب أحب اللغة العربية التى نزل بها أفضل الكتب على أفضل العرب والعجم ، ومن أحب اللغة العربية عنى بها وثابر عليها ، وصرف همه إليها ومن هداه الله للإسلام ، وشرح صدره للإيمان ، وآتاه قوة بصيرة ، وحسن سريرة ، اعتقد أن محمدا صلى الله عليه وسلم خير الرسل ، والإسلام خير الملل والعرب خير الأمم ، والعربية خير اللغات والألسنة والإقبال على تفهمها من الديانة ، إذ هى أداة العلم ، ومصباح التفقه فى الدين ، ومفتاح إصلاح المعاش والمعاد . ثم هى لإحراز الفضائل والاحتواء على المروءات والمناقب كالينبوع للماء والزند للنار ، ولو لم يكن فى الإحاطة بخصائصها ، والوقوف على مجاريها ومصارفها ، والتبحر فى جلائلها ودقائقها إلا قوة اليقين فى إعجاز القرآن وزيادة البصيرة فى إثبات النبوة الذى هو عمدة الإيمان لكفى به فضلا يحسن أثره ويطيب ثمره ، فكيف وأيسر ما خصها الله به من ضروب المناقب ، وفنون المحاسن ، يكل أقلام الكتبة ويتعب أنامل

الحسبة اه .

تنبيه : اعلم أن جميع ما ورد عن الشارع مما فيه وصف المبغض لقريش أو للعرب أو لأهل البيت أو سابهم أو الغاش لهم بالكفر أو النفاق ونحوهما ، فهو محمول على ما إذا كان ذلك لكون رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم ، وكونهم جنسه ، وحزبه ، وأهل بيته ، أما إذا كان البغض ونحوه لمعنى آخر لا تعلق له بالجنسية والحزبية والأهلية ، فقد يختلف حكمه كما يفهم من شروح الحديث وغيرها ، بل هو أمر معلوم من قواعد الدين .

قال ابن تيمية فى قوله صلى الله عليه وسلم :

« إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ ، وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ » الحديث.

أفاد الخبر أن العرب أفضل من جنس العجم ، وأن قريشاً أفضل العرب ، وأن بنى هاشم أفضل قريش ، وأن المصطفى صلى الله عليه وسلم أفضل بنى هاشم ، فهو صلى الله عليه وسلم أفضل الناس نفساً ونسباً وليس فضل العرب فقريش فبنى هاشم بمجرد كون النبى صلى الله عليه وسلم منهم وإن كان هذا من الفضل بل لهم فى أنفسهم فضل ، وبذلك يثبت للنبى صلى الله عليه وسلم أنه أفضل نفساً ونسبا وإلا لزم الدور انتهى :

أقول : إذا علمت هذا فاعلم أن جميع ما ورد فى تفضيل العرب والإغراء بمحبتهم وإكرامهم والتحذير من كراهتهم وأذاهم بالسب والغش ونحوهما هو شامل لقريش لأنهم صفوة العرب وأن جميع ذلك كالوارد فى خصوص قريش شامل لبنى

هاشم لأنهم صفوة قريش وما ورد فى بنى هاشم فمن فوقهم شامل لأهل البيت سواء :

قلنا: هم بنو عبد المطلب أوخصوص على وفاطمة والحسن والحسين لأنهم صفوة الصفوة وخلاصة الخلاصة وخيرة الخيرة ولا ينعكس ذلك فقد اختص أهل البيت بمزايا لم توجد فى بنى هاشم واختص بنو هاشم بمناقب عريت منها قريش واختصت قريش بفضائل فقدها سائر العرب وفى قوله تعالى :

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى » .

أقوال أخرى : منها ما ذكره الطبرى بقوله معناه : قل لا أسألكم عليه أجرا يا معشر قريش إلا أن تودونى فى قرابتى منكم وتصلوا الرحم التى بينى وبينكم ، قال ابن عباس وابن إسحاق وقتادة : لم يكن فى قريش بطن إلا ولرسول الله صلى الله عليه وسلم فيهم نسب أو صهر .

فالآية على هذا استعطاف لدفع أذاهم وطلب السلامة منهم وقد علمت من النقول المتقدمة أن كونها فى ذوى قرابته صلى الله عليه وسلم هو الراجح وعلى وفاطمة والحسن والحسين وبنوهما إلى يوم القيامة داخلون على كل حال سواء جرينا على القول بأنها فيهم خاصة أو أنها فى مؤمنى بنى عبد المطلب أو فى مؤمنى بنى هاشم .

فصـــل

أخرج ابن أبى حاتم عن ابن عباس رضى الله عنهما فى قوله تعالى :

(وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً) .

قال : المودة لآل محمد .

وعنه رضى الله عنه ، عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :

« أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ بِهِ وَأَحِبُّونِى بِحُبِّ اللهِ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِى بِحُبِّى » .

وعن ابن مسعود رضى الله عنه :

« حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ يَوْمًا خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ » .

وعن أبى هريرة رضى الله عنه ، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :

« خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي مِنْ بَعْدِي » .

وأخرج الطبرانى وغيره أنه صلى الله عليه وسلم قال :

« لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَتَكُونُ عِتْرَتِى أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ عِتْرَتِهِ ، وَأَهْلِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَذَاتِى أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهِ » .

وقال عليه الصلاة والسلام « يَرِدُ الْحَوْضَ أَهْلُ بَيْتِى وَمَنْ أَحَبَّهُمْ مِنْ أُمَّتِى كَهَاتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ »

وروى عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال :

« الزموا مودتنا أهل البيت فإنه من لقى الله عز وجل وهو يودنا دخل الجنة بشفاعتنا، والذى نفسى بيده لا ينفع عبدا عمله إلا بمعرفة حقنا » .

وقال صلى الله عليه وسلم « من أراد التوسل وأن يكون له عندي يد أشفع له بها يوم القيامة فليصل أهل بيتي ويدخل السرور عليهم » أخرجه الديلمى .

وعن على رضى الله عنه أخبرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« إن أول من يدخل الجنة أنا وفاطمة والحسن والحسين ، فقلت يا رسول الله فمحبونا ؟ قال من ورائكم » .

وأخرج الإمام أحمد « أنه صلى الله عليه وسلم أخذ بيد الحسنين وقال : من أحبني وأحب هذين وأمهما وأباهما كان معى فى درجتى يوم القيامة » .

والمراد معية المشاهدة لا معية المنزلة .

وقال عليه الصلاة والسلام « من اصطنع لأحد من ولد عبد المطلب يدا فلم يكافئه بها فى الدنيا فعلى مكافأته غدا يوم القيامة إذا لقيني » أخرجه

الطبرانى مرفوعا .

وقال صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ « أَرْبعَةٌ أَنا لَهُمْ شَفِيعٌ يَوْمَ القِيامَةِ : الْمُكْرِمُ لِذُرِّيَّتِي وَالقَاضِي لَهُمْ حَوائِجَهُمْ وَالسَّاعِي لَهُمْ فى أُمورِهِمْ عِنْدَ ما اضْطُرُّوا إِلَيْهِ وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهِ وَلِسانِهِ » .

وأخرج ابن النجار فى تاريخه عن الحسن بن على رضى الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« لِكُلِّ شَيْءٍ أَساسٌ وَأَساسُ الإِسْلامِ حُبُّ أَصْحابِ رَسولِ اللهِ صلى اللهُ عليهِ وَسلمَ وَحُبُّ أَهلِ بيتِهِ » .

وأخرج الطبرانى عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« لَا تَزُولُ قَدَما عَبْدٍ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ : عَنْ عُمْرِهِ فِيمَ أَفْناهُ ، وَعَنْ جَسَدِهِ فِيمَ أَبْلاهُ ، وَعَنْ مالِهِ فِيمَ أَنفقَهُ وَمِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ ، وَعَنْ حُبِّنا أَهْلَ الْبَيْتِ » . وأخرج الديلمى عن على رضى الله عنه :

« أَثبَتُكُمْ عَلَى الصِّراطِ أَشَدُّكُمْ حُبًّا لِأَهْلِ بَيْتِي وَأَصْحابِي » .

وفى الصحيح « أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ شَكا

إلَى رَسُولِ اللهِ صلى اللهُ عَليهِ وَسلمَ مَا تفعَلُ قُرَيشٌ
مِنْ تَعبِيسِهِمْ فِى وُجُوهِهِم وَقَطعِهِمْ حَدِيثَهُمْ عِنْدَ لِقَائِهِمْ
فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وَسلَّمَ غَضَباً شَدِيدًا
حَتى احْمَرَّ وَجْهُهُ وَدَرَّ عِرْقٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ، وَقَالَ : مَا بَالُ
أَقْوَامٍ يَتَحَدَّثُونَ فَإِذَا رَأَوا الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي
قَطَعُوا حَدِيثَهُمْ وَاللهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِيمَانُ حَتَّى
يُحِبَّهُمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِنِّى » .

وفى رواية « وَالَّذِى نَفسِى بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلبَ
رَجُلٍ الإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ » .

وقال رسولُ الله صلى اللهُ عليه وسلمَ « خَمسٌ مَنْ
أُوتِيَهُنَّ لَمْ يُعذَرْ عَلَى تَرْكِ عَمَلِ الآخِرَةِ : زَوْجَةٌ صَالِحَةٌ
وَبَنُونَ أَبْرَارٌ ، وَحُسْنُ مُخَالَطَةِ النَّاسِ ، وَمَعِيشَةٌ
فِي بَلَدِهِ وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ صلى اللهُ عليهِ وَسلَّمَ » .

وأخرج الطبرانى فى الأوسط عن ابن عمر قال :

« آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِىُّ صلى اللهُ عليهِ وَسلَّمَ
اخْلُفُونِى فى أَهْلِ بَيْتِى » .

وعن على كرم الله وجهه قال :

« أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ : حُبِّ

نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ » .

وقال صلى الله عليه وسلم « إِنَّ لِلَّهِ حُرُمَاتٍ ثَلَاثًا مَنْ حَفِظَهُنَّ حَفِظَ اللهُ أَمْرَ دِينِهِ وَدُنْيَاهُ ، وَمَنْ ضَيَّعَهُنَّ لَمْ يَحْفَظِ اللهُ لَهُ شَيْئًا ، قِيلَ وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ : حُرْمَةُ الإِسْلَامِ ، وَحُرْمَتِي ، وَحُرْمَةُ رَحِمِي » .

وقد جرى على كمال مودتهم أكابر السلف والخلف وسيدهم أبو بكر الصديق ، فقد ثبت عنه رضى الله عنه أنه قال : صلة قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب إلىّ من صلة قرابتى ، وأخرج البخارى عنه رضى الله عنه قوله : «ارقبوا محمدا فى أهل بيته » قال ابن علان فى شرح رياض الصالحين قال المصنف يعنى : الإمام النووى ارقبوا أى راعوه واحترموه وأكرموه اهـ .

وقال المناوى: قال الحافظ الزرندى: لم يكن أحد من العلماء المجتهدين ، والأئمة المهتدين إلا وله فى ولاية أهل البيت الحظ الوافر ، والفخر الزاهر ، كما أمر الله بقوله :

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ) اهـ .

قلت : وإنما قيد الحافظ بالعلماء المجتهدين والأئمة المهتدين ، لأنهم قدوة الأمة ، فإذا كانت هذه صفتهم فلا ينبغى لمؤمن أن يتخلف عنهم ، فإن وصف الإيمان كاف لوجوب مودة أهل البيت رضى الله عنهم ، وبقدر زيادته تكون زيادتها ، ومن هنا كان للعلماء المجتهدين والأئمة المهتدين فى موالاتهم الحظ الوافر

والفخر الزاهر :

هذا الإمام الأعظم أبو حنيفة النعمان رضى الله عنه والى إبراهيم بن عبد الله المحض ابن الحسن المثنى ابن الحسن السبط رضوان الله عليهم ، وأفتى الناس بلزوم وجودهم معه ومع أخيه محمد ، وقيل إن سجنه رضى الله عنه كان فى الباطن لهذا السبب ، وفى الظاهر لامتناعه من القضاء .

وهذا إمام دار الهجرة مالك بن أنس رضى الله عنه والى إبراهيم بن زيد بن على زين العابدين بن الحسين رضى الله عنهم ، وأفتى الناس بلزوم وجودهم معه واختفى من أجله عدة سنين ، وقيل : إن الذى والاه الإمام مالك هو محمد أخو إبراهيم ابن عبد الله المحض الذى والاه الإمام أبو حنيفة :

ولا أحفظ عن الإمام الجليل أحمد بن حنبل رضى الله عنه شيئا مخصوصا فى ذلك غير أنه مع كمال ورعه ودقة نظره قال بكفر يزيد بن معاوية وجواز لعنه وماذاك إلا لولائه لآل المصطفى صلى الله عليه وسلم مع ماثبت عنده من الدليل .

أما الإمام القرشى ابن عم النبى محمد بن إدريس الشافعى رضى الله عنه ، فقد حمل إلى بغداد مكبلا بالقيود بسبب شدة ولائه لآل الرسول صلى الله عليه وسلم ، ووقع له فى ذلك أمور يطول شرحها بل بلغ معه الحال فى محبتهم إلى أن نسبه أهل الزيغ والضلال إلى الرفض، حاشاه ثم حاشاه.

روى ابن السبكى فى طبقاته بسنده المتصل إلى الربيع بن سليمان المرادى صاحب الإمام الشافعى رضى الله عنه قال : خرجنا مع الشافعى من مكة نريد منى فلم ينزل واديا ولم يصعد شعبا إلا وهو يقول :

يَا رَاكِبًا قِفْ بِالْمُحَصَّبِ مِنْ مِنًى

وَاهْتِفْ بِقَاعِدِ خَيْفِهَا وَالنَّاهِضِ

سَحَرًا إِذَا فَاضَ الْحَجِيجُ إِلَى مِنًى

فَيْضًا كَمُلْتَطِمِ الْفُرَاتِ الْفَائِضِ

إِنْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ

فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ أَنِّي رَافِضِي

وقد نص رضى الله عنه على فريضة محبتهم بقوله :

يَا آلَ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ حُبُّكُمُ

فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ

يَكْفِيكُمُ مِنْ عَظِيمِ الْفَخْرِ أَنَّكُمُ

مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهُ

قال الصبان : أى صلاة كاملة أو صحيحة على قول مرجوح للشافعى وقوله : فى القرآن أنزله هو قوله تعالى :

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى)

فانظر وفقنا الله وإياك إلى هؤلاء الأئمة وهداة الأمة واقف آثارهم فى محبة أهل بيت النبوة رضى الله عنهم ، فإنك إن كنت مسلما سنيا لا تخلو من أن تكون مقلدا فى أمر دينك أحد هؤلاء الأئمة

٤٦٢

الأربعة الأعلام ومع كونهم رضى الله عنهم اختلفوا فى كثير من المسائل قد اتفقوا على هذه المسألة كما ترى وإن كنت أيها الناظر فى كتابى هذا يزيديا أو زياديا فانظر إلى سيرة أسلافك اللئام تجدها سيرة أهل النار ، وتصفح أخبارهم تجدها أخبار عار وشنار ، فإن كنت عاقلا فلا بد وأن تعلم أنهم كانوا على أقبح ضلالة ، وأفضح جهالة ، فتكون على خلاف ما كانوا عليه تدخل الجنة دار المتقين ، وتحشر فى زمرة الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين ، وإن أبيت إلا مشاركة سلفك فى السعير ، وبئس المصير ، فالزم طريقتهم تفز بما فازوا به من السبق إلى غاية الضلال ، ويحق عليك كما حق عليهم الهلاك والوبال ، وتسحب إلى الجحيم كما سحبوا بالسلاسل والأغلال ، ولا محيد لك عن إحدى هاتين الدارين فاختر منهما ما تختار ، فليس ثمة إلا الجنة أو النار .

قال سيدى عبد الوهاب الشعرانى فى المنن : ومما منّ الله تبارك وتعالى به علىّ كثرة تعظيمى للشرفاء وإن طعن الناس فى نسبهم وأرى ذلك التعظيم من بعض ما يستحقونه علىّ وكذلك أولاد العلماء والأولياء وتعظيمهم وإكرامهم بطريقه الشرعى ، ولو كانوا على غير قدم الاستقامة ثم من أقل ما أعامل به الشريف فى الإجلال والتعظيم أن أعامله مثل ما أعامل نائب أى والى مصر أو قاضى العسكر .

ومن جملة الأدب مع الشرفاء أن لا يجلس أحدنا على فرش أو مرتبة أو صفة والشريف بضد ذلك ، وأن لا نتزوج لهم مطلقة أو زوجة ماتوا عنها وكذلك لا نتزوج شريفة إلا إن كان أحدنا يعرف من نفسه القدرة على القيام بواجب حقها وأن يعمل على رضاها ، فلا يتزوج عليها ولا يتسرى ولا نقتر عليها فى

المأكل والملبس دون قدرتنا ونقول : إن جدك رسول الله صلى
عليه وسلم اختار ذلك وكذلك لا نمنعها شهوة مباحة سألتنا فيها
ونقدم لها نعلها إذا قامت واحتاجت ، ونقوم لها إذا وردت
علينا لأنها بضعة من رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وكذلك
لا ننظر لها بدنا ولو لبيع وشراء إلا إن تعين ذلك علينا شرعا ،
ولا ننظر رجلها إذا كان أحدنا بائع أخفاف ، ولا نمعن النظر
إليها فى الإزار إذا مرت علينا فإن ذلك يغضب جدها رسول
الله صلى الله عليه وسلم .

وقال رضى الله عنه ونفعنا ببركاته فى كتابه البحر المورود
فى المواثيق والعهود : أخذ علينا العهود أن لا نتزوج قط شريفة
إلا إن كنا نعد أنفسنا من خدامها لأنها بضعة من رسول الله صلى
الله عليه وسلم ، فمن كان يرى نفسه رقيقا لها ويعتقد أنه متى
خرج عن طاعتها أبق وأساء فليتزوج ومن لا فلا ينبغى له ذلك
ويقال لمن تزوجها للتبرك السلامة مقدمة على الغنيمة ، لا سيما
إن تزوج عليها أو تسرى أو آذاها ببخله وشحه ويمكن المؤمن
التبرك بها بالإحسان إليها من غير تزوج .

وبالجملة فلا يقدر على القيام بحق الشريفة وإكرامها إلا من
ماتت نفسه ، وصح له مقام الزهد فى الدنيا وباشر الإيمان قلبه
بحيث صار أولاد رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب إليه من
أهله وولده وماله ، فإن كل شىء يؤذى الشرفاء يؤذى رسول
الله صلى الله عليه وسلم . وكان سيدى على الخواص ينهى من
ينظر للشريفة وهى فى الإزار والنقاب والخف ويقول للرائى :
أنت لو رأيت شخصا يمعن النظر إلى بنتك فى الإزار أما كنت
تتشوش فكذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم .

قلت : وينبغى للمتدين إذا بايع الشريفة أوفصدها أوداواها

أن لا يفعل ذلك إلا وهو فى غاية الخجل والحياء من رسول الله صلى الله عليه وسلم ، لا سيما بائع الأخفاف ، وإن كنت يا أخى ممن يشدد فى العمل بفروع الشريعة وأنه لابد لك من رؤيتها لتشهد عليها مثلا فاستأذن بتقبليك صاحب الشرع وانظر ، وإن كنت يا أخى كامل المحبة لأولاد رسول الله صلى الله عليه وسلم فأهد إليهم ما يريدون يشترونه منك .

ثم قال رضى الله عنه : أخذ علينا العهود إذا كان لنا بنت أو أخت لها جهاز كبير وخطبها شريف فقير لايملك غير مهرها وقوت يومه وليلته أن نزوجه ولا نرده ، وذلك أن الفقر ليس بعيب نرد به الخطبة بل هو شرف ، وقد تمنى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، بل سأل ربه عز وجل أن يحشره فى زمرة الفقراء والمساكين وقال :

« اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا » .

أى لايفضل منه شىء فى غداء ولا عشاء ، فشىء اختاره رسول الله صلى الله عليه وسلم لذريته ، وأهل بيته هو غاية الشرف ومن رد شريفا فقيرا طلب تزويج ابنته يخاف عليه من المقت ، والله غنى حميد .

وكذلك أخذ علينا العهود إذا مررنا على شريف أو شريفة على قوارع الطريق يسألان الناس أن ندفع لهما مانقدر عليه من الدراهم أو الطعام أو الثياب أو نعرض عليهم الاقامة عندنا لنقوم لهم بالكفاية الشرعية ، حيث استطعنا ذلك ، ويقبح على من يدعى محبة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يمر على أولاده وهم على قوارع الطرق يسألون الناس فلايعطيهم شيئا والله غفور

رحيم. انتهى كلامه رضى الله عنه بحروفه .

وأخرج الملا فى سيرته أنه صلى الله عليه وسلم قال :

« اسْتَوْصُوا بِأَهْلِ بَيْتِي خَيْرًا فَإِنِّى أُخَاصِمُكُمْ عَنْهُمْ غَدًا ، وَمَنْ أَكُنْ خَصْمَهُ أَخْصَمَهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ أَخْصَمَهُ اللّٰهُ أَدْخَلَهُ النَّارَ » .

وفى الصحيح : أن بنت أبى لهب لما هاجرت إلى المدينة قيل لها لن تغنى عنك هجرتك أنت بنت حطب النار ، فذكرت ذلك للنبى صلى الله عليه وسلم فاشتد غضبه ، ثم قال على المنبر :

« مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُؤْذُونِى فِى نَسَبِى وَذَوِى رَحِمِى أَلَا وَمَنْ آذَى نَسَبِى وَذَوِى رَحِمِى فَقَدْ آذَانِى وَمَنْ آذَانِى فَقَدْ آذَى اللّٰهَ » أخرجه كثير من أهل السنن .

وأخرج الطبرانى والحاكم عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« يَا بَنِى عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّى سَأَلْتُ اللّٰهَ لَكُمْ ثَلَاثًا : سَأَلْتُهُ أَنْ يُثَبِّتَ قَائِمَكُمْ وَأَنْ يُعَلِّمَ جَاهِلَكُمْ ، وَيَهْدِىَ ضَالَّكُمْ فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا صَفَدَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ فَصَلَّى وَصَامَ ثُمَّ مَاتَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لِأَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ النَّارَ » .

وأخرج الطبرانى عن ابن عباس :

« بُغْضُ بَنِى هَاشِمٍ وَالْأَنْصَارِ كُفْرٌ وَبُغْضُ الْعَرَبِ نِفَاقٌ » .

وأخرج ابن عدى والبيهقى فى شعب الإيمان عن على رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« مَنْ لَمْ يَعْرِفْ عِتْرَتِى وَالْأَنْصَارَ فَهُوَ لِأَحَدِ ثَلَاثٍ إِمَّا مُنَافِقٌ وَإِمَّا لِزِنْيَةٍ وَإِمَّا لِغَيْرِ طُهْرٍ » .

يعنى حملته أمه على غير طهر .

وأخرج الطبرانى فى الأوسط عن جابر بن عبد الله قال : خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم . فسمعته : وهو يقول :

« أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَبْغَضَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَهُودِيًّا » .

وعن أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه أنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« لَا يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ » .

رواه الحاكم ، وصححه على شرط الشيخين .

وعن على رضى الله عنه وكرم وجهه أنه قال لمعاوية رضى الله عنه : إياك وبغضنا ، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :

«لَا يُبْغِضُنَا وَلَا يَحْسُدُنَا أَحَدٌ إِلَّا ذِيدَ عَنِ الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِنْ نَارٍ» رواه الطبرانى .

وروى أحمد مرفوعا «مَنْ أَبْغَضَ أَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ» .

وقال صلى الله عليه وسلم: «حُرِّمَتِ الْجَنَّةُ عَلَى مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ بَيْتِى وَآذَانِى فِى عِتْرَتِى» .

وقال عليه الصلاة والسلام: «سَبْعَةٌ لَعَنْتُهُمْ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٍ وعد منهم صلى الله عليه وسلم الْمُسْتَحِلَّ مِنْ عِتْرَتِهِ مَا حَرَّمَ اللهُ» .

(فصــل)

فى جملة آثار وقصص فى إكرام السلف الصالح وغيرهم لهم رضي الله عنهم

قال الحافظ ابن حجر العسقلانى فى الإصابة : قال يحيى ابن سعيد الأنصارى عن عبيد بن حنين : حدثنى الحسين بن على قال : أتيت عمر ، وهو يخطب على المنبر فصعدت إليه فقلت : انزل عن منبر أبى واذهب إلى منبر أبيك فقال عمر : لم يكن لأبى منبر وأخذنى فأجلسنى معه أقلب حصى بين يدى فلما نزل انطلق بى إلى منزله ثم قال لى : لو جعلت تغشانا قال فأتيته يوما وهو خال بمعاوية وابن عمر بالباب ، فرجع ابن عمر ، فرجعت معه ، فلقينى بعد فقال لى : لم أرك ؟ قلت :

يا أمير المؤمنين إني جئت وأنت خال بمعاوية ، فرجعت مع ابن عمر فقال : أنت أحق من ابن عمر ، فإنما أنبت ما ترى فى رءوسنا الله ثم أنتم قال الحافظ سنده صحيح .

وروى أبو الفرج الأصفهانى من طريق عبيد الله بن عمر القواريرى قال : حدثنا يحيى بن سعيد عن سعيد بن أبان القرشى ، قال : دخل عبد الله بن حسن بن حسن على عمر بن عبد العزيز وهو حديث السن له وفرة فرفع مجلسه وأقبل عليه وقضى حوائجه ، ثم أخذ عكنة من عكنه فغمزها ، حتى أوجعه وقال : أذكرها عندك للشفاعة ، فلما خرج لامه قومه وقالوا : فعلت هذا بغلام حدث فقال : إن الثقة حدثنى حتى كأنى أسمعه من فى رسول الله صلى الله عليه وسلم .

« إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّى يَسُرُّنِى مَا يَسُرُّهَا » .

وأنا أعلم أن فاطمة لو كانت حية لسرها مافعلت بابنها قالوا فما معنى غمزك بطنه ، وقولك ماقلت ؟ قال : إنه ليس أحد من بنى هاشم إلا وله شفاعة فرجوت أن أكون فى شفاعة هذا .

وروى عن عبد الله هذا قال : أتيت باب عمر بن عبد العزيز فى حاجة فقال لى : إذا كانت لك حاجة فأرسل إلى أو اكتب فإنى أستحيى من الله أن أراك على بابى .

وروى : أن الإمام مالكا لما ضربه جعفر بن سليمان ونال منه مانال وحمل مغشيا عليه ودخل عليه الناس فأفاق فقال : أشهدكم أنى جعلت ضاربى فى حل . فسئل بعد ذلك فقال : خفت أن أموت فألقى النبى صلى الله عليه وسلم فأستحيى منه

أن يدخل بعض آله النار بسببى .

وقيل : إن المنصور أقاده من جعفر فقال له : أعوذ بالله والله ما ارتفع منها سوط عن جسمى إلا وقد جعلته فى حل لقرابته من رسول الله صلى الله عليه وسلم .

وحدث الشيخ الأكبر سيدى محيى الدين بن العربى رضى الله عنه فى كتابه مسامرات الأخيار بسنده المتصل إلى عبد الله ابن المبارك ، قال : كان بعض المتقدمين قد حبب إليه الحج ؛ قال : فحدثت أنه ورد الحاج فى بعض السنين إلى بغداد فعزمت على الخروج معهم إلى الحج ، فأخذت فى كمى خمسمائة دينار ، وخرجت إلى السوق لأشترى آلة الحج ، فبينما أنا فى بعض الطريق عارضتنى امرأة فقالت ، يرحمك الله إنى امرأة شريفة ، ولى بنات عراة واليوم الرابع ما أكلنا شيئا ، قال فوقع كلامها فى قلبى فطرحت الخمسمائة دينار فى طرف إزارها وقلت عودى إلى بيتك فاستعينى بهذه الدنانير على وقتك ، فحمدت الله وانصرفت ونزع الله عز وجل من قلبى حلاوة الخروج فى تلك السنة ، فخرج الناس وحجوا وعادوا فقلت : أخرج للقاء الأصدقاء والسلام عليهم ، فخرجت فجعلت كلما لقيت صديقا وسلمت عليه ، وقلت له : قبل الله حجك وشكر سعيك يقول لى : وأنت قبل الله حجك فطال على ذلك فلما كان الليل نمت فرأيت النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام يقول لى لا تعجب من تهنئة الناس لك بالحج أغثت ملهوفا وأغنيت ضعيفا فسألت الله تعالى فخلق فى صورتك ملكا فهو يحج عنك فى كل عام فإن شئت فحج وإن شئت لا تحج .

وعن الشيخ زين الدين عبد الرحمن الخلال البغدادى أن بعض أمراء تيمورلنك أخبره أنه لما مرض مرض الموت

اضطرب ذات يوم اضطرابا شديدا واسود وجهه وتغير لونه ثم أفاق فذكروا له ذلك فقال إن ملائكة العذاب أتوه فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لهم اذهبوا عنه فإنه كان يحب ذريتى ويحسن إليهم فذهبوا .

وعن شمس الدين محمد بن حسن الخالدى قال رأى بعض أصحابنا النبي صلى الله عليه وسلم فى المنام ورأى عنده تيمورلنك فقال له وصلت إلى هنا ياعدو الله فقال له النبى صلى الله عليه وسلم إلياك يامحمد فإنه كان يحب ذريتى .

وحكى العلامة ابن حجر الهيتمى عن التقى الفارسى عن بعض الأئمة أنه كان يبالغ فى تعظيم الأشراف فسئل عن سبب تلك المبالغة فقال إن شخصا من الأشراف يقال له مطير قد مات وكان كثير اللعب واللهو فتوقف الأستاذ عن الصلاة عليه فرأى النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام ومعه فاطمة الزهراء فأعرضت عنه فاستعطفها حتى أقبلت عليه وعاتبته وقالت له أما يسع جاهنا مطيرا .

وقال المقريزى : حدثنى قاضى القضاة عز الدين عبدالعزيز بن عبد العزيز البكرى البغدادى الحنبلى قال : رأيت فى المنام كأنى بمسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد انفتح القبر المقدس ، وخرج منه رسول الله صلى الله عليه وسلم وجلس ، وعليه أكفانه وأشار بيده المقدسة أن تعال فقمت وجئت حتى دنوت منه فقال لى قل للمؤيد يفرج عن عجلان فانتبهت وصعدت على عادتى إلى مجلس السلطان الملك المؤيد وأخذت أحلف له أيمانا حرجة أنى ما رأيت عجلان قط ولابينى وبينه معرفة ثم قصصت عليه رؤياى فسكت وأقمنا حتى انفض المجلس ، فقام وخرج من مجلسه إلى دركاة القلعة ووقف

عند مرماة نشاب استجدها ثم استدعى بالشريف عجلان الحسينى أمير المدينة من سجنه وأفرج عنه .

قال : واتفق أن الشريف سرداح بن مقبل الحسنى قبض على أبيه مقبل أمير ينبع فى سنة خمس وعشرين وثمانمائة وأنعم عوضه فى إمرة ينبع ابن أخيه عقيل وحمل حتى سجن بالإسكندرية ومات فى سجنه وكحل ابنه سرداح هذا حتى سالت حدقتاه ، وورم دماغه ونتن ، وأقام خارج القاهرة مدة ، وهو أعمى ، ثم مضى إلى المدينة النبوية ، ووقف تجاه قبر جده المصطفى صلى الله عليه وسلم ، وشكا ما به وبكى ودعا الله تعالى : ثم انصرف وبات تلك الليلة فرأى فى منامه رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وقد مسح بيده المقدسة على عينيه ، فانتبه وقد رد الله عليه بصره فاشتهر خبره عند أهل المدينة ، وأقام عندهم مدة ثم عاد إلى القاهرة فبلغ السلطان الملك الأشرف برسباى قدومه وأنه يبصر فقبض عليه وطلب المزينين اللذين كحلاه وضربهما ضربا مبرحا فأقاما عنده بينة يرتضيها من أتباعه بأنهم شاهدوا الميل ، وقد أحمى بالنار ثم كحل به سرداح فسالت حدقتاه بحضورهم فكف عنهما وكذلك أخبر أهل المدينة أنهم شاهدوا سرداحا وهو ذاهب الحدقتين ثم إنه أصبح عندهم وقد أبصر بعد عماه وقص عليهم رؤياه فأفرج عنه حتى مات بالطاعون سنة ثلاث وثلاثين وثمانمائة .

ونقل الشيخ العدوى فى مشارق أنواره عن ابن الجوزى فى كتابه الملتقط . أنه كان رجل ببلخ من العلويين نازلا بها وكان له زوجة وبنات فتوفى الرجل قالت المرأة : فخرجت بالبنات إلى سمرقند خوفا من شماتة الأعداء . فوصلت فى

القوت ، فرأيت الناس مجتمعين على شيخ ؛ فسألت عنه :
فقالوا هذا شيخ البلد ، فتقدمت إليه ، وشرحت حالى له
فقال : أقيمى عندى البينة أنك علوية ولم يلتفت إلى ، فعدت إلى
المسجد ، فرأيت فى طريقى شيخا جالسا على دكة وحوله
جماعة.فقلت من هذا : فقالوا : ضامن البلد وهو مجوسى فقلت
عسى أن يكون عنده فرج ، فتقدمت إليه وحدثته حديثى وما
جرى لى مع شيخ البلد وأن بناتى فى المسجد مالهن شىء يقتتن
به فصاح بخادم له فخرج فقال : قل لسيدتك تلبس ثيابها
فدخل وخرجت ومعها جوار فقال لها اذهبى مع هذه إلى
المسجد الفلانى واحملى بناتها إلى الدار ، فجاءت معى وحملت
بناتى إلى الدار ، وقد أفرد لنا دارا فى بيته ، وأدخلنا الحمام ،
وكسانا ثيابا فاخرة ، وأرغد علينا بألوان الأطعمة ، فلما كان
نصف الليل رأى شيخ البلد كأن القيامة قد قامت وأن اللواء
على رأس محمد صلى الله عليه وسلم فأعرض عنه ، فقال :
يارسول الله تعرض عنى وأنا رجل مسلم ؟ فقال له أقم البينة
عندى أنك مسلم ، فتحير الرجل فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم : نسيت ماقلت للعلوية ، وهذا القصر للشيخ الذى هى
فى داره الآن ، فانتبه الرجل وهو يبكى ، ويلطم وبعث غلمانه
فى البلد ، وخرج هو بنفسه يدور على العلوية فأخبر أنها فى دار
المجوسى فجاء إليه فقال : أين العلوية : فقال عندى فقال : إنى
أريدها ، قال : مالى هذا سبيل قال : هذه ألف دينار وتسلمها
إلى فقال : لا والله ولا بمائة ألف دينار ، فلما ألح عليه قال له
المنام الذى أنت رأيته أنا أيضا رأيته والقصر الذى رأيته لى حق
وأنت تتعزز على بإسلامك والله مادخلت بيتنا إلا وقد أسلمنا

كانا على يديها وعادت بركتها علينا ، ورأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لى : هذا القصر لك ولأهلك بما فعلت مع العلوية وأنتم من أهل الجنة .

وحدث سيدى عبد الوهاب الشعرانى قال : أخبر السيد الشريف بزاوية الخطاب رحمه الله تعالى قال : ضرب كاشف البحيرة شريفا فرأى رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك الليلة فى منامه ، وهو يعرض عنه فقال : يارسول الله ما ذنبى ؟ قال : تضربنى وأنا شفيعك يوم القيامة ؟ فقال : يارسول الله ماأتذكر أنى ضربتك ، فقال : أما ضربت ولدى ؟ فقال : نعم فقال : ماوقعت ضربتك إلا على ذراعى هذا ثم أخرج صلى الله عليه وسلم ذراعه متورما كخلاية النحل نسأل الله العافية .

وقال المقريزى : حدثنى الرئيس شمس الدين محمد بن عبد الله العمرى قال : سرت يوما فى خدمة القاضى جمال الدين محمود العجمى محتسب القاهرة من منزله حتى جاء إلى بيت الشريف عبد الرحمن الطباطبى المؤذن ومعه نوابه وأتباعه ، فاستأذن عليه ، فخرج من منزله ، وعظم عليه مجىء المحتسب إليه ، وأدخله منزله فدخلنا معه وجلسنا بين يديه على مراتبنا ، فلما اطمأن به الجلوس قال للشريف : ياسيد حاللنى قال : لم أحاللك يامولانا ؟ قال : لما صعدت البارحة إلى القلعة ، وجلست بين يدى مولانا السلطان يعنى الملك الظاهر برقوق ، فجئت أنت وجلست فوقى فى المجلس قلت فى نفسى كيف يجلس هذا فوقى بحضرة السلطان ، ثم لما قمنا وكان الليل ، ونمت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لى : يامحمود تأنف أن تجلس تحت ولدى ، فبكى عند ذلك الشريف عبد الرحمن وقال

يامولانا ومن أنا حتى يذكرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فبكى الجماعة وسألوه الدعاء وانصرفنا .

وعن سيدى محمد الفارسى أنه قال : كنت أبغض أشراف المدينة بنى حسين لأنه كان يرى منهم مايخالف ظاهره السنة فقال لى النبى مناما : يافلان باسمى مالى أراك تبغض أولادى قلت : حاشا لله ماأكرههم يارسول الله ، وإنما كرهت مارأيت من فعلهم فقال لى مسألة فقهية أليس الولد العاق يلحق بالنسب ؟ قلت : بلى يارسول الله قال : هذا ولد عاق ، فلما إنتبهت صرت لا ألقى منهم أحدا إلا بالغت فى إكرامه وقد تقدمت هذه القصة فى خصائصهم .

قال ابن حجر الهيتمى : قال تعالى لنبيه فى عشيرته (فإنْ عصوكَ فقُل إنى برىءٌ مما تعملونَ) ولم يقل إنى برىء منكم مراعاة لحق القرابة ، ولحمة النسب . قلت : وحدثنى أحد الأجلاء قال : كان أمير من أمراء العراق شديد المحبة للأشراف كثير التعظيم والإجلال لهم ، فكان إذا حضر أحدهم فى مجلسه لايجلسه إلا فى الصدر وإن كان هناك من هو أكثر منه مالا وأعظم جاها من أبناء الدنيا ، فدخل عليه مرة شريف وفى المجلس عالم ذو منزلة ، فلم يسع الشريف إلا الجلوس فوقه لاستحقاقه وعامه بأن ذلك يرضى الأمير ، فظهرت الكراهية فى وجه العالم وتكلم بما لاينبغى ، فأعرض الأمير عن حديثه ، وانتقل إلى حديث آخر ثم بعد أن تنوسى هذا الأمر سأله عن ولد له يطالب العلم ، فأجابه بأنه مازال يحفظ المتون ويقرأ الدروس وإنه علمه كذا وقرأ له كذا ، ورتب له درسا فى

الصباح ، وآخر فى وقت آخر وأخذ يخبره بأحواله ، فقال له : هلا رتبت له نسبا ، وعلمته شرفا ، حتى يكون من أولاد النبى صلى الله عليه وسلم ؟ فقال : وقد غفل عما اقترفه : هذا لايكون بالترتيب والتعليم ، وإنما هو بسابق عناية لامدخل للكسب فيها ، فصاح به الأمير : إذا كنت تعلم هذا ياخبيث فلماذا أنفت من جلوس الشريف فوقك والله لاتطأ مجلسى أبدا ثم أمر بطرده فطرد .

الخاتمة

فى بيان فضل الصحابة

وأن محبة آل البيت لاتجدى نفعا

إذا خالطها بغض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم

إن أصحابه صلى الله عليه وسلم قد صحبوه فى السراء والضراء ، ولازموه فى الشدة والرخاء ، وفدوه بالأموال والأرواح ، وجالدوا أمامه بالسيوف والرماح ، ووالوا من والاه ، وعادوا من عاداه ، ولو كانوا آباءهم أو أبناءهم أو إخوانهم أو عشيرتهم ، وكانوا يحبون الخير لأقارب رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثر من أقارب أنفسهم ، هذا سيدهم أبو بكر الصديق رضى الله عنه لما أسلم أبوه يوم الفتح ، وهناه رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك قال : والله لإسلام أبى طالب كان أحب إلى من إسلامه ، وماذاك إلا لأنى أعلم أنه أحب إليك يارسول الله . وهذا عمر بن الخطاب رضى الله عنه لما أسلم العباس عم النبى صلى الله عليه وسلم قال :

والله لإسلامه أحب إلىّ من إسلام الخطاب لأنه أحب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم . وقد نال المهاجرين منهم فى ابتداء الإسلام من معاداة قريش وأذاهم لهم وتعذيبهم إياهم بأنواع العذاب ما لاتثبت له الجبال الرواسخ ، وهم مع ذلك لايبغون بدين الله بدلا ، ولايصدهم عن محبة رسول الله صاد : ولا تنس الأنصار رحم الله الأنصار وأبناء الأنصار وأبناء أبناء الأنصار فقد واسوه صلى الله عليه وسلم والمهاجرين من أصحابه بأموالهم وفدوه بنفوسهم ، حتى ظهر أمر الله .
وانظر رحمك الله إلى جواب سيدهم سعد بن معاذ حين قال صلى الله عليه وسلم قبيل وقعة بدر .

« أَشِيرُوا عَلَىَّ » .

فأجابه من المهاجرين أبو بكر وعمر والمقداد رضى الله عنهم فأحسنوا فلم يقنع صلى الله عليه وسلم بأجوبتهم وكرر قوله « أشيروا على ثلاث مرات » فقال سعد رضى الله عنه : والله لكأنك تريدنا يارسول الله قال « أجل » قال : قد آمنا بك وصدقناك وشهدنا أن ماجئت به هو الحق ، وأعطيناك على ذلك عهودا ومواثيق على السمع والطاعة فامض يارسول الله لما شئت ، وصل حبال من شئت ، واقطع حبال من شئت ، وسالم من شئت ، وعاد من شئت ، وخذ من أموالنا ماشئت ، وأعطنا ما شئت ، وما أخذت منا كان أحب إلينا مما تركت ، وما أمرت به من أمر ، فأمرنا تبع أمرك فو الذى بعثك بالحق لو استعرضت بنا هذا البحر فخضته لخضناه معك ماتخلف منا رجل واحد ، ومانكره أن نلقى عدونا إنا لصبر عند الحرب . صدق عند اللقاء ، ولعل الله أن يريك منا ما تقر به عينك فسر على بركة الله ، فنحن عن يمينك وشمالك ، وبين يديك ،

وخلفك ، ولانكونن كالذين قالوا لموسى :

(اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُونَ) .

ولكن اذهب أنت وربك فقاتلا إنا معكما متبعون ؛ وهذه في الحقيقة صفات الصحابة عموما المهاجرين والأنصار رضى الله عنهم أجمعين .

تنبيه : قال الفخر الرازى : قوله تعالى :

(إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى) .

فيه منصب عظيم للصحابة رضوان الله عليهم ، لأنه تعالى قال :

(والسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ) .

فكل من أطاع الله كان مقربا عند الله تعالى ، فدخل تحت قوله (إلا المودة فى القربى) .

والحاصل أن هذه الآية : تدل على وجوب حب آل رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وحب أصحابه ، وهذا المنصب لا يسلم إلا على قول أصحابنا أهل السنة والجماعة الذين جمعوا بين حب العترة والصحابة قال صلى الله عليه وسلم :

«مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِى كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَ فِيهَا نَجَا» .

وقال صلى الله عليه وسلم : « أَصْحَابِى كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ » .

ونحن الآن فى بحر التكليف ، وتضربنا أمواج الشبهات والشهوات . وراكب البحر يحتاج إلى أمرين : أحدهما السفينة

الخالية من العيوب ، والثقب . والثانى : الكواكب الظاهرة الطالعة النيرة ، فإذا ركب تلك السفينة ، ووقع نظره على تلك الكواكب ، كان رجاء السلامة غالبا فلذلك ركب أصحابنا أهل السنة سفينة حب آل محمد ، ووضعوا أبصارهم على نجوم الصحابة ، فرجوا من الله أن يفوزوا بالسلامة والسعادة فى الدنيا والآخرة اه .

فمن فضائلهم رضوان الله عليهم بوجه العموم ، قوله صلى الله عليه وسلم :

« احْفَظُونِى فى أَصْحابِى وَأَصْهارِى فَمَنْ حَفِظَنِى فِيهِمْ حَفِظَهُ اللهُ فى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِى فِيهِمْ تَخَلَّى اللهُ عَنْهُ ، وَمَنْ تَخَلَّى اللهُ عَنْهُ أَوْشَكَ أَنْ يَأْخُذَهُ » .

وقال صلى الله عليه وسلم : « أَكْرِمُوا أَصْحابِى فَإِنَّهُمْ خِيارُكُمْ » .

وروى مسلم قوله صلى الله عليه وسلم :

« لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحابِى فَوَالَّذِى نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ » .

فائدة نفيسة : نقل الحافظ السيوطى عن الإمام السبكى

رحمهما الله تعالى أن الخطاب فى الحديث لمن أسلم بعد الفتح وقوله « أصحابى » المراد بهم : من أسلم قبل الفتح قال : ويرشد إليه قوله « لو أن أحدكم أنفق » الخ مع قوله تعالى:

(لا يَسْتَوِى مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا) .

فالحديث على هذا فى حق المتقدمين قبل الفتح ، ويدخل من بعدهم فى حكمهم فإنهم بالنسبة إلى من بعدهم ، كالذين من قبلهم بالنسبة إليهم قال يعنى السبكى : وسمعت شيخنا الشيخ تاج الدين بن عطاء الله يذكر فى مجلسه فى الوعظ تأويلا آخر .

يقول : إن النبى صلى الله عليه وسلم له تجليات يرى فيها من بعده فيكون الكلام منه صلى الله عليه وسلم فى تلك التجليات خطابا لمن بعده فى حق الصحابة الذين قبل الفتح وبعده اهـ .

وقال عليه الصلاة والسلام : « إِنَّ اللهَ اخْتَارَنِى وَاخْتَارَ لِى أَصْحَابِى وَجَعَلَ لِى مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا » رواه الطبرانى

وقوله صرفا ولا عدلا : أى فرضا ولا نفلا .

وعن ابن عمر قال : لا تسبوا أصحاب محمد فلمقام أحدهم ساعة خير من عمل أحدكم عمره .

وقال صلى الله عليه وسلم : « اللهَ اللهَ فى أَصْحابى لاتَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِى فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّى أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِى أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذاهُمْ فَقَدْ آذانِى ، وَمَنْ آذانِى فَقَدْ آذَى اللهَ ، وَمَنْ آذَى اللهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ » .

وعن جابر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :

« إِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ وَأَصْحابِى يَقِلُّونَ فَلا تَسُبُّوهُمْ لَعَنَ اللهُ مَنْ سَبَّهُمْ » .

وعن ابن عباس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذابًا يَوْمَ الْقِيامَةِ مَنْ شَتَمَ الأَنْبِياءَ ثُمَّ أَصْحابِى ثُمَّ الْمُسْلِمِينَ » .

وقال صلى الله عليه وسلم « إِذَا أَرَادَ اللهُ بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِى خَيْرًا أَلْقَى حُبَّ أَصْحابِى فى قَلْبِهِ » .

وقال عليه الصلاة والسلام : « إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحابِى فَقُولُوا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ » .

وقال عليه الصلاة والسلام « إِنَّ شِرَارَ أُمَّتِى أَجْرَؤُهُمْ عَلَى صَحابَتِى » .

وقال صلى الله عليه وسلم « سَأَلْتُ رَبِّى فِيما يَخْتَلِفُ فِيهِ أَصْحَابِى مِنْ بَعْدِى فَأَوْحَى إِلَىَّ : يامُحَمَّدُ إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِى بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِى السَّماءِ بَعْضُها أَضْوَأُ مِنْ بَعْضٍ ، فَمَنْ أَخَذَ بِشَىْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ فَهُوَ عِنْدِى عَلَى هُدًى » .

وقال صلى الله عليه وسلم « شَفَاعَتِى مُبَاحَةٌ إِلَّا لِمَنْ سَبَّ أَصْحَابِى » .

وقال صلى الله عليه وسلم « مامِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِى يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَنُورًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » .

وقال صلى الله عليه وسلم : « إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِى فَأَمْسِكُوا » .

قال العلقمى : هذا علم من أعلام النبوة علم به عليه الصلاة والسلام ، وأمرنا أن نمسك عما شجر بين الصحابة أى وجوبا ، وما وقع بينهم من الحروب والمنازعات التى قتل بسببها كثير منهم ، فتلك دماء طهر الله منها أيدينا فلا نلوث بها ألسنتنا ، ونرى الكل مأجورين فى ذلك ، لأنه صدر منهم باجتهاد والمجتهد فى مسأله ظنية مأجور واو أخطأ .

وقال المناوى فى شرح قوله صلى الله عليه وسلم :

« اللهَ اللهَ فِى أَصْحَابِى لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِى » الخ .

وخص الوعيد بالبعدية لما اطلع عليه مما سيكون بعده من

ظهور البدع ، وإيذاء بعضهم زعما منهم الحب لبعض آخر وهذا من باهر معجزاته ، وقد كان فى حياته حريصا على حفظهم ، والشفقة عليهم .

أخرج البيهقى عن ابن مسعود قال :

« خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلّى اللهُ عليه وَسلمَ فقَال : أَلا لَا يُبَلِّغُنِى أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِى شَيْئًا فَإِنِّى أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْهِمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ » .

قال . وإن ملحد تعرض إليهم وكفر نعمة قد أنعم الله بها عليهم فجهل منه وحرمان ، وسوء فهم ، وقلة إيمان إذ لو لحقهم نقص لم يبق فى الدين ساق قائمة لأنهم النقلة إلينا فإذا جرح النقلة دخل الطعن فى الآيات والأحاديث وبذلك ذهاب الأنام وخراب الإسلام إذ لا وحى بعد المصطفى وعدالة المبلغ شرط لصحة التبليغ اهـ .

وقال العلامة ابن حجر الهيتمى فى كتابه « أسنى المطالب فى صلة الأقارب » : يلزم المسلم أن يتأدب مع صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم وأهل بيته بالترضى عنهم ، ومعرفة فضلهم وحقهم ، والإمساك عما شجر بينهم ، مع نزاهة كل منهم عن ارتكابه شيئا يعتقد حرمته ، بل كل منهم مجتهد ، فهم مجتهدون مثابون المحق منهم بعشرة أجور ، والمخطىء بأجر واحد والعقاب واللوم والنقص مرفوع عن جميعهم فتفطن لذلك وإلا زلت قدمك وحق ....

وقال العلامة اللقانى فى « شرح جوهرته الكبير » : وسبب تلك الحروب أن القضايا كانت مشتبهة فلشدة اشتباهها اختلف اجتهادهم ، وصاروا ثلاثة أقسام : قسم ظهر له بالاجتهاد أن الحق فى هذا الطرف وأن مخالفه باغ ، فوجب عليهم نصرته ، وقتال الباغى عليه فيما اعتقدوه ، ففعلوا ذلك ، ولم يكن يحل لمن هذه صفته التأخير عن مساعدة الإمام العادل فى قتال البغاة فى اعتقاده . وقسم عكسه سواء بسواء . وقسم ثالث اشتبهت عليهم القضية وتحيروا فيها ، فلم يظهر لهم ترجيح أحد الطرفين فاعتزلوا الفريقين ، وكان هذا الاعتزال هو الواجب فى حقهم ، لأنه لا يحل الإقدام على قتال مسلم حتى يظهر استحقاقه لذلك .

وبالجملة : فكلهم معذورون مأجورون ، ولهذا اتفق أهل الحق ومن يعتد به فى الإجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وتحقيق عدالتهم اه .

وقال العلامة السعد : والذى اتفق عليه أهل الحق أن المصيب فى جميع ذلك علىّ رضى الله عنه . والتحقيق أنهم كلهم عدول متأولون فى تلك الحروب وغيرها من المخاصمات والمنازعات لم يخرج شىء منها أحدا منهم عن عدالته إذ هم مجتهدون اه .

تنبيه : اطلعت للحافظ السيوطى على رسالة سماها « إلقام الحجر لمن زكى ساب أبى بكر وعمر » نقل فيها الاتفاق على فسق ساب مطلق الصحابة إذا لم يستحل ذلك وإذا استحله فهو كافر لأن أدنى مراتبه أنه محرم وفسق واستحلال الحرام كفر إذا كان

تحريمه معلوما من الدين بالضرورة وتحريم سب الصحابة كذلك .

قال : وهو من الكبائر لأن الكبيرة على ماصححه المتأخرون كل جريمة تؤذن بقلة اكتراث مرتكبها بالدين ، ورقة الديانة وممن صحح ذلك ابن السبكى فى جمع الجوامع وسبهم كذلك وما أجرأ فاعله على الله ورسوله وأقل اكتراثه بالدين .

أظن الخبيث لعنه الله أن مثل هؤلاء يستحق السب وهو مبرأ تقى نقى مستأهل للمدح ، والثناء كلا والله بفيه الحجر بل إذا ظن أنهم يستحقون السب اعتقدنا أنه يستحق الحرق ، وزيادة اهـ .

وقال المناوى فى شرح قوله صلى الله عليه وسلم :

« مَنْ سَبَّ أَصْحَابِى فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ » .

هذا شامل لمن لابس القتل ، لأنهم مجتهدون فى تلك الحروب متأولون فسبهم كبيرة ، ونسبتهم إلى الضلال أو الكفر كفر اهـ .

وقال القاضى عياض فى الشفاء : سب الصحابة وتنقيصهم حرام ملعون فاعله . قال : وقال مالك: من قال إن أحدا منهم على ضلال قتل ومن شتمهم بغير هذا نكل نكالا شديدا اهـ هذا فى مطلق الصحابة .

وأما سب أحد الشيخين أبى بكر وعمر أو أحد الختنين عثمان وعلى فيعلم حكمه مما نقله السيوطى فى رسالته المذكورة عن الإمام السبكى ، حيث قال : ورأيت الشيخ تقى الدين السبكى

صنف كتابا سماه « خيرة الإيمان الجلى لأبى بكر وعمر وعثمان وعلىّ » بسبب رافضى وقف فى الملأ وسب الشيخين وعثمان وجماعة من الصحابة ، فاستتيب فلم يتب ، فحكم المالكى بقتله وصوّبه السبكى فيما فعل وألف فى تصويبه الكتاب المذكور وذكر فيه عن القاضى حسين من أصحابنا وجهين فيمن سب أحد الشيخين أو الختنين : يكفر وإن لم يستحل لأن الأمة أجمعت على إمامتهم والثانى : يفسق ولا يكفر ، ثم نقل عن الحنفية نقولا كثيرة بعضها بالتكفير ، وبعضها بالتضليل ثم مال السبكى إلى تصحيح التكفير لمآخذ ذكرها ثم نقل عن المالكية والحنابلة نقولا كذلك اهـ ولنكتف بهذا هنا .

ونذكر شيئا من فضائل الخلفاء الراشدين الأربعة رضوان الله عليهم ونرتبهم بحسب الاستحقاق لا بحسب الاتفاق .

أبو بكر الصديق رضى الله عنه

قال الله تعالى : (إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ » .

قال المفسرون : الصاحب : هو أبو بكر الصديق ، وهو المنزل عليه السكينة لأن النبى صلى الله عليه وسلم ما زالت عليه السكينة . قال الحسن البصرى رضى الله عنه : عاتب الله تعالى

جميع أهل الأرض غير أبى بكر فقال (إلا تنصروه فقد نصره الله) الآية :

وقال تعالى : (وَيَتَجَنَّبُهَا الأَتْقَى الَّذِى يُؤْتِى مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى) .

نزلت فى أبى بكر رضى الله عنه كما فى التفاسير ، وعنه رضى الله عنه قال : قلت للنبى صلى الله عليه وسلم وأنا فى الغار لو أن أحدهم نظر تحت قدمه لأبصرنا قال :

« مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا »

أخرجه البخارى ومسلم.

وأخرجا عن عمرو بن العاص رضى الله عنه قال : قلت « يارسول الله أى الناس أحب إليك ؟ قال :

« عَائِشَةُ فَقُلْتُ : مِنَ الرِّجَالِ ؟ قَالَ أَبُوهَا ، قَالَ قُلْتُ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَكْرَهُ فَوْقَ السَّمَاءِ أَنْ يُخَطَّأَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ فِى الأَرْضِ » .

وعن عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فى مرضه :

« ادْعِى لِى أَبَاكِ وَأَخَاكِ حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا

فإنِّى أخافُ أنْ يتمنَّى مُتَمَنٍّ وَيقُولَ قائِلٌ أنا أوْلى
وَيأبى اللهُ وَالمُؤمِنُونَ إلا أبا بكرٍ » رواه مسلم .

وعن أبى موسى الأشعرى رضى الله عنه قال :

« مَرِضَ النَّبِىُّ صلى اللهُ عليهِ وَسلمَ فاشْتَدَّ مرَضُهُ
فقَالَ : مُرُوا أبا بكرٍ فليُصَلِّ بِالنَّاسِ ، فقالَتْ عائِشَةُ
يا رَسولَ اللهِ إنَّ أبا بكرٍ رَجُلٌ رَقِيقُ القلْبِ إذا قامَ
مَقامَكَ لم يَسْتَطِعْ أنْ يُصَلِّىَ بِالنَّاسِ فقالَ مُرِى أبا بكرٍ
فَلْيُصَلِّ بالنَّاسِ فعادَتْ فقَالَ : مُرِى أبا بكرٍ فَلْيُصَلِّ
بِالنَّاسِ فإنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ فأتاهُ الرَّسُولُ
فصَلَّى بِالنَّاسِ فى حَياةِ رَسُولِ اللهِ صلى اللهُ عليه وَسلمَ »
أخرجه البخارى ومسلم

وعن عمار بن ياسر قال : قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم :

« أتانى جِبْرِيلُ آنِفًا فقُلْتُ : يا جِبْرِيلُ حَدِّثْنِى
بِفَضائِلِ عُمَرَ بْنِ الخطَّابِ ؟ فقال يا محمَّدُ لوْ حَدَّثْتُكَ
بِفضائِلِ عُمَرَ مُنْذ مالَبِثَ نُوحٌ فى قوْمِه ألْفَ سَنَةٍ
إلّا خمْسِينَ عامًا ما نفِدَتْ فضائِلُ عُمَرَ وَإنَّ عُمَرَ حَسَنَةٌ

مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ »

وعن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« أَمَا إِنَّكَ يا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي » .

وعن عمر بن الخطاب أنه قال : أبو بكر سيدنا وخيرنا وأحبنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه الترمذى وقال صحيح .

وعنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« ما لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَأْنَاهُ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ » .

وقال صلى اللهُ عليه وسلمَ « إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقْتَ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ » رواه البخارى .

وعن على رضى الله عنه أنه قال : أيها الناس أخبرونى من هو أشجع الناس ؟ قالوا : أنت قال : إنى ما بارزت أحدا إلا انتصفت منه ، ولكن أخبرونى بأشجع الناس ؟ قالوا لا نعلم فمن ؟ قال : أبو بكر ، إنه لما كان يوم بدر جعلنا لرسول الله صلى الله عليه وسلم عريشا فقلنا : من يكون مع رسول الله صلى الله عليه وسلم لئلا يهوى إليه أحد من المشركين ، فوالله

ما دنا منا أحد إلا أبو بكر شاهرا بالسيف على رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم لايهوى إليه أحد إلا أهوى إليه ، فلهذا كان أشجع الناس ذكره السيوطى فى الرسالة المذكورة. وفيها وفى أسنى المطالب لابن حجر المكى أخرج البزار وأبونعيم فى فضـــائل الصحابة عن على كرم الله وجهه أنه قال : أيها الناس أخبرونى بأشجع الناس؟ قالوا: لانعلم فمن ؟ قال أبوبكر ، لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأخذته قريش فهذا يجؤه ، وهذا يتله ، وهم يقولون : أنت الذى جعلت الآلهة إلها واحدا قال : فوالله ما دنا منا أحد إلا أبو بكر ، يضرب هذا ، ويجىء هذا ويقاتل هذا وهو يقول : ويلكم أتقتلون رجلا أن يقول ربى الله ، ثم رفع على بردة كانت عليه ، فبكى حتى اخضلت لحيته ، ثم قال : أنشدكم أمؤمن آل فرعون خير أم أبوبكر؟ فسكت القوم فقال : ألا تجيبونى ؟ فوالله لساعة من أبى بكر ، خير من مثل مؤمن آل فرعون ذالك رجل يكتم إيمانه ، وهذا رجل أعلن إيمانه .

وأخرج البزار عن أسيد بن صفوان قال : لما توفى أبوبكر سجى بثوب فارتجت المدينة بالبكاء ، ودهش الناس كيوم قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وجاء على كرم الله وجهه مسرعا مسترجعا ، وهو يقول : اليوم انقطعت خلافة النبوة ، حتى وقف على باب البيت الذى فيه أبو بكر فقال : رحمك الله أبا بكر ، كنت أول القوم إسلاما وأخلصهم إيمانا ، وأشدهم يقينا ، وأخوفهم لله ، وأعظمهم عناء ، وأحفظهم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأجدهم على الإسلام ؛ وآمنهم على الصحابة ، وأحسنهم صحبة ، وأفضلهم مناقب ، وأكثرهم سوابق ، وأرفعهم درجة ، وأقربهم من رسول الله

صلى الله عليه وسلم ، وأشبههم به هديا وخلقا وسمتا ، وأوثقهم عنده وأشرفهم منزلة ، وأكرمهم عليه ، فجزاك الله عن الإسلام ، وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن المسلمين خيرا .

عمر الفاروق رضى الله عنه

أخرج الترمذى عن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ »

وروى عن ابن عمر : أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :

« إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ » .

قال ابن عمر : ما نزل بالناس أمر قط فقالوا له وقال إلا نزل القرآن على نحو ما قال عمر .

وعن ابن عباس : لما أسلم عمر نزل جبريل عليه السلام فقال : يا محمد لقد استبشر أهل السماء بإسلام عمر رواه ابن ماجه .

وعنه قال : لما أسلم عمر قال المشركون : قد انتصف القوم اليوم منا وأنزل الله :

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) .

وعن ابن عمر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

« هٰذَا غَلَقُ الْفِتْنَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى عُمَرَ لايَزَالُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْفِتْنَةِ بَابٌ شَدِيدُ الْغَلْقِ مَا عَاشَ هٰذَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ » رواه البزار .

وَقَالَ صلى الله عليه وسلم « إِنَّ الشَّيْطَانَ لَمْ يَلْقَ عُمَرَ مُنْذُ أَسْلَمَ إِلَّا خَرَّ لِوَجْهِهِ » .

وقال عليه الصلاة والسلام « إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَفْرَقُ مِنْكَ يَا عُمَرُ » .

وقال صلى الله عليه وسلم « عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سِرَاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ » .

وَقَالَ عليه الصلاة والسلام «قَالَ لِي جبريلُ لِيَبْكِ الْإِسْلَامُ عَلَى مَوْتِ عُمَرَ » .

وروى الترمذى عن جابر بن عبدالله أن عمر قال لأبى بكر : أخير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له : أما إنك إن قلت ذلك فلقد سمعته صلى الله عليه وسلم يقول :

« مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَى رَجُلٍ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ » .

وقَال عليه الصلاة والسلام « مَافِي السَّمَاءِ مَلَكٌ إِلَّا وَهُوَ يُوَقِّرُ عُمَرَ » .

وعن على كرم الله وجهه قال : كنا أصحاب محمد لا نشك

ان السكينة تنطق على لسان عمر ، رواه غير واحد .

وعن أسماء بنت عميس قالت : دخل رجل من المهاجرين على أبي بكر ، وهو يشتكي في مرضه فقال له : أتستخلف علينا عمر وقد عتا علينا ، ولا سلطان له ؟ فكيف لو ملكنا كان أعتى وأعتى ، فكيف تقول لله إذا لقيته ؟ فقال أبو بكر : أجلسوني فلما أجلسوه قال أبالله تعرفوني ؟ فإني أقول إذا لقيته استخلفت عليهم خير أهلك .

وقال معاوية لصعصعة بن صوحان : صف لي عمر بن الخطاب ؟ قال : كان عالما برعيته ، عادلا في نفسه ، قليل الكبر ، قبولا للعذر ، سهل الحجاب ، مفتوح الباب ، متحرى الصواب ، بعيدا من الاساءة ، رفيقا بالضعيف ، غير صخاب كثير الصمت ، بعيدا من العبث .

وفي طبقات ابن السبكي ، عن أبي بكرة رضي الله عنه قال : وقف أعرابي على أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال :

يَا عُمَرَ الخَيْرِ جُزِيتَ الْجَنَّهْ أُكْسُ بُنَيَّاتِي وَأُمَّهُنَّهْ

☆ أُقْسِمُ بِاللهِ لَتَفْعَلَنَّهْ ☆

فقال عمر : وإن لم أفعل يكون ماذا ؟ فقال الأعرابي :

☆ إذًا أبا حفص لأمْضِيَنَّهْ ☆

قال : فإن مضيت يكون ماذا ؟ قال :

وَاللهِ عَنْهُنَّ لَتُسْأَلَنَّهْ

يَوْمَ يَكُونُ الْأُعْطِيَاتُ ثَمَّهْ

أى ثمة أبدل الميم نونا وهى لغة :

وَالوَاقِفُ المَسْئُولُ بَيْنَهُنَّهْ إِمَّا إِلَى نَارٍ وَإِمَّا جَنَّهْ

فبكى عمر حتى اخضلت لحيته ، وقال لغلامه : ياغلام أعطه قميصى هذا لذلك اليوم لا لشعره ؛ ثم قال : والله لا أملك غيره .

وقال أبو بكر الخرائطى : رحم الله عمر ماكان أنظره بنور الله فى ذات الله وأفرسه كان والله كما قال الشاعر :

بَصِيرٌ بِأَعْقَابِ الأُمُورِ بِرَأْيِهِ

كَأَنَّ لَهُ فِى اليَوْمِ عَيْنًا عَلَى غَدِ

وورد فيهما قوله صلى الله عليه وسلم :

« إِذَا كَانَ يَوْمُ القِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ لَا يَرْفَعَنَّ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الأُمَّةِ كِتَابَهُ قَبْلَ أَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ » .

وقوله صلى اللهُ عَليه وَسلم « إِنَّ اللهَ تعالى أَيَّدَنِى بِأَرْبَعَةِ وُزَرَاءَ : اثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ ، وَاثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ أَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ » .

وقال صلى الله عليه وسلم « إِنَّ لِكُلِّ نَبِىٍّ خَاصَّةً مِنْ أَصْحَابِهِ ، وَإِنَّ خَاصَّتِى مِنْ أَصْحَابِى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ »

وقال صلى الله عليه وَسلمَ « حُبُّ أَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ إِيمَانٌ وَبُغْضُهُمَا نِفَاقٌ » .

وقال صلى الله عليه وسلم : « خَيْرُ أُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ » .

وقال عليه الصلاة والسلام: « سَيِّدُ كُهُولِ الْجَنَّةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ » .

وقال صلى الله عليهِ وَسلم : « صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ » .

وقال عليه الصلاة والسلام « مَا قَدَّمْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَلَٰكِنَّ اللهَ قَدَّمَهُمَا » .

وقال صلى الله عليه وسلم « أُحْشَرُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ هٰكَذَا وَأَخْرَجَ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى وَالْبِنْصَرِ » .

عثمان ذو النورين رضى الله عنه

قال صلى الله عليه وسلم « عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَوَلِيٌّ فِي الآخِرَةِ » .

وقال عليه الصلاة والسلام : « عُثْمَانُ حَيِيٌّ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ » .

وَقَالَ صلى اللهُ عليه وسلم : « عُثْمَانُ أَحْيَي أُمَّتِي وَأَكْرَمُهَا » .

وقال صلَّى اللهُ عليه وَسلمَ : « لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ فى الجَنَّةِ وَرَفِيقِى فِيهَا عُثمانُ » .

وقال عليه الصلاة والسلام : « لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثمانَ سَبْعُونَ أَلْفًا كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ الجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ » .

وقال صلى الله عليه وَسلم « لَيَدْخُلَنَّ الجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِى أَكْثَرُ مِنْ بَنِى تَمِيم » . قال المناوى : قِيلَ هُو عُثمانُ .

وقال عليه الصلاة والسلام « لِكُلِّ نَبِيٍّ خَلِيلٌ فى أُمَّتِهِ، وَإِنَّ خَلِيلِى عُثمانُ بْنُ عَفَّانَ » .

وقال صلى الله عليه وَسلم « اللَّهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثمانَ فَإِنِّى عَنْهُ رَاضٍ » .

قال ابن إسحاق أنفق عثمان فى جيش العسرة نفقة عظيمة لم ينفق أحد مثلها .

وروى عن قتادة أنه قال : حمل عثمان رضى الله عنه فى جيش العسرة على ألف بعير وسبعين فرسا .

وعن حذيفة بن اليمان : أن عثمان رضى الله عنه جاء يومئذ بعشرة آلاف دينار فصبت بين يديه صلى الله عليه وسلم ، فجعل صلى الله عليه وسلم يقول بيده ويقلبها ظهرا لبطن ويقول :

« غَفَرَ اللهُ لَكَ يَا عُثمانُ مَا أَسْرَرْتَ وَمَا أَعْلَنْتَ

وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، مَا يُبَالِي عُثْمَانُ بَعْدَهَا » .

وروى البيهقي عن عبد الرحمن بن خباب رضى الله عنه قال : « خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم فحث الناس على جيش العسرة فقال عثمان عليّ مائة بعير بأحلاسها وأقتابها ، ثم نزل مرقاة أخرى من المنبر ، فحث الناس فقال عثمان عليّ مائة بعير أخرى بأحلاسها وأقتابها ، ثم نزل مرقاة أخرى ، فحث الناس ، فقال عثمان : عليّ مائة بعير أخرى بأحلاسها وأقتابها . قال : فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بيده هكذا ، يحركها كالمتعجب وقال :

« مَا عَلَى عُثْمَانَ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ » .

وقد ورد فى حق الثلاثة قوله صلى الله عليه وسلم :

« إِذَا أَنَا مِتُّ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَمُوتَ فَمُتْ » .

عليّ المرتضى رضى الله عنه وكرم وجهه

قال عليه الصلاة والسلام « مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ » .

وقال صلى الله عليه وسلم : « أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ ، وَعَلِيٌّ بَابُهَا ، فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ » .

وقالَ صلى اللهُ عليه وَسلمَ : « أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا » .

وقال صلى الله عليه وسلم « خَيْرُ إخْوَانِى عَلِىٌّ وَخَيْرُ أَعْمَامِى حَمْزَةُ » .

وقال صلى اللهُ عليه وسلمَ : « عَلِىٌّ أَخِى فى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ » .

وقال صلى اللهُ عليه وسلمَ « مَنْ آذَى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِى » .

وقال عليه الصلاة والسلام « مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِى وَمَنْ سَبَّنِى فَقَدْ سَبَّ اللهَ » .

وحينما استخلفه على المدينة يوم غزوة تبوك أرجف المنافقون بأنه إنما خلفه استثقالا ، فأخذ سلاحه وأتى النبى صلى الله عليه وسلم ، وأخبره الخبر فقال :

« كَذَبُوا وَلَـٰكِنْ خَلَّفْتُكَ لِمَا تَرَكْتُ وَرَائِى ، فَارْجِعْ فِى أَهْلِى وَأَهْلِكَ ، أَفَلَا تَرْضَى يَا عَلِىُّ أَنْ تَكُونَ مِنِّى بِمَنْزِلَةِ هَرُونَ مِنْ مُوسَى إلَّا أَنَّهُ لَا نَبِىَّ بَعْدِى » .

فقال : رضيت ثم رضيت قال السيد أحمد دحلان فى سيرته : قال أهل السنة : إن هارون عليه السلام إنما كان خليفة فى حياة موسى عليه السلام حين ذهب إلى الميقات فدل ذلك على تخصيص خلافة على رضى الله عنه فى أهل النبى صلى الله عليه وسلم مدة غيبته فى تبوك ، كما كان هارون خليفة موسى عليهما السلام فى قومه مدة غيبته عنهم للمناجاة . وقد

استخلف صلى الله عليه وسلم غير علىّ فى مرات أخر، فهل يلزم أن يكون مستحقا للخلافة ؟ ولما سئل على رضى الله عنه وكرم وجهه فى زمن خلافته : هل أوصى لك النبى صلى الله عليه وسلم بالخلافة ؟ قال لا ، ولو أوصى لى بها لقاتلت عليها ، حتى لو لم يبق معى إلا سيفى وردائى ، ولو أوصى له بها لما بايع أبا بكر وعمر وعثمان رضى الله عنهم .

وقول الرافضة إن ذلك كان منه تقية كذب وزور ، فإنه كان رضي الله عنه ذا قوة وشجاعة وقد توفرت عشيرته من بني بنى هاشم فكانوا أهل قوة ومنعة ، فيلزم الرافضة نسبته للجبن والذل وحاشاه الله من ذلك اه .

وأخرج الحافظ محب الدين بن النجارى فى تاريخ بغداد عن ابن المعتمر مسلم بن أوس ، وحارثة بن قدامة السعدى أنهما حضرا علىّ بن أبى طالب رضى الله عنه يخطب وهو يقول : سلونى قبل أن تفقدونى ، فإنى لا أسأل عن شىء دون العرش إلا أخبرت عنه .

وأخرج أبو نعيم فى الحلية عن على كرم الله وجهه قال : والله ما نزلت آية إلا وقد علمت فيم أنزلت وأين نزلت؟ ان ربى وهب لى قلبا عقولا ولسانا سؤولا .

وفى صحيح مسلم عنه رضى الله عنه أنه قال :

« وَالَّذِى فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِىِّ صلى الله عليه وَسلمَ إِلَىَّ : لَا يُحِبُّنِى إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِى إِلَّا مُنَافِقٌ » .

وأخرج ابن أبي شيبة وأبو نعيم عنه رضى الله عنه أنه قال على منبره : أما إنى فقأت عين الفتنة ، وإنى وايم الله لولا أن تتكلموا فتدعوا العمل لحدثتكم بما سبق على لسان نبيكم صلى الله عليه وسلم ، ثم قال : سلونى فإنكم لا تسألونى عن شىء فيما بينكم وبين الساعة إلا حدثتكم .

وأخرج ابن أبي شيبة عن زيد بن ربيع قال : بلغ عليا أن أناسا يقولون فيه فصعد المنبر فقال : أنشد الله رجلا سمع من النبي صلى الله عليه وسلم شيئا إلا قام فقام جماعة فقالوا : نشهد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :

« مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ » .

وقال صلى الله عليه وسلم « أَقْضَاكُمْ عَلِيٌّ » .

وأخرج الحاكم وصححه عن على قال :

« بعثنى رسولُ الله صلى الله عليه وسلم إلى اليَمَنِ ، فَقُلْتُ يارسولَ اللهِ بَعَثْتَنِى وأناشابٌّ أقضِى بينهم ولا أدرِى ما القضاءُ فضرب صدرى ثم قال : اللهمَّ اهدِ قلبَهُ وثبِّتْ لسانَهُ ، فوالذى فلقَ الحبَّةَ ما شككتُ فى قضاءٍ بينَ اثنَيْنِ » .

وروى : أن سبب قوله صلى الله عليه وسلم « أقضاكم على » أنه عليه الصلاة والسلام كان جالسا مع جماعة من الصحابة ، فجاء خصمان ، فقال أحدهما : يارسول الله إن لى حمارا وإن

هذا بقرة ، وإن بقرته قتلت حمارى ، فبدأ رجل من الحاضرين فقال : لاضمان على البهائم فقال صلى الله عليه وسلم :

« اُقضِ بَيْنَهُمَا يَا عَلِىُّ » .

فقال علىّ لهما : كانا مرسلين أم مشدودين ؟ أم أحدهما مشدودا والآخر مرسلا ؟ فقالا : كان الحمار مشدودا والبقرة مرسلة ، وصاحبها معها ، فقال علىّ : صاحب البقرة ضامن الحمار فأقر صلى الله عليه وسلم حكمه وأمضى قضاءه .

وكان صلى الله عليه وسلم إذا غضب لا يجترئ أحد أن يكلمه إلا علىّ .

وروى ابن مسعود عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال : « النَّظَرُ إلى عَلِىٍّ عِبَادَةٌ » .

ومما ورد فى الأربعة رضوان الله عليهم قوله صلى الله عليه وسلم « أَرْأَفُ أُمَّتِى بِأُمَّتِى أَبُو بَكْرٍ ، وَأَشَدُّهُمْ فِى دِينِ اللهِ عُمَرُ ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَأَقْضَاهُمْ عَلِىٌّ » .

وقوله صلى الله عليهِ وَسَلَّمَ « رَحِمَ اللهُ أَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِى ابْنَتَهُ وَحَمَلَنِى إلى دَارِ الهِجْرَةِ وَأَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ وَمَا نَفَعَنِى مَالٌ فِى الإِسْلَامِ مَا نَفَعَنِى مَالُ أَبِى بَكْرٍ ، رَحِمَ اللهُ عُمَرَ يَقُولُ الحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا لَقَدْ تَرَكَهُ الحَقُّ وَمَا لَهُ مِنْ صَدِيقٍ ، رَحِمَ اللهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِيهِ المَلَائِكَةُ ، وَجَهَّزَ جَيْشَ العُسْرَةِ وَزَادَ

فى مسجدِنا حتّى وسِعنا ، رَحِمَ اللهُ عليًّا اللّهُمَّ أدِرِ الحقَّ معَهُ حيثُ دارَ » .

وقد ورد فى فضائل كل منهم رضوان الله عليهم من الكتاب والسنة وكلام الأئمة ودوّن فى التواريخ والسير ، وكتب التفسير والأثر من محاسن أقوالهم وأفعالهم وأخلاقهم وأحوالهم ما لو أريد استقصاؤه لملأ مجلدات ، وكان مافات أكثر مما هو آت :

تنبيه : قال اللقانى فى « هداية المريد لجوهرة التوحيد » أفضل الصحابة أهل الحديبية ، وأفضل أهل الحديبية ، أهل أحد وأفضل أهل أحد أهل بدر ، وأفضل أهل بدر العشرة ، وأفضل العشرة الخلفاء الأربعة ، وأفضل الأربعة أبو بكر ، والمراد من الأفضلية أكثرية الثواب . ومما يجب اعتقاده أن أفضل الصحابة رضى الله عنهم أجمعين ، هم الذين ولوا الخلافة بعده صلى الله عليه وسلم ، وبين عليه الصلاة والسلام مدتها بقوله « الخِلافَةُ بَعْدِى ثَلاثونَ سَنَةً ثُمَّ تَصِيرُ مُلْكاً عَضُوضاً » .

فقد صرح كل كلامه عليه الصلاة والسلام بأن الأئمة الأربعة أفضل الصحابة ، لأن هذه المدة كانت دور ولايتهم ، وترتيبهم فى الفضل على حسب ترتيبهم فى الخلافة ، فالأسبق فيها أكثرهم فضلا ثم التالى فالتالى عند أهل السنة وإماميهم أبى الحسن الأشعرى وأبى منصور الماتريدى ، فأفضلهم أبو بكر فعمر ، فعثمان ، فعلى ، رضوان الله عليهم :

قال الإمام الغزالى : حقيقة الفضل ماهو عند الله تعالى وذلك مما لا يطلع عليه إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وقد ورد الثناء عليهم فى أخبار كثيرة ، ولا يدرك دقائق الفضل والترتيب فيه إلا المشاهدون للوحى والتنزيل بقرائن الأحوال ، فلولا فهمهم ذلك لما رتبوا الأمر كذلك إذ كانوا لا تأخذهم فى الله لومة لائم ، ولا يصرفهم عن الحق صارف ، ونحوه قول السعد : على هذا وجدنا السلف والخلف . والظاهر أنهم لو لم يكن لهم دليل على ذلك لما حكموا به وقوله فى شرح المقاصد : يدل لنا إجمالا أن جمهور عظماء الملة وعلماء الأمة أطبقوا على ذلك ، وحسن الظن بهم يقضى بأنهم لو لم يعرفوه بدلائل وأمارات لما أطبقوا عليه اهـ كلام اللقانى ملخصا .

قلت : وقول السعد جمهور عظماء الملة يفيد أن ذلك ليس إجماعيا ، وهو كذلك فى الترتيب بين عثمان وعلى رضى الله عنهما ، فقد قال بعض أكابر أهل السنة بتفضيل علىّ على عثمان ومنهم سفيان الثورى ، والإمام مالك فى قوله الأول ، ثم رجع عنه إلى تفضيل عثمان على علىّ . قال النووى : وهو الصحيح ، وقال اللقانى : وهو الأصح .

أما تفضيل أبى بكر على الثلاثة وعمر على الاثنين فهو أمر إجماعى كما قاله العلامة ابن حجر فى خاتمة الفتاوى ، وعبارته : قد صح عن على نفسه : خير الناس بعد النبى صلى الله عليه وسلم أبو بكر ثم عمر ثم رجل آخر ، فقال له ابنه محمد رضى الله عنهما ، ثم أنت ياأبت فقال : ما أبوك إلا رجل من المسلمين ، ومن ثمة أجمع أهل السنة من الصحابة والتابعين فمن بعدهم على أن أفضل الصحابة على الاطلاق : أبو بكر ، ثم عمر رضى الله

عنهما ، وفى موضع آخر منها سئل أى ابن حجر : هل الأفضلية بين الخلفاء الأربعة قطعية أم اجتهادية ، إذ لا شاهد من العقل يقطع بأفضلية بعضهم على بعض ، والأخبار الواردة فى فضائلهم متعارضة؟ فأجاب رحمه الله بقوله : إن أفضلية أبى بكر رضى الله عنه على الثلاثة ، ثم عمر رضى الله عنه على الاثنين مجمع عليها عند أهل السنة لا خلاف بينهم فى ذلك ، والاجماع يفيد القطع ، وأما أفضلية عثمان على علىّ رضى الله عنهما فظنية ، لأن بعض أكابر أهل السنة كسفيان الثورى فضل علياً على عثمان ، وما وقع فيه خلاف بين أهل السنة فظنى ، وأما الأحاديث فى ذلك فمتعارضة جدا ، بل علىّ كرم الله وجهه ورد فيه من الأحاديث المشعرة بفضله ما لم يرد فى الثلاثة . وأجاب عنه بعض الأئمة بأن سبب ذلك أنه عاش إلى زمن الفتن وكثرت أعداؤه وقدحهم فيه ، وحطهم عليه ، وغمصهم لحقه بباطلهم ، فبادر حفاظ الصحابة رضوان الله عليهم ، وأخرجوا ما عندهم فى حقه ردعا لأولئك الفسقة المارقين والخوارج المخذولين ، وأما بقية الثلاثة فلم يقع لهم ما يدعو الناس إلى الإتيان بمثل ذلك الاستيعاب اه .

وقال الإمام الشعرانى فى المنن : قال أبو بكر بن عياش : لو أتانى أبو بكر وعمر وعلىّ فى حاجة ، لبدأت بحاجة علىّ قبلهما لقرباه من رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ولئن أخرّ من السماء إلى الأرض ، أحب إلىّ من أن أقدمه عليهما . قال اللقانى : ولا يخفى صحة شمول الفضل لسائر أسبابه من علم وشجاعة ، وحسن رأى ، وقرب من الله ورسوله ومحبة لهما ومنهما .

لطيفة ـ قرأت فى طبقات ابن السبكى فى ترجمة الحارث

سريج أن داود بن عليّ الأصفهانى قال : سمعت الحارث بن سريج يقول : سمعت إبراهيم بن عبد الله الحجبى يقول للشافعى رضى الله عنه : ما رأيت هاشميا قط يفضل أبا بكر وعمر رضى الله عنهما على عليّ كرم الله وجهه غيرك ، فقال الشافعى : على ابن عمى وابن خالتى وأنا رجل من بنى عبد مناف ، وأنت رجل من بنى عبد الدار ، فلو كانت هذه مكرمة كنت أولى بها منك ، ولكن ليس الأمر على ما تحسب .

وروى عنه رضى الله عنه أنه قال : اضطرب الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فلم يجدوا تحت أديم السماء خيرا من أبى بكر فلذلك استعملوه على رقاب الناس .

تنبيه : قد ظهر لذهنى القاصر معنى شريف ، وحجة قوية فى تأييد مذهب أهل السنة الجامعين بين حب الصحابة والآل وتزييف مذهب المفرقين بينهم من أهل الرفض والضلال ، وذلك أن جميع ما ثبت من فضل الصحابة رضوان الله عليهم هو فى الحقيقة من فضائل أهل بيت النبوة زيادة على ما نالوه بانتسابهم إلى حضرة صاحب الرسالة من الفضل ، فإنهم صحابة جدهم الأعظم صلى الله عليه وسلم لا صحابة نبى سواه ، وهم وإن كانوا فى أنفسهم فضلاء نبلاء حائزين من كل وصف جميل محضه ولبابه إلا أن أفضليتهم على من سواهم من الأمة إنما هى لفوزهم بتلك الصحبة الشريفة التى لا يوازيها عمل عامل ، ولا اجتهاد مجتهد ، وما يلزمها من اقتباس الأنوار والأسرار . فضلا عن فدائهم له صلى الله عليه وسلم بكل ما قدروا عليه من نفس ومال وولد ووالد وخوض كثير منهم أمامه فى غمار الحروب ، ومحالطتهم المنايا ، حتى ظهر دين الله المبين ، وخفقت أعلامه فى العالمين وإلا فإنا نجد فى التابعين فمن بعدهم من هو

أعلم وأعبد وأورع وأزهد وأكثر حربا وجهادا وطعانا وجلادا من بعض صغار الصحابة الذين لم تطل صحبتهم له صلى الله عليه وسلم ، ولم يلازموه فى كثير من مواطنهم الشريفة وغزواته المظفرة ، ومع هذا فأقلهم فضلا أفضل من أفضل التابعين ، من بعدهم إلى يوم القيامة .

فتلخص أنه صلى الله عليه وسلم هو الأصل الذى تفرع عنه فضل الصحابة رضوان الله عليهم ، وكذا جميع ما ثبت لأهل البيت من الفضل هو أيضا يحسب من فضائل الصحابة الكرام زيادة على ما اتصفوا به من الفضل والفخر بصحبتهم له صلى الله عليه وسلم ، فإنهم ذرية نبيهم الذى استنقذهم من ظلمات الشرك ، وزجهم فى أنوار التوحيد ، وفازوا بما فازوا به بسببه من السيادة الدنيوية والسعادة الأبدية وذريته صلى الله عليه وسلم بعضه ، فكما أن فضل الكل وهو النبى عليه الصلاة والسلام هو زيادة فى فضل أصحابه الذى هو متفرع عن فضله فكذلك بعضه وهم الذرية الطاهرة ، فإن فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم .

فقد علمت أن أصل الفضلين فضل الذرية ، وفضل الصحابة هو رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وهما فرعان عن أصل واحد ، فهما حصل لأحدهما من مدح أو ذم لابد وأن يتعدى إلى الآخر :

فلعنة الله على من فرق بينهما بولاء بعضهم ومعاداة البعض فإن من عادى أحدهما لم ينفعه ولاء الآخر ، وكان عدو الله ورسوله ولمن التزم ولاءه أيضا ، وانظر إلى سيدنا زيد بن على زين العابدين رضى الله عنهما حين خرج على هشام بن عبد الملك

فقد بايعه وقتئذ ناس كثير من أهل الكوفة ، وطلبوا منه أن يتبرأ من الشيخين أبي بكر وعمر لينصروه ، فقال : كلا بل أتولاهما فقالوا : إذًا نرفضك ، فقال : اذهبوا فأنتم الرافضة فسموا رافضة من حينئذ وجاءت طائفة وقالوا : نحن نتولاهما ونتبرأ ممن يتبرأ منهما فقبلهم ، وقاتلوا معه فسموا الزيدية ، غير أنهم خلف من بعدهم خلف ، خرجوا عن مذهب زيد ، وبقى عليهم الاسم فقط فمن أراد سعادة الدارين ، فعليه بمحبة الطرفين ملتزما فى ذلك الطريق الشرعى غير حائد عن سنن السلف والخلف ، وهو مذهب أهل السنة السنية ، وهداة الملة الحنيفية أماتنا الله على ذلك غير مبدلين ، ولا مغيرين ، ولا مفتونين ، ولا فاتنين .

قال ابن السبكى فى الطبقات : قال الإمام عبد الله بن المبارك رضى الله عنه :

إِنى امْرُؤٌ لَيْسَ فى دِينِى لِغَامِزِهِ
لِينٌ وَلَسْتُ عَلَى الإِسْلَامِ طَعَّانَا
فَلَا أَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَلَا عُمَرًا
وَلَنْ أَسُبَّ مَعَاذَ اللهِ عُثْمَانَا
وَلَا الزُّبَيْرَ حَوَارِىَّ الرَّسُولِ وَلَا
أُهْدِى لِطَلْحَةَ شَتْمًا عَزَّ أَوْ هَانَا
وَلَا أَقُولُ عَلِىٌّ فى السَّحَابِ إِذًا
قَدْ قُلْتُ وَاللهِ ظُلْمًا ثُمَّ عُدْوَانَا

وهى قصيدة طويلة، منها :

اللهُ يَدْفَعُ بِالسُّلْطَانِ مُعْضِلَةً
عَنْ دِينِنَا رَحْمَةً مِنْهُ وَرِضْوَانَا
لَوْلَا الأَئِمَّةُ لَمْ تَأْمَنْ لَنَا سُبُلٌ
وكَانَ أَضْعَفُنَا نَهْبًا لِأَقْوَانَا

وقيل : إن هارون الرشيد أعجبه ، ولما بلغه موت ابن المبارك أذن للناس أن يعزوه فيه ، وقال أليس هو القائل الله يدفع البيتين اه .

فإن قلت : تفريعك هذين الفرعين أهل البيت والصحابة رضوان الله عليهم عن الأصل الواحد وهو النبي صلى الله عليه وسلم بالصفة التي ذكرتها يشعر بتفضيل الذرية الطاهرة على الصحابة الكرام رضوان الله على الجميع :

قلت : نعم وهو كذلك من حيث أنهم ذريته صلى الله عليه وسلم لا من كل حيثية ، وهذا مما لا يشتبه فيه عاقل ، فإن الذرية الطاهرة من هذه الحيثية أفضل العالمين على الإطلاق ، فإن ذلك يرجع لتفضيله عليه الصلاة والسلام ، ولا يشك مؤمن بأنه أفضل الخلق كافة وهو بمنزلة قولك جدهم عليه الصلاة والسلام أفضل من كل جد ، وهل يرتاب فى هذا مؤمن ، ومن هنا قال الإمام السبكى وغيره فى حق فاطمة رضى الله عنها : لا نفضل على بضعة رسول الله صلى الله عليه وسلم أحدا فأنت تراهم وصفوها بالبضعية التى هى داعية التفضيل ، على أمها خديجة ومريم والعائشة ، ولم يقولوا لا نفضل على زوجة على أو أم الحسنين أو غير ذلك من أوصافها الشريفة ، وهذا المعنى موجود فى سائر أولاده وبناته صلى الله عليه وسلم ، وأولاد

فاطمة خصوصية منه صلى الله عليه وسلم ، فهم من تلك الحيثية أفضل الناس ، وصرح بأفضلية فاطمة على جميع الصحابة الشيخين فمن عداهما الشمس العلقمى ، وقيده المناوى بحيثية البضعية قال : فإن الشيخين بل الخلفاء الأربعة أفضل منها من حيث المعرفة والعلم ورفع منار الإسلام ، ولهذا نبه العلامة اللقانى فى شرح الجوهرة بعد ذكر أفضلية الخلفاء الأربعة على من سواهم بقوله : لا يشكل الحكم المذكور بالذرية الشريفة لأنه لا من حيث البضعية المكرمة ، يعنى وأما من حيث البضعية فالذرية أفضل .

فاعلم ذلك واعرف منزلة أهل بيت النبوة وما خولهم الله من الفضل الوهبى ، واختصهم به من الشرف القربى :

هُمُ القَوْمُ مَنْ أَصْفَاهُمُ الوُدَّ مُخْلِصاً
تَمَسَّكَ فِى أُخْرَاهُ بِالسَّبَبِ الأَقْوَى

هُمُ القَوْمُ فَاقُوا العَالَمِينَ مَنَاقِبًا
مَحَاسِنُهُمْ تُحْكَى وَآيَاتُهُمْ تُرْوَى

مُوَالاتُهُمْ فَرْضٌ وَحُبُّهُمْ هُدًى
وَطَاعَتُهُمْ وُدٌّ وَوُدُّهُمْ تَقْوَى

قال فى الإسعاف : واعلم أن المحبة المعتبرة الممدوحة هى ما كانت مع اتباع لسنتهم المحبوبة إذ مجرد محبتهم من غير اتباع لسنتهم كما تزعمه الشيعة والرافضة من محبتهم مع مجانبتهم للسنة لا تفيد مدعيها شيئا من الخير بل تكون عليه وبالا وعذابا فى الدنيا والآخرة ، على أن هذه ليست محبة فى الحقيقة إذ حقيقة

المحبة الميل إلى المحبوب ، وإيثار محبوباته ومرضياته على محبوبات النفس ، ومرضياتها والتأدب بأخلاقه وآدابه :

ومن ثم قال على كرم الله وجهه : لا يجتمع حبي وبغض أبي بكر وعمر : أي لأنهما ضدان وهما لا يجتمعان .

وأخرج الدارقطني مرفوعا : « يَا أَبَا الحَسَنِ أَمَّا أَنْتَ وَشِيعَتُكَ فِي الجَنَّةِ وإِنَّ قَوْمًا يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ يُحِبُّونَكَ يُصَغِّرُونَ الإِسْلَامَ، ثُمَّ يَلْفِظُونَهُ، يَمْرُقُونَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَهُمْ نَبَزٌ يُقَالُ لَهُمُ الرَّافِضَةُ فَإِذَا أَدْرَكْتَهُمْ فَقَاتِلْهُمْ ، فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ » قال الدارقطني ولهذا الحديث عندنا طرقات كثيرة اهـ .

وقوله : الشيعة والرافضة أراد غلاة الشيعة ، فيكون عطف الرافضة عليهم عطف مرادف أو عطف تفسير ، أما شيعتهم الذين لم يفارقوا سنتهم من محبة الصحابة ومعرفة منازلهم في الفضل فهم القوم الأخيار المبرءون من كل عار ، وهم الذين عناهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بقوله :

« يَا أَبَا الحَسَنِ أَمَّا أَنْتَ وَشِيعَتُكَ فِي الجَنَّةِ » .

قال موسى بن علي بن الحسين بن علي وكان فاضلا عن أبيه عن جده : إنما شيعتنا من أطاع الله ، وعمل عملنا ، كأصحاب على رضى الله عنه مدة خلافته وجميع من نصره وخاض معه غمرات الحروب في جميع وقائعه كوقعة الجمل وصفين ، والنهروان ، فإنه رضى الله عنه وكرم وجهه هو المصيب في جميعها وغيره مخطىء ، والكل على هدى لاجتهادهم في طلب الحق ، ما عدا الخوارج الذين منهم أهل النهروان ، فإنهم كفرة فجرة ، لأنهم كانوا يعتقدون معاذ الله كفره بالتحكيم وكفر كثير من

الصحابة والمسلمين الذين رضوا بذلك . وهناك طائفة من الشيعة يقال لهم المفضلة ، يقولون : بتفضيل على كرم الله وجهه على سائر الصحابة مع اعتقاد فضلهم وعدلهم ، والاعتراف بما خولهم الله من الشرف وعلوا المنزلة ، وهؤلاء وإن خالفوا ماانعقد عليه الاجماع ، من تفضيل الشيخين على علي فهم أهل بدعة خفيفة لايتفرع عليها خلل فى الدين ، فقد ذكرهم الحافظ السيوطى ولم يطعن فى عقيدتهم .

ونقل عن الحافظ الذهبي وغيره أنهم عدول ثقات ، وأن روايتهم مقبولة ، وشهادتهم غير معلومة ، هذا مع تدقيق الذهبى ى رجال الحديث إلى درجة أدته للطعن فى بعض الثقات الذين زكاهم غيره : قال ومن هذه الطائفة كثير من السلف والخلف وإذا أطلق لفظ الشيعة فى الكتب ، فالمراد منه هؤلاء مالم يقيد بالغلو ، كأن يقال شيعى غال أو غلاة الشيعة .

أما الروافض فهم مابين كافر وفاسق ، لأنهم رفضوا موالاة كثير من الصحابة رضى الله عنهم ، والكافر من يطعن فى السيدة عائشة أم المؤمنين ، وينكر صحبة أبيها رضى الله عنهما ، ولا تشتبه بما سأتلوه عليك من كلام العارف الشعرانى فإنه إنما قصد من الروافض ، مفضلة الشيعة كما تصرح به عبارته قال : أخذ علينا العهود أن لانسب الروافض الذين يقدمون عليا فى المحبة على أبى بكر وعمر رضى الله عنهما لا الذين يسبونهما لاسيما إن كانوا أشرافا من أولاد فاطمة رضى الله عنها ، أو من أهل القرآن . فإياك يا أخى من قولك فلان رافضى كلب ، فإن ذلك لا ينبغى والذى نعتقده أن التغالى فى محبة علي والحسن والحسين وذريتهما مطلوب بنص القرآن فى قوله تعالى :

(قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى) .

والود ثبات المحبة ودوامها فنسكت عن سب من قدم جده في المحبة على غيره مالم يعارض النصوص . وذلك لأن تعصب الإنسان لأجداده الذين حصل له بهم الشرف ، أمر واقع فى كثير من العلماء فضلاً عن آحاد الناس من الشرفاء ، ولذلك قالوا من النوادر شريف سُنى يقدم أبا بكر وعمر على جده علىّ رضى الله عنهم وكان الإمام الشافعى رضى الله عنه ينشد :

إِنْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ أَنِّي رَافِضِي

فاعذر ياأخى كل من قامت له شبهة .ما لم تهدم شيئا من أصول الدين الصريحة كإنكار صحبة أبى بكر لرسول الله صلى الله عليه وسلم أو براءة عائشة رضى الله عنها واترك أمر الروافض إلى الله يفصل بينهم يوم القيامة اه وهو كلام عارف كبير منصف خبير رضى الله عنه ونفعنا به .

وقوله : من النوادر شريف سُنى ، ليس هو مقابل الرافضى بمعناه الحقيقى ، وإنما هو مقابل الشيعى المفضل ، ولذلك قال بعده : يقدم أبا بكر وعمر على جده علىّ رضى الله عنهم والرافضى لا يقر لأبى بكر وعمر ، بفضل لا مقدما ولا مؤخرا بل يصفهما بما لا ينبغى ، ومعاذ الله أن يقول بذلك أحد ممن صحت نسبته إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم .

وحاصل العبارة أن الشريف السنى الموصوف بتقديم أبى بكر وعمر على جده علىّ من النوادر وأكثرهم سنيون لا يقولون بالتقديم مع حب الشيخين والصحابة جميعا والاعتراف بفضلهم وهذا لا يضرهم فى دينهم شيئا ولاسيما

إذا كان التقديم فى المحبة لا التفضيل وهو الذى ينبغى حمل العبارة عليه فافهم والله سبحانه وتعالى أعلم .